تاریخ حدیث و محدثین

جلد اوّل

تالیف

حکیم سید احمد اللہ ندوی بن سید سلامت اللہ غفر اللہ لہما

سابق مصحح دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن

انجمن اشاعت قرآن عظیم پاکستان

نیو ٹاؤن جامع مسجد، کراچی ۵

(انجمن پریس کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین تاریخ حدیث و محدثین

جلد اول

toobaa-elibrary.blogspot.com

مضمون	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً ومصلیاً ومسلماً

صورة اجازة رواية الحديث النبوي صلى الله عليه وسلم التي اجازنيها الشيخ الجليل محدث الحرمين الشريفين عمر حمدان المحرسي رحمه الله تعالى رحمة واسعة

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى والسلام على عباده الذين اصطفى، اما بعد فقد اجتمعت بالسيد السند احمد الله بن سلامت الله الجهد آبادي بمكة المكرمة سنة ١٣٥٥ في ذي الحجة ثم بالمدينة المنورة فطلب مني الاجازة في جميع مارويته فاجبته الى مطلوبه واسعفته بمرغوبه واجزته اجازة عامة مطلقة تامة وبجميع ماتضمنه في هذا الثبت فقد اجازني به مؤلفه بجميع مدونه وقد سمع مني حديث الرحمة المسلسل بالاولية به وقد رويته بالاولية الحقيقية عن شيخنا السيد عبد الحي الكتاني وهو اول عن والده السيد عبد الكبير الكتاني وهو اول عن الشيخ عبد الغني المجددي وهو اول عن الشيخ محمد عابد السندي وهو اول عن الشيخ صالح الفلاني وهو اول عن الشيخ محمد بن سنة وهو اول عن مولاي الشريف محمد بن عبد الله الولاتي وهو اول عن الشيخ محمد بن اركماش وهو اول عن الحافظ ابن حجر وهو اول عن الحافظ العراقي وهو اول عن الصدر الميدومي وهو اول الخ

وكتبت في اخر ذي الحجة ١٣٥٥ھ قاله عبيد ربه عمر حمدان المحرسي خادم العلم بالحرمين الشريفين۔

فہرست مسائل صفحہ ۲۸۸/۲۹۲

مسائل مرویات حضرت عمرؓ: ۸۱، ۹۳، ۹۹، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۳۰، ۱۳۶، ۱۵۵، ۱۲۹، ۲۰۵، ۲۲۲، ۲۸۱،

〃 〃 حضرت علیؓ: ۲۵، ۸۱، ۱۰۳، ۱۲۱، ۱۲۷، ۱۳۰، ۱۳۶، ۱۵۶، ۱۷۹، ۱۸۹، ۲۰۴، ۲۲۵، ۲۸۰

〃 〃 حضرت عائشہؓ: ۱۴، ۵۰، ۵۹، ۶۰، ۷۱، ۷۴، ۱۰۱، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۵۲، [illegible]، ۱۷۹، ۱۸۵، ۲۰۵، ۲۳۰

〃 〃 عبداللہ بن مسعودؓ: ۱۲، ۴۹، ۶۸، ۷۱، ۱۰۸، ۱۱۱، ۱۳۰، ۱۵۲، ۱۵۶، ۱۸۹، ۱۹۵، ۲۰۵، ۲۲۸، ۲۸۳

〃 〃 حضرت ابوہریرہؓ: ۸۴، ۹۰، ۹۱، ۹۳، [illegible]، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۵۵، ۱۵۸،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامدا ومصلیا ومسلما

عرض حال مؤلف

بندۂ عاصی پرمعاصی سید احمد اللہ ابن سید سلامت اللہ متوطن ضلع گیا صوبہ بہار (ہند) مقیم کراچی پاکستان عرض کرتا ہے کہ یہ خاکسار ۱۳۳۵ھ میں عربی درسیات سے فارغ ہو کر متعدد مدارس میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۴۲ھ میں سابق ریاست اسلامی حیدرآباد دکن وارد ہوا اور وہاں کے مشہور علمی ادارہ دائرۃ المعارف جو علمائے اسلام (جن کا تعلق آٹھویں صدی ہجری تک ہے) کی قلمی کتابوں کے حصول اور طباعت و اشاعت میں مشہور ہے۔ اس کے شعبۂ تصحیح میں عالی جناب نواب حبیب الرحمٰن شروانی صدر یار جنگ صدر الصدور امور مذہبی حیدرآباد دکن کی خاص توجہ سے منسلک کیا گیا اس وقت امام حاکم کی المستدرک جلد چہارم زیر طبع تھی اس کی طباعت کی تصحیح میں دیگر علمائے مصححین کے ساتھ تصحیحی خدمات انجام دینے لگا اس کے بعد سنن کبریٰ بیہقی کی دس جلدوں کو مختلف متعدد قلمی نسخوں سے مقابلہ اور تصحیح میں اوراق کی طباعت کے دوران طباعت کی تصحیح میں دوسرے رفقائے کار کے ساتھ شریک کار رہا اس کتاب کی مکمل طباعت کے بعد علم رجال اور دیگر فنون کی دوسری قلمی کتابوں کے مختلف نسخوں سے مقابلہ اور تصحیح میں مشغول رہا، اس سلسلے میں رجال، لغت، حدیث اور تاریخ کی اُمہات الکتب زیر مطالعہ رہیں علم رجال میں تقریب، تہذیب التہذیب، لسان المیزان، ثقات ابن حبان، انساب سمعانی، استیعاب، تذکرۃ الحفاظ، کتاب المشتبہ، لغات میں لسان العرب، نہایۃ ابن اثیر، الفائق، مجمع البحار اور حدیث کی متداول کتب کے علاوہ شرح نووی، فتح الباری، مسند امام احمد، کتاب الأم برابر مطالعہ میں رہیں، رجوعات کے سلسلے میں ان کتابوں کا دیکھنا ضروری تھا مطبوعات دائرۃ المعارف کی جس جس کتاب میں تصحیح کے سلسلے میں اس خاکسار کی شرکت ہوئی ہے اس کتاب کے آخر میں مصححین کے ناموں کے زمرہ میں اس خاکسار کا نام بھی درج ہے ملازمت کے دوران میں بتوفیق الٰہی ۱۳۵۵ھ ہجری میں حج کے لئے روانہ ہوا اس وقت دائرۃ المعارف کی جماعت منتظمہ نے علمائے حجاز کی خدمت میں دائرۃ المعارف کے مطبوعات بطور تحفہ پیش کرنے کے لئے کتابوں کی کافی تعداد اس خاکسار کے حوالہ کر دی تھی حسب ہدایت اس کی تعمیل کی گئی اس ذریعہ سے حرمین شریفین کے متعدد علمائے کرام سے ملاقات کرنے اور ان کی صحبت سے استفادہ کا موقع ملا محدث حرمین شیخ عمر حمدان المحرسی کے فرزند حیدرآباد دکن تشریف لائے تھے اور کئی ماہ تک وہاں مقیم رہے ان سے اس خاکسار کے دوستانہ تعلقات ہو گئے تھے انہوں نے اس خاکسار کے سفر حج کی روانگی سے پہلے ذریعہ ڈاک اپنے والد ماجد سے میرا غائبانہ تعارف کرا دیا تھا جب یہ بندہ مکہ مکرمہ پہونچا تو حرم مکہ میں حضرت شیخ عمر حمدان موصوف سے میری ملاقات ہوئی تعارف کے بعد شیخ موصوف نے نہایت خلق اور محبت کا اظہار فرمایا۔ شیخ موصوف کی عمر اس وقت تقریباً ستر سال کی ہوگی وہ ہر سال چھ ماہ حرم مکہ میں اور چھ ماہ حرم مدینہ میں حدیث شریف کا درس دیتے تھے۔ اس وجہ سے

محدث حرمین مشہور تھے، موصوف نے اس خاکسار کو ہدایت کی کہ حج کے بعد وہ مدینہ منورہ چلے جائیں گے وہاں ملو چنانچہ جب یہ بندہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ پہونچا تو ادائے ماہ رجب کے بعد دوسرے دن شیخ عمر حمدان کے کاشانہ مبارک پر حاضر ہوا شیخ موصوف وہاں بھی بہت اخلاص اور اخلاق سے پیش آئے اور آپ نے اس بندہ کو حدیث رحمت زبانی سنائی اور اس خاکسار نے سنی اور پھر ایک مطبوعہ رسالہ بنام "حسن الوفا لاخوان الصفا" کے سرورق پر اپنے قلم سے ذیل کی عبارت لکھی جس میں اپنی تمام مرویات کی روایت کی اجازت اس خاکسار کو دی اور دوپہر کے طعام سے بھی نوازا، قیام مدینہ منورہ کے دوران آپ سے کئی مرتبہ ملاقاتیں ہوئیں اور آپ کے علمی فیوض سے بہرہ اندوز ہوا، مدینہ منورہ میں دوسرے علمائے کرام سے بھی ملاقاتیں ہوئیں ان میں ایک مولانا شبلی تھے جو کسی زمانے میں حکومت کی طرف سے ناظر معارف کے عہدے پر مامور تھے جناب موصوف نے اس خاکسار کو دو روز دوپہر کی دعوت طعام میں مدعو فرمایا جس میں مختلف ممالک کے علمائے کرام بھی شریک تھے اسی طرح مکہ مکرمہ اور جدہ کے علمائے کرام سے ملاقاتیں ہوئیں اور ان کے علمی فیوض سے بھی بہرہ یاب ہوا، سفر حج سے واپس ہونے پر دائرۃ المعارف میں اپنی خدمت تصحیح میں مصروف ہو گیا اس زمانہ میں دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ تاریخ حدیث اور محدثین پر کچھ لکھوں مگر ایسے جانگسل حادثات اس خاکسار کے ساتھ پیش آگئے کہ تاریخ حدیث اور محدثین کی تالیف کا خیال دل ہی میں گھٹ کے رہ گیا۔ ۱۹۴۷ء میں بندہ اپنی ملازمت سے وظیفہ حسن خدمت (پنشن) پر سبکدوش ہو گیا اور ۲ر جنوری ۱۹۴۹ء کو کراچی پاکستان آگیا اور مختلف درسگاہوں میں تعلیمی خدمت انجام دینے کے بعد بوجہ مرض عرق النسا اور پیرانہ سالی (اس وقت اسی سال سے زیادہ عمر تجاوز کر چکی ہے) ۱۹۶۹ء میں تدریسی خدمت سے مستعفی ہو کر اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گیا جس کے بعد وہی قدیم خیال یعنی تاریخ حدیث اور محدثین کی تالیف کا خیال دوبارہ دل میں موجزن ہوا، اس خیال کے آتے ہی اللہ تعالیٰ کا نام لے کے تالیفی خدمت میں منہمک ہو گیا مطبوعات دائرۃ المعارف کی اکثر کتابیں اور مصر کی بعض مطبوعات مثل فتح الباری شرح صحیح بخاری اور دوسری کتابیں جو اس خاکسار کے پاس حیدرآباد دکن میں تھیں بفضل الٰہی ان کو اپنے ساتھ کراچی لانے میں کامیاب ہوا تھا نیز بعض دوسری کتابیں کراچی میں خرید کی ہیں جن کتابوں سے اس تالیف میں خاکسار نے مدد لی ہے ان کے نام یہ ہیں :-

۱۔ جامع الاصول از محدث ابن اثیر الجزری ؒ

۲۔ موطا امام مالک ؒ

۳۔ تذکرۃ الحفاظ از حافظ ذہبی ؒ

۴۔ الکفایۃ از خطیب بغدادی ؒ

۵۔ معرفۃ علوم الحدیث از امام حاکم ؒ

۶۔ السنۃ قبل التدوین از محمد عجاج الخطیب موصوف نے علوم اسلامیہ میں ماجستیر کا درجہ حاصل کیا ہے۔ یہ کتاب صفر ۱۳۸۳ھ میں قاہرہ میں طبع ہوئی ہے۔ (ماجستیر پی۔ ایچ۔ ڈی کا ہم معنی ہے)

۷۔ الحدیث والمحدثون از محمد محمد ابو زہو استاذ کلیۃ فنون الدین مصر یہ کتاب ۱۳۷۸ھ میں مصر میں طبع ہوئی ہے۔

۸۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم از مولانا شبلی نعمانی مرحوم

۹۔ تدوین حدیث از مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم

۱۰۔ تاریخ حدیث از مولانا عبد الصمد صارم سیوہاروی

۱۱۔ مقدمہ ابن الصلاح۔ (۱۲) الاستیعاب از حافظ ابن عبد البر۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اگر اس کتاب کو مفید خیال فرمائیں تو اس عاصی سید احمد اللہ ندوی کے لئے مغفرت کی دعاء فرمائیں اور اگر اس میں کچھ لغزشیں نظر آئیں تو اس سے خاکسار کو مطلع فرمائیں وما توفیقی الا باللہ العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین یا رب آمین۔

حکیم سید احمد اللہ ندوی غفرلہ ولوالدیہ
مورخہ ۱۵ ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ ہجری

انجمن اشاعت قرآن عظیم۔ جامع مسجد نیو ٹاؤن کراچی ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و خاتم النبیین محمد المصطفیٰ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

سنت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

لغت میں سنت کی تعریف طریقہ اور سیرت ہے خواہ حسنہ ہو یا سیئہ یعنی اچھا طریقہ یا برا طریقہ۔ سنت کہہ کر اچھا طریقہ ہی سمجھا جاتا ہے برے طریقہ کے لئے بُرا لفظ بڑھانا رائج ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے سنت کی مذکورہ تعریف کی تائید ہوتی ہے۔

من سنّ سنةً حسنةً فله اجرها واجر من عمل بها الی یوم القیامة، ومن سنّ سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها الی یوم القیامة۔ رواہ مسلم۔

جس نے اچھے طریقہ کو قائم کیا اسے قیامت تک اس کا اجر ملیگا اور اس پر عمل کرنے والے کا اجر بھی اسے ملیگا اور جس نے برا طریقہ قائم کیا اسے اس کا گناہ قیامت تک ملیگا اور جو اس پر عمل کریگا اس کا گناہ بھی اسے ملیگا یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔

سنت کی تعریف لغت کی مستند کتاب لسان العرب میں یہ ہے

السنة السیرة حسنة کانت او قبیحة — سنت سیرت کو کہتے ہیں اچھی ہو یا بری

اسلامی شریعت میں سنت کا لفظ جب بغیر کسی قید کے استعمال کیا جائے تو اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کرنے یا نہ کرنے کا حکم ہوتا ہے، خواہ آپ کا یہ حکم قولی ہو یا فعلی اور یا تقریری اور قرآن مجید اس سے خاموش ہو اس بنا پر جب کہا جاتا ہے کتاب اور سنت تو اس سے مطلب ہوتا ہے قرآن مجید اور حدیث نبوی۔

اہل شرح کی زبان میں سنت کے معنی

اغراض اور مطالب کے اختلاف کے لحاظ سے اہل شرع کے نزدیک سنت کے معنے بدل جاتے ہیں مثلاً علمائے اصول فقہ اپنی بحث میں سنت سے مراد شرعی دلیلیں لیتے ہیں جو حدیث نبوی سے ماخوذ ہوں اور علمائے حدیث اپنی بحث میں وہ بات اور شئی مراد لیتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو اور علمائے فقہ سنت سے مطلب احکام شرعی لیتے ہیں خواہ وہ حکم فرض، واجب، مستحب، حرام اور مکروہ کوئی ہو، اور واعظین کے نزدیک سنت کے معنے ہیں جس کام کے کرنے یا نہ کرنے کا شرع نے حکم دیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ علمائے اصول لفظ سنت کا اطلاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی، فعلی اور تقریری حدیث پر کرتے ہیں اور بعض اصولی علماء لفظ سنت کا اطلاق صحابہ کے اعمال پر بھی کرتے ہیں خواہ اس کا ذکر قرآن اور حدیث نبوی میں ہو یا نہ ہو مثلاً مصحف کا جمع کرنا، اور دفتروں کا قائم کرنا وغیرہ اور اس اطلاق کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی — میرے بعد تم پر لازم ہے کہ میرے اور خلفائے راشدین کے طریقہ پر عمل کرو۔

محدثین کے ایک طبقہ کا یہی مسلک ہے، اور دیگر علماء کے نزدیک سنت سے مراد وہ امر ہے جو بدعت کے مقابل ہو، جب وہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص سنت پر عمل کرتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس کا فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کے مطابق ہے خواہ قرآن مجید میں وہ فعل منصوص ہو یا نہ ہو اور جب کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بدعت کرتا ہے تو اس کے معنے ہوتے ہیں کہ اس کا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کے خلاف ہے اور جمہور علمائے حدیث سنت سے مراد لیتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات آپ کے تمام خلقی اور خُلقی صفات، سیرت، مغازی، اور بعثت سے پہلے کے بعض واقعات اور اخبار مثلاً آپ کی صداقت، امانت، یا غار حرا میں آپ کی عبادت وغیرہ (۱)

سنت بھی وحی ہے

وحی الٰہی کی قسموں میں ایک پورا قرآن مجید ہے، اور دوسری قسم سنت نبوی ہے جس کی طرف قرآن کی یہ آیت ناطق ہے۔

وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ ۝ پ ۲۷ سورہ النجم آیت ۳ و ۴ — یہ نبی خواہش نفسانی سے نہیں بولتے ہیں بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جو آپ کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

سنت بھی وحی کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت مقدام بن معدیکرب سے روایت کی ہے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ، الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول: علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ الا وان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسی کی مانند اس کے ساتھ اور بھی دیا گیا ہے عنقریب کوئی پیٹ بھر شخص اپنے تخت پر بیٹھا ہوا کہے گا لوگو! تم پر یہ قرآن فرض ہے اس میں جو حلال چیز پاؤ اسے حلال سمجھو، اور جو چیز اس میں حرام پاؤ اسے حرام قرار دو، آگاہ رہو اللہ کے رسول نے جس چیز کو حرام کیا ہے وہ ویسی ہی حرام ہے جس طرح اللہ نے کسی چیز کو حرام کیا ہے۔

حضرت حسان بن عطیہ سے مروی ہے۔

---

(۱) از کتاب الحدیث والمحدثون مولفہ محمد محمد ابو زہو مصری

کان جبریل علیہ السلام ینزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالسنة کما ینزل علیہ بالقرآن ویعلمہ إیاھا کما یعلمہ القرآن۔

حضرت جبریل علیہ السلام سنت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نازل ہوتے تھے جس طرح قرآن لے کر آپ کے پاس اترتے تھے اور آپ کو سنت کی ویسی ہی تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن کی تعلیم آپ کو دیتے تھے۔

اور مکحول سے روایت ہے

قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتانی اللہ القرآن ومن الحکمة مثلیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے قرآن دیا ہے اور قرآن کی دو مثل حکمت دی ہے (یعنی جس قدر آپ کو قرآن عطا کیا گیا ہے اس کے دو چند حکمت (حدیث) آپ کو دی گئی ہے)

یہ دونوں حدیثیں مراسیل ابوداود میں ہیں۔

سنت کا ثبوت قرآن مجید سے

قرآن مجید میں اکثر جگہ قرآن کے لئے کتاب اور سنت کے لئے حکمت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

قرآن مجید ہے۔

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة۔

پ ۲۸ سورۃ الجمعة آیت ۲

وہی اللہ نے امیوں (ان پڑھ لوگوں) میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے آیتیں پڑھ کے سناتا ہے ان کے دلوں کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے

اس آیت میں کتاب سے قرآن اور حکمت سے سنت نبوی مراد ہے اور قرآن میں اس کی دلالت (دلیل) موجود ہے کہ حکمت سے سنت یعنی حدیث نبوی مراد ہے وہ آیت یہ ہے۔

واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمة ان اللہ کان لطیفا خبیرا۔

پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۳۴

اے نبی کی بیبیو! تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں اور حکمت تلاوت کی جاتی ہیں ان کو یاد کرو بیشک اللہ لطف والا باخبر ہے

اس آیت میں امہات المومنین کو حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں جو قرآن کی آیتیں اور حکمت تلاوت کر کے سنائی جاتی ہیں ان کو یاد کرو، یہاں تلاوت سے مراد پڑھ کے سنانا ہے، یہ بات ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں کو

بھی قرآن کی تعلیم دیتے تھے اور قرآن کے مسائل کی تفہیم اور تشریح کے لئے اور دوسرے جو احکام قرآن میں مذکور نہیں ہیں ان کے بیان میں اپنی زبان فیض ترجمان سے جو کلمات ادا فرماتے تھے انہیں کو اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی حکمت سے تعبیر فرمایا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن کے علاوہ جو کلمات اور جو جملے ادا ہوتے تھے انہیں کو سنت اور حدیث کہتے ہیں جس کے لئے اس آیت میں حکمت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

سنت کے بغیر قرآن کا صحیح مفہوم واضح نہیں ہو سکتا ہے

قرآن مجید میں جہاں یہ آیتیں آئی ہیں۔

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ — ہم نے آپ پر کتاب اتاری جو ہر چیز کے بیان پر مشتمل ہے۔ اور

پ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۸۹

ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ — ہم نے کتاب (قرآن) میں کسی چیز کی کمی نہیں کی ہے۔

پ ۷ سورۃ الانعام آیت ۳۸

قرآن میں یہ آیت بھی مذکور ہے۔

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم — ہم نے آپ پر ذکر (قرآن) نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو وہ باتیں بیان کر دیں جو ان کے لئے نازل کی گئی ہیں

پ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۴۴

اوپر کی دو آیتوں کا مفہوم اس وقت تک واضح نہیں ہو سکتا ہے جب تک مذکورہ تیسری آیت شریک نہ کی جائے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اوپر کی دونوں آیات سے قرآن کے متعلق وہی بیان معتبر ہو گا جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیان اور تشریح فرمائیں آپ کے بیان کے بعد کتاب الہٰی میں کسی چیز کی کمی نہیں رہتی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کئی جگہ کتاب کے ساتھ حکمت کا لفظ استعمال فرمایا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت قرآن کے بیان، تشریح، تفسیر اور مزید ان احکام پر مشتمل ہے جو قرآن میں مذکور نہیں ہیں یعنی حلال و حرام کے مسائل، واجبات، سنن، مستحبات اور مکروہ وغیرہ کے احکام، کتاب کے ساتھ حکمت یعنی سنت کے الحاق کے بعد تبیانا لکل شیٔ کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ اگر تبیانا لکل شیٔ سے کتاب اللہ کافی سمجھی جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ لتبین للناس والی آیت بیکار اور بے مطلب ہے حالانکہ اللہ کی کتاب قرآن کا کوئی جملہ اور لفظ بے مطلب اور بیکار نہیں ہے۔

قرآن میں احکام کے سوا ایسے جملے اور الفاظ بھی ہیں جن کا مفہوم اس وقت تک واضح اور متعین نہیں ہوتا ہے جب تک سنت نبوی کی طرف رجوع کر کے وضاحت طلب نہ کی جائے مثلاً "صلوٰۃ وسطیٰ" ہے بظاہر اس سے ظہر کی نماز سمجھی جاتی ہے جو

دن کے وسطی اوقات میں ادا کی جاتی ہے یا فجر اور مغرب کی نماز بھی جاتی ہے جو دن اور رات کے وسط میں پڑھی جاتی ہے لیکن سنت نے واضح کر دیا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔

"یا سبع مثانی" کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں جو مبہم ہیں، سنت نے اس فقرے کے ابہام کی توضیح کر دی ہے کہ اس سے مراد سورۃ الفاتحہ ہے جس میں سات آیتیں ہیں جو دن اور رات کی نمازوں میں بار بار پڑھی جاتی ہیں۔ سبع مثانی کے معنے ہیں سات چیزیں جو مکرر ہوں یعنی اس سورہ کی سات آیتیں بار بار پڑھی جائیں۔

قرآن اور سنت دونوں واجب العمل ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں خصوصاً تمام مسلمانوں پر اپنے احکام کی پابندی اور اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اوامر و نواہی کی اتباع اور پیروی کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کو لازم اور ضروری قرار دیا ہے جس کے متعلق قرآن مجید کی چند آیتیں یہاں پیش کی جاتی ہیں:۔

۱۔ قولہ تعالیٰ: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول — اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کرو

پ ۵ سورۃ النساء آیت ۵۹

۲۔ قولہ تعالیٰ: من یطع الرسول فقد اطاع اللہ — جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

پ ۵ سورۃ النساء آیت ۸۰

۳۔ قولہ تعالیٰ: وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا — رسول تمہیں جو حکم دیں اسے لے لو اور جس چیز سے وہ منع کریں اس سے رک جاؤ۔

پ ۲۸ سورۃ الحشر آیت ۷

۴۔ قولہ تعالیٰ: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ — بیشک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے

پ ۲۱ سورۃ احزاب آیت ۲۱

۵۔ قولہ تعالیٰ: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم — اے نبی! آپ کہدیجئے اگر تم اللہ کو محبوب رکھنا چاہتے ہو تو میری (رسول کی) اتباع کرو اس وقت اللہ تمہیں محبوب رکھے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

پ ۳ سورہ آل عمران آیت ۳۰

۶۔ قولہ تعالیٰ: وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا — اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو ان کے اس معاملہ میں پھر کوئی اختیار باقی نہیں رہتا ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ صریح گمراہ ہوتا ہے۔

پ ۲۲ سورۃ احزاب آیت ۳۶

الخیرۃ ن

قولہ تعالیٰ: فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ پ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۵

قسم ہے تیرے رب کی یہ لوگ اس وقت تک ایمان والے نہ ہوں گے جب تک وہ اپنے اختلافات میں آپ کو اپنا حکم (ثالث) نہ بنالیں اور پھر وہ آپ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرلیں اور اس میں تنگی نہ پائیں۔

قرآن کی یہ آیات مذکورہ واضح طور سے بتلاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے احکام کی اطاعت واجب اور لازم ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے۔

زنادقہ کی ایک گمراہ کن موضوع حدیث

زندیقین اور خوارج انکار حدیث اور اپنے عقیدے کی مطلب برآری کے لئے یہ موضوع (جھوٹی) حدیث پیش کرتے ہیں:

ما اتاکم عنی فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافق کتاب اللہ فانا قلته وان خالف کتاب اللہ فلم اقله انا وکیف اخالف کتاب اللہ وبه هدانی اللہ

فلم اقله وانا

جو حدیث میری طرف سے تمہیں پہونچے اسے اللہ کی کتاب پر پیش کرو اگر اللہ کی کتاب سے موافق ہو تو سمجھو کہ میں نے کہا ہے اور اگر اللہ کی کتاب سے مخالف ہو تو وہ میرا قول نہیں ہے اور میں اللہ کی کتاب کی کیسے مخالفت کرسکتا ہوں اسی کے ذریعہ اللہ نے مجھے ہدایت دی ہے۔

حافظ ابن عبد البر اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" میں اس موضوع حدیث کے متعلق لکھتے ہیں، "اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کا مطلق حکم دیا ہے جس میں کسی قسم کی قید نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا ہے اور یہ نہیں کہا ہے کہ جب کتاب اللہ کے موافق حکم رسول اللہ کا ہو تو آپ کی پیروی کی جائے جیسا کہ اہل زیغ یعنی کج فہم اور گمراہ لوگ کہتے ہیں۔"

مشہور اور بلند پایہ محدث عبد الرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں کہ زنادقہ اور خوارج نے اس حدیث کو وضع کیا ہے، اہل علم کے نزدیک اس کے الفاظ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں اور جب اس حدیث موضوع کو کتاب اللہ کے سامنے رکھتے ہیں تو کتاب اللہ میں ہم یہ کہیں نہیں پاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی حدیث مقبول ہوگی جو کتاب اللہ کے موافق ہو بلکہ کتاب اللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کا حکم ہر حالت کے لئے دیا گیا ہے اور ہر حالت میں آپ کی مخالفت سے ڈرایا گیا ہے۔

صاحب کشف الخفا نے صنعانی کا قول نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اہل بدعت نے سنت کو ٹھکرانے کے لئے اپنی خواہش کے اتباع میں قرآن کی نامناسب تاویل کی ہے۔

انکار حدیث اور صحابہ کی تردید

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ حدیث بیان کی

لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ

گودنا گودنے والی اور گدوانے والی اور حسن کے لئے پیشانی کے بالوں کو اکھیڑنے اور چاک کرنے والی اور اللہ کی پیدائشی صورت بدلنے والیوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

قبیلہ بنو اسد کی ایک عورت نے یہ حدیث سنی اس نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا اے عبدالرحمٰن (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی کنیت ہے) مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے فلاں اور فلاں قسم کی عورتوں پر لعنت کی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا کہ میں اس عورت پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور یہ اللہ کی کتاب میں ہے اس عورت نے کہا کہ میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اس میں یہ حکم نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر تو نے پورا قرآن پڑھا ہوتا تو تجھے بھی یہ حکم مل جاتا کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی ہے؟

وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا
پ ۲۸ سورۃ الحشر آیت ۷

رسول جو حکم تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس کے کرنے سے رک جاؤ)

اس عورت نے کہا ہاں یہ آیت میں نے پڑھی ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں سے جو مذکور ہوئی ہیں منع فرمایا ہے۔

حضرت عمران بن حصینؓ نے ایک شخص کے سوال کے جواب میں کہا کہ تو بے وقوف آدمی ہے کیا تو اللہ کی کتاب میں ظہر کی چار رکعات سری قرات کے ساتھ اور دوسرے وقتوں کی نمازوں میں رکعات کی تعداد اللہ کی کتاب میں مذکور پاتا ہے؟ کیا وقوف عرفات، رمی جمار الکعبہ اور صفا و مروہ میں سات طواف کا ذکر اللہ کی کتاب میں ہے؟ اللہ کی کتاب میں جن مسائل کو مبہم رکھا گیا ہے سنت اس کی تفسیر ہے۔ اگر سنت کو نہ مانا جائے تو قرآن مجید کی ناسخ اور منسوخ آیتوں کا پتہ نہیں چل سکتا ہے مثلاً یہ آیت:-

کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ
الم ذالک الخ پ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۰

تم پر فرض کیا گیا ہے جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور مال چھوڑ رکھا ہو تو ماں باپ کے لئے وصیت کر دے۔

اس آیت کے مفہوم کے خلاف میراث کی آیت ہے جس میں ماں باپ کو بھی متوفی کی میراث دی گئی ہے۔ ان دو آیتوں کے حکموں سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ ناسخ کون سی آیت ہے اور منسوخ کون ہے، لیکن حدیث ۔

لا وصیۃ لوارث — وراثت کے لئے وصیت جائز نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وصیت والی آیت منسوخ ہے، اگر سنت کو نہ مانا جائے تو کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ میراث کی آیت منسوخ ہے، مگر اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور نہ کوئی اس کا قائل ہے کہ آیت میراث منسوخ ہے۔

وحی کی تعریف و توضیح

وحی کا لفظ جب مطلق ہو تو اس سے مراد ایحاء ہوتا ہے یعنی خدا کی طرف سے پیغام کا آنا، لغت میں ایحاء کے معنی ہیں کسی چیز کا مخفی طور پر اور سرعت کے ساتھ اعلان کرنا اسی لئے اہل لغت کے نزدیک کتابت، اشارہ، رمز، کلام خفی کے قبیل سے سمجھے جاتے ہیں۔

اور شرع کی اصطلاح میں وحی کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو شرائع اور اخبار ایسے مخفی طریقے سے پہنچائے کہ انبیاء علیہم السلام کو قطعی اور یقینی علم ہو جائے کہ یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے آئے ہیں، یہ تعریف لغوی معنے کے لحاظ سے خاص ہے اس لئے کہ اس تعریف میں وحی کا مصدر اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے مورد انبیاء علیہم السلام ہیں۔

وحی کی قسمیں

وحی الٰہی کی تین قسمیں ہیں جن کی طرف اس آیت قرآنی میں اشارہ ہے:۔

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء

پارہ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت ۵۱

کسی انسان کی مجال نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا پس پردہ اور یا اللہ کوئی فرشتہ بھیجے اور وہ اللہ کے حکم سے وحی کرے جس قدر اللہ چاہے۔

اس کی تشریح یہ ہے:۔

۱۔ اول بطریق الہام کے اعلان اور اعلام ہو جس کی صورت یہ ہے کہ نبی کے قلب اطہر میں دفعۃً معنی کا القاء ہو اس یقینی علم کے ساتھ کہ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے، یہ الہام کبھی بیداری میں اور کبھی نیند کی حالت میں ہوتا ہے، وحی کی یہ قسم وہ ہے جس کی طرف آیت میں مذکور ہے "الا وحیا"

۲۔ دوسری صورت پردے کے پیچھے کلام ہو، بغیر اس کے کہ نبی کو تکلم کے وقت اللہ تعالیٰ کی رویت اور دیدار ہو اس طرح سے کہ نبی اللہ تعالیٰ کے کلام کو بغیر دیکھے سنے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ابتدائے رسالت میں آگ دیکھی تھی اور اللہ کا کلام سنا تھا

فَلَمَّا اَتَاهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی ہ اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ۔ — جب موسیٰ آگ کے پاس آئے تو ندا دی گئی اے موسیٰ! میں ہی تیرا رب ہوں۔

پ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۱۱، ۱۲

یا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام میقات یعنی وقت مقررہ اور مقام متعینہ پر آئے تھے اس وقت اللہ نے فرمایا:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ۔ — اور جب موسیٰ ہمارے وقت مقررہ اور مقام متعینہ پر آئے اور ان سے ان کے رب نے کلام کیا موسیٰ نے کہا اے رب مجھے تو اپنے آپ کو دکھلا کہ میں تیری طرف دیکھوں۔

پ ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۴۳

۳۔ تیسری صورت وحی کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ابلاغ چاہتا ہے اسے فرشتے کے ذریعہ نبی کو جاگتے یا سونے کی حالت میں مطلع کرتا ہے، فرشتے کے ذریعہ اس اطلاع اور اعلام کی دو صورتیں ہیں کبھی نبی فرشتے کو وحی کی حالت میں اس کی حقیقی شکل وصورت میں دیکھتے ہیں یہ نادر ہے اور یا کسی انسان کی شکل وصورت میں فرشتہ متمثل ہو کر آتا ہے اور اس کو نبی دیکھتے ہیں جیسا کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے تھے۔

کبھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے وقت فرشتے کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ فرشتے کی آمد کے وقت سخت قسم کی جھنکار سنتے تھے جس کی کنہ اور مصدر کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا تھا اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غیر عادی روحانی حالت طاری ہوتی تھی جس کا ادراک حاضرین کو نہیں ہوتا تھا صرف ظاہر علامتیں نمایاں ہوتی تھیں جیسے پیشانی مبارک کا پسینے سے بھیگ جانا۔

صحیح بخاری میں حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حارث بن ہشام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی میرے پاس وحی "کصلصلۃ الجرس" گھنٹے کی سخت آواز کی طرح آتی ہے اور یہ میرے لئے شدید تر ہوتی ہے اس میں پسینے سے بھر جاتا ہوں اور جو کچھ وحی کی حالت میں مجھ سے کہا جاتا ہے زبانی یاد کر لیتا ہوں اور کبھی فرشتہ کسی آدمی کی شکل میں متمثل ہو کر میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے زبانی یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت سردی کے دنوں میں وحی کی حالت میں دیکھا کہ آپ پسینہ پسینہ ہو گئے اور آپ کی جبین مبارک بھی پسینہ سے آلودہ ہو گئی۔

کبھی وحی کی آمد کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے نزدیک شہد کی مکھی کی جیسی بھنبھناہٹ سنی جاتی تھی جسے حاضرین بھی سن لیتے تھے، ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی تھی اس وقت آپ کے چہرہ مبارک کے پاس شہد کی مکھی جیسی آواز سنائی دیتی تھی الحدیث

وحی متلو اور غیر متلو

جو پیغام اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ بھیجا گیا اس کی دو قسمیں ہیں ایک کا نام ہے "وحی متلو" اور دوسری قسم کا نام ہے وحی غیر متلو۔

قرآن مجید وحی متلو ہے جس کی برابر تلاوت کی جاتی ہے، قرآن کو اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لئے آیت باہرہ، معجزہ قاہرہ اور حجت باقیہ قرار دیا ہے اور قیامت تک اس میں تحریف و تبدیلی سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کفالت کا وعدہ کیا ہے اس کا ارشاد ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون
پ ۱۴ سورۃ الحجر آیت ۹

ہم ہی نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

قرآن مجید کو حضرت جبریل امین اس کے لفظ اور معنی کے ساتھ نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ کے حکم سے لائے اس کی تنزیل میں کسی شخص کو ذرا برابر بھی دخل نہیں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وانه لتنزیل رب العالمین ٥ نزل به الروح الامین ٥ علی قلبک لتکون من المنذرین ٥ بلسان عربی مبین ٥
پ ۱۹ سورۃ الشعراء آیات ۱۹۲ تا ۱۹۵

یہ قرآن رب العالمین کی نازل کردہ کتاب ہے، جسے روح الامین (حضرت جبریلؑ) آپ کے قلب پر اتار لائے ہیں تاکہ آپ لوگوں کے لئے خدا کے عذاب سے ڈرانے والے بنیں اور یہ کتاب واضح عربی زبان میں ہے۔

اس بات پر اجماع ہے کہ پورا قرآن مجید نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بحالت بیداری بواسطہ جبریل علیہ السلام نازل ہوا ہے اور یہ کہ نہ نیند کی حالت میں اور نہ دوسرے طریقہ سے اس کا نزول ہوا ہے، اسباب نزول کے متعلق تمام احادیث اور آثار اس اجماع کی تائید کرتے ہیں، اس موقع پر اس شبہ کا ازالہ بھی ضروری ہے جو صحیح مسلم میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے:۔

مروی مسلم عن انسؓ انه قال بینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اظهرنا اذ غفا اغفاءۃ ثم رفع راسه متبسما فقلنا ما اضحکک یا رسول اللہ قال انزل علی آنفا سورۃ فقرأ سورۃ الکوثر۔

مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے تھے کہ دفعۃً آپ کو نیند کی جھپک لگی پھر آپ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر اٹھایا، ہم لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! کس چیز سے آپ نے تبسم فرمایا؟ آپ نے

فرمایا کہ ابھی مجھ پر ایک سورہ نازل ہوئی ہے پھر آپ نے سورہ کوثر پڑھی۔

اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ کوثر (انا اعطیناک الکوثر) نیند کی حالت میں نازل ہوئی ہے علمائے کرام نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں اغفاء کا جو لفظ ہے اس کے معنے پلک جھپکنے کے نہیں ہیں بلکہ وہ وحی کی شدت کی حالت تھی جسے "برحاء وحی" کہتے ہیں۔

قرآن مجید کے خصائص میں سے ہے کہ نماز اور غیر نماز کی حالت میں اس کی تلاوت عبادت میں داخل ہے۔ اور اسی لئے معنے کے ذریعہ قرآن کی روایت درست نہیں ہے، قرآن اپنے لفظ اور معنی دونوں کے لحاظ سے معجزہ ہے اور اس کا یہ معجزہ تا قیامت برقرار رہے گا، ارشاد الٰہی ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۸	آپ (اے محمد) کہدیجئے اگر تمام انسان اور جن اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کی مانند لائینگے تو وہ اس کی مانند نہیں لاسکتے ہیں اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی ہو جائیں۔

وحی کی دوسری قسم وحی غیر متلو ہے جسے سنت اور حدیث کہتے ہیں، قرآن کی طرح اس کی تلاوت نہیں ہوتی ہے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ o ان ھو الا وحی یوحیٰ o پ ۲۷ سورۃ النجم آیات ۳ و ۴	نبی اپنی خواہش سے باتیں نہیں کرتے بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

سنت نبوی اور قرآن کریم کے درمیان چند باتوں میں امتیاز اور فرق ہے جن میں سے اہم یہ باتیں ہیں کہ سنت کی تنزیل بالمعنی ہے اور اس کے الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اسی لئے علماء کے ایک طبقہ کی رائے ہے کہ سنت کی روایت بالمعنی اس کے لئے جائز ہے جو سنت کے مقاصد اور اس کے الفاظ و معنی سے اچھی طرح واقف اور باخبر ہو۔ اور ہر سنت الفاظ کے لحاظ سے معجزہ تو ہے لیکن اس کی تلاوت فرض نہیں ہے اور اس کی وحی جاگنے اور سونے دونوں حالت میں ہوئی ہے، بواسطہ فرشتہ بھی اور بغیر واسطے کے بھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد بھی وحی میں داخل ہے

سنت قولی فعلی یا تقریری ہو اُسے وحی تسلیم کرنے کے بعد ایک اشکال یہ پیش آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشتر مواقع پر جنگ کے مواقع ہوں یا غیر جنگ کے اجتہاد بھی فرمایا ہے اور علمائے اسلام اس اجتہاد کو حق مانتے ہیں۔ اس

بنا پر آپ کے تمام اجتہادات سے وحی من اللہ کا مسئلہ متعارض ہو جاتا ہے علمائے کرام نے اس کا جواب دیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عقل سلیم اور فراست ایمانی کی بنا پر جہاں جہاں اور جب جب اجتہاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت کو بڑھایا ہے اور آپ کا اجتہاد درست ہوا تو اللہ نے اسے برقرار رکھا لیکن جہاں خطا ہوئی ہے اس میں بھی خیر کی شکلیں نمایاں ہوگئی ہیں جیسے غزوۂ بدر میں فدیہ لیکر جس کو چھوڑا اس میں کتنے اسلام کے خادم نکلے ہاں خطا پر فوراً اللہ تعالیٰ نے آپ کو متنبہ فرما دیا زمانۂ تربیت میں ایسا ہونا کوئی بعید بات نہیں ہے تو آپ کے جس اجتہاد کو اللہ تعالیٰ نے برقرار رکھا ہے وہ بھی وحی کے حکم میں داخل ہے۔ اب آپ کے اجتہاد اور وحی میں کوئی تعارض نہیں رہتا ہے۔

حدیث قدسی

احادیث میں کچھ ایسی حدیثیں بھی ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور آحاد ہم تک پہونچی ہیں جن کا اسناد حضرت رب عزاسمہ کی طرف ہے۔ ایسی حدیثوں کو حدیث قدسی" حدیث الٰہی" اور "حدیث ربانی" کہتے ہیں، حدیث قدسی کے متعلق علماء کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایت فرماتے ہیں جیسے راوی کہتا ہے:۔

(قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یرویہ عن ربہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے روایت کرکے فرمایا یا (قال اللہ تعالیٰ فیما رواہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یا اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔

حدیث قدسی میں تکلّم کی ضمیریں خاص اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہوتی ہیں جیسے

(یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی) اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر دیا ہے۔

علماء کے اس قول کی بنا پر احادیث قدسیہ کے الفاظ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہیں لیکن قرآن کریم کے خصائص ان میں نہیں ہیں۔ قرآن کریم بطریق تواتر ہم تک پہنچا ہے اس کے الفاظ اور معنی دونوں معجز ہیں اس کی تلاوت عبادت میں داخل ہے۔ کوئی شخص بے وضو اسے چھو نہیں سکتا اور کوئی شخص جس پر غسل واجب ہے اسے نہیں پڑھ سکتا ہے، اس کا نام قرآن ہے نماز میں اس کا پڑھنا متعین ہے، اس کے جملے کو آیت اور سورۃ کہتے ہیں۔ اس کی روایت بالمعنی جائز نہیں ہے اسے حضرت جبریل امین نے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہے، یہ تمام خصوصیات احادیث قدسیہ میں نہیں پائی جاتی ہیں، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کا اسناد ہوتا ہے اس لئے حدیث قدسی کو شرف اور تقدس حاصل ہے محدثین نے اپنی تالیفات اور تصنیفات میں احادیث قدسیہ کو احادیث نبویہ کے ساتھ ساتھ درج کیا ہے۔ بطریق آحاد روایت

کی وجہ سے یہ بھی رد اور قبول کے قواعد کے تحت ہیں اور وہ الفاظ کی جہت سے معجز نہیں ہیں نہ ان کی تلاوت عبادت میں داخل ہے اور نہ وہ قرآن کے نام سے موسوم ہیں اور ان کی روایت بالمعنی اس شخص کے لئے جائز ہے جو احادیث کے الفاظ اور معنی کی بصیرت رکھتا ہو۔

احادیث قدسیہ کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے الفاظ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، یہ خیال ابوالبقاء کا ہے وہ اپنے کلیات میں لکھتے ہیں۔

القرآن ما کان لفظہ و معناہ من عند اللہ بوحی جلی	قرآن کا لفظ اور اس کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں واضح
واما الحدیث القدسی فھو ما کان لفظہ من عند	وحی کے ذریعہ سے اور حدیث قدسی کے الفاظ رسول اللہ
الرسول صلی اللہ علیہ وسلم و معناہ من عند اللہ بالالہام	صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور اس کے معنی اللہ کی طرف سے ہیں
او المنام	بطور الہام کے اور یا منام یعنی خواب ہیں۔

طیبی نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے، ان کی عبارت یہ ہے:۔

القرآن ھو اللفظ المنزل بہ جبریل علی النبی صلی اللہ	قرآن کے لفظ کو حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے
علیہ وسلم والحدیث القدسی اخبار اللہ معناہ بالالہام	اور حدیث قدسی کے معنی کی خبر اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ یا
او بالمنام فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ بعبارۃ	منام (خواب) میں دی ہے جس کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
نفسہ وسائر الاحادیث لم یضفھا الی اللہ تعالیٰ ولم	امت کو اپنے الفاظ میں دی ہے، اس کے علاوہ بقیہ احادیث کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی گئی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے
یروھا عنہ تعالیٰ۔	اس کی روایت منسوب ہے۔

وحی الٰہی کے باللفظ اور بالمعنی نازل ہونے کی حکمت

اللہ تعالیٰ کی یہ بڑی رحمت ہے کہ اس نے شریعت محمدی کو دوسرے شرائع کے مقابلے میں روز قیامت تک باقی رکھنے کے لئے بنایا اور قرآن مجید کو وحی کے ذریعہ نازل فرمایا جس کی تلاوت انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہوتی رہے گی اور اپنی اس کتاب کو ہر قسم کی تبدیلی، تغیر، اور تحریف سے محفوظ رکھنے کا ذمہ اپنے اوپر لیا اور ارشاد فرمایا۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ○	ہم ہی نے ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے
پ ۱۴ سورہ الحجر آیت ۹	محافظ ہیں۔

قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل قاطع اور برہان ساطع ہے اور شریعت محمدیہ کا محافظ ہے اور گمراہوں کی دست برد سے، زندیقوں کے مکر و فریب سے باطل پرستوں اور نفس پروروں کی تحریف سے اللہ تعالیٰ نے

قرآن مجید کی ایسی حفاظت فرمائی ہے کہ ایک نقطے کا بھی فرق نہیں ہو سکتا۔ اور یہ قرآن متقین کے لئے چمکدار روشنی ہے اور منبع ہدایت کا منارہ اسی سے قائم ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا روز قیامت قائم رہے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يهدى به الله من اتبع رضوانه سُبُلَ السلام ويخرجهم من الظلمات الى النور باذنه ويهديهم الى صراط مستقيم ۔

پ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۱۶

اللہ اس قرآن کے ذریعہ سلامتی کے راستوں کی طرف اس شخص کی رہبری کرتا ہے جو اس کی رضا کی اتباع کرتا ہے اور ایسے لوگوں کو اپنے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی طرف لے جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے اپنی کتاب قرآن کو اپنے لفظ اور معنی کے ساتھ نازل فرمایا ہے ساتھ ہی امت محمدیہ کی سہولت اور رفع حرج اور تنگی دور کرنے کے لئے سنت یعنی حدیث نبوی کو ذریعہ وحی معنی میں اتارا تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو افصح العرب ہیں اپنے الفاظ میں سنت کی تبلیغ فرمائیں صحابہ کرام اور حفاظ محدثین کی تمام تر ہر زمانہ میں یہی کوشش رہی اور اہتمام قائم رکھا کہ انہی الفاظ کے ساتھ احادیث نبوی کی روایت کی جائے جو آپ کی زبان فیض ترجمان سے ادا ہوئے تھے لیکن اگر کسی وقت خاص ضرورت پیش آجائے تو ماہر حدیث اور بصیرت رکھنے والے اگر حدیث کی روایت بالمعنی کرنا چاہیں تو کر سکیں اور علماء نے اسے جائز رکھا ہے۔ لیکن امت محمدیہ کی صلاح و فلاح اور برکت اور تقدس اسی میں ہے کہ احادیث نبوی کی روایت انہی الفاظ میں کی جائے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو کر چلے آرہے ہیں۔

روایت کے لحاظ سے سنت کی قسمیں

اور سنت آحاد سے استدلال

محدثین نے روایت کے لحاظ سے سنت کی دو قسمیں کی ہیں، متواتر اور آحاد

حدیث متواتر وہ ہے کہ ابتداء سے انتہاء تک اتنی بڑی تعداد میں راوی اس کی روایت کرتے چلے آئے ہوں کہ کسی جھوٹ بات پر ان کا اتفاق کرنا ناممکن ہو اور ان تمام راویوں کی صداقت مسلّم ہو ایسی روایت سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے جس پر عمل کرنا واجب ہے، اور ایسی روایت کے رجال (روایت کرنے والے) کے متعلق بحث کرنا غیر ضروری ہے۔

متواتر حدیث کے راویوں کی کوئی خاص تعداد متعین نہیں ہے، اور یہ صحیح تر قول ہے متواتر کی بھی دو قسمیں ہیں ایک لفظی اور دوسری معنوی، متواتر لفظی وہ ہے جس کے الفاظ تواتر سے ثابت ہوں، اور متواتر معنوی وہ ہے جس میں حدیث کا کوئی حصہ تواتر سے ثابت ہو، متواتر لفظی کی مثال یہ حدیث ہے۔

من كذب علىّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار، جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ کہے اسے اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لینا چاہیے۔

اور متواتر معنوی کی مثالیں بکثرت ہیں ان میں ایک دعا میں دونوں ہاتھوں کا اٹھانا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت حدیثیں مروی ہیں جن میں دعا میں دونوں ہاتھوں کا اٹھانا مذکور ہے، لیکن وہ سب حدیثیں مختلف قضایا سے متعلق ہیں اور ان میں کوئی قضیہ بھی متواتر مروی نہیں ہے لیکن ان سب قضایا میں جو قدر مشترک متواتر ہے وہ دعا میں دونوں ہاتھوں کا اٹھانا ہے۔

خبر واحد یا اخبار آحاد یہ ہے جن میں متواتر کی شرطیں نہ پائی جائیں خواہ راوی ایک ہو یا ایک سے زیادہ ہوں۔ اس کی دو قسمیں ہیں مقبول اور مردود، مقبول وہ ہے کہ عادل اور ضابط ناقل کے ذریعہ اول سے آخر تک متصل اسناد کے ساتھ روایت کی جائے اور شذوذ اور علت سے خالی ہو۔ اور مردود وہ ہے جس کے اسناد متصل نہ ہوں اور راوی اچھے نہ ہوں۔

خبر واحد بھی حجت ہے

تمام صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے محدثین، فقہاء اور اصحاب اصول اس بات پر متفق ہیں کہ ثقہ راوی کی خبر واحد شرع کی حجتوں میں سے ایک حجت ہے، اور اس پر عمل ضروری ہے، خبر واحد سے ظن پیدا ہوتا ہے جس سے وہ عمل کی مستحق بن جاتی ہے لیکن عقیدہ کی بنیاد نہیں بن سکتی۔

اس مسلک کے مقابلے میں دوسرے مذاہب کا مسلک یہ ہے:۔

۱۔ فرقہ قدریہ، رافضہ اور بعض اہل ظاہر کا مسلک یہ ہے کہ خبر واحد سے عمل واجب نہیں ہوتا ہے۔

۲۔ معتزلہ فرقے کے جبائی کا قول ہے کہ اگر خبر واحد کے دو یا زیادہ راوی ہوں تو عمل واجب ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

۳۔ بعض فرقوں کے افراد کا خیال ہے کہ خبر واحد کی روایت میں اول سے آخر تک چار چار راوی ہوں تو اس پر عمل واجب ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

خبر واحد کے متعلق جمہور مسلمانوں کا مسلک قابل قبول ہے

جمہور مسلمانوں کے مسلک کے مقابلے میں ان فرقوں کے تمام اقوال باطل ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب اور آپ کے نمائندے مختلف مقامات پر بھیجے جاتے تھے اور ان کے ذریعہ آپ کے جو احکام روانہ کئے جاتے تھے ان پر عمل کرنے کو آپ نے لازم اور ضروری قرار دیا تھا، آپ کے بعد آپ کے خلفائے راشدین کا دستور بھی یہی تھا اور تمام صحابہ اور ان کے بعد سلف اور خلف خبر واحد کو واجب الامتثال سمجھتے تھے جب انہیں کسی سنت کی خبر ہوتی تھی کی بنیاد پر قضایا میں اپنے فیصلے کرتے اور فتوی دیتے تھے، اور اگر کوئی فیصلہ خلاف سنت کرتے تھے تو اس کی اطلاع ملنے پر اپنے فیصلوں کو بدل دیتے تھے اور عدم حجت کی حالت میں کسی کے پاس سنت کی خبر سنتے تو اس سے سنت کے طالب ہوتے

تھے اور اپنے مخالفین پر اسی خبر واحد کے ذریعہ استدلال کرتے تھے اور مخالف بھی اس استدلال کو تسلیم کر لیتا تھا۔ یہ تمام مشہور باتیں ہیں اور عقل بھی خبر واحد پر عمل کرنے کو محال نہیں سمجھتی ہے۔ شریعت نے خبر واحد پر عمل کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔

کتاب الکفایہ میں ہے کہ حضرت شافعیؒ نے خبر واحد کے متعلق اہل قبا کی تحویل قبلہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قبا کے صحابہ انصار میں سابقین میں سے تھے اور اہل فقہ تھے وہ حکم کے مطابق بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرتے تھے، لیکن جب انہیں ایک صادق اور عادل شخص نے یہ خبر سنائی کہ کعبہ کی طرف قبلہ تحویل کر دیا گیا ہے اور تحویل قبلہ کی آیت اتری ہے، یہ سن کر فوراً اہل قبا نے کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا حالانکہ انہوں نے تحویل قبلہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت تک حکم نہیں سنا تھا، اور نہ آپ سے اس حکم کے سننے کے لئے وہ ملے تھے، اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو اہل قبا ایک شخص کے کہنے پر اس فرض کو نہیں چھوڑ سکتے تھے جس پر وہ قائم تھے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے باز پرس کی کہ ایک شخص کی روایت کرنے پر تم نے ایک فرض کو کیوں چھوڑا (۱)

اگر کسی شخص کو خبر واحد پر عمل میں تردد ہوتا تھا تو اس کے دوسرے خارجی اسباب ہوتے تھے مثلاً خبر واحد کی صحت میں شک ہو یا راوی متہم ہو یا معارض راجح ہو وغیرہ۔

علامہ ابن القیم اپنی کتاب "اغاثۃ اللھفان" میں لکھتے ہیں جس کا ملخص یہ ہے:۔

ولا ترد احادیث الصحابۃ واحادیث الائمۃ الثقات بتفرد الراوی فکم من حدیث تفرد بہ واحد من الصحابۃ وقبلہ الائمۃ کلھم فلم یردّہ احد منھم وکم من حدیث تفرد بہ واحد من التابعین ولم یردہ احد من الائمۃ ولا نعلم احدا من اھل العلم قدیما ولا حدیثا قال ان الحدیث اذا لم یروہ الا صحابی واحد لم یقبل وانما یحکی عن اھل البدع ومن تبعھم فی ذلک اقوال لا یعرف لھا قائل من الفقھاء۔

ایک راوی کے ہونے سے صحابہ اور ثقات ائمہ کی حدیثیں رد نہیں کی جاتی ہیں، بہت سی حدیثیں ہیں جن کی روایت میں کوئی ایک صحابی منفرد ہیں پھر بھی تمام ائمہ نے ان کو قبول کر لیا ہے، اور کسی نے ان ائمہ میں سے تردید نہیں کی ہے اور کتنی ایسی حدیثیں ہیں جن کی روایت میں کوئی ایک تابعی منفرد ہیں اور ائمہ میں سے کسی نے ان حدیثوں کو رد نہیں کیا ہے۔ اور اہل علم میں ہم کسی کو خواہ قدیم ہوں یا جدید نہیں جانتے ہیں جس نے یہ کہا ہو کہ حدیث کی روایت ایک صحابی سے

(۱) از الکفایہ مؤلفہ خطیب بغدادی۔

وقد تفرد به الزهري بنحو ستين سنة لم يروها غيره
وعملت بها الائمة ولم يردوها لتفرده ثم ان هذا القول
لا يمكن احدا من اهل العلم ولا من الائمة ولا من
اتباعهم طرده ولو طردوه لبطل كثير من اقوالهم و
فتاويهم، فان قيل فهذا هو الحديث الشاذ واقل
احواله ان يتوقف فيه ولا يجزم بصحته عن رسول الله
صلى الله عليه وسلم، قيل ليس هذا هو الشاذ وانما
الشاذ ان يخالف الراوي الثقات فيما رووه فيشذ عنهم
بروايته فاما اذا روى الثقة حديثا منفردا به لم يرو
الثقات خلافه فان ذلك لا يسمى شاذا وان اصطلح
على تسميته بهذا المعنى لم يكن هذا الاصطلاح موجبا
لرده ولا مسوغا له، قال الشافعي وليس الشاذ ان ينفرد
الثقة برواية الحديث بل الشاذ ان يروي خلاف
ما رواه الثقات قاله في مناظرته لبعض من رد الحديث
بتفرد الراوي فيه اھ"

ہو تو وہ مقبول نہ ہوگی البتہ چند بدعتی لوگ اور ان کے ہمنوا
ہیں انہیں کے منفرد روایت میں اقوال ہیں جن کا قائل ائمہ
میں سے کوئی نہیں ہے امام زہری تقریباً ساٹھ سال تک
احادیث کی روایت منفرد کرتے رہے جن کی روایت ان کے
سوا کسی دوسرے شخص نے نہیں کی، تمام ائمہ نے امام زہری
کی روایت پر عمل کیا اور ان کے تفرد کی بنا پر کسی نے ان کی
احادیث کو رد نہیں کیا، تفرد روایت کی بنا پر اہل علم یا ائمہ
میں سے کسی نے یا ان کے اتباع میں سے کسی نے ایسی روایت
کو مطرود (پھینک دینا) نہیں کیا، اگر وہ ایسا کرتے تو ان کے
بکثرت اقوال اور فتاوے باطل ہو جاتے اور اگر کہا جائے کہ
شاذ حدیث کو کیا کیا جائے جس کے احوال میں سے اقل درجہ
توقف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شاذ حدیث
کی روایت میں یقینی صورت نہیں ہوتی ہے، جواب یہ ہے کہ
یہ شاذ نہیں ہے، بلکہ شاذ یہ ہے کہ ثقات راویوں کی روایت
کا کوئی ایک شخص مخالفت کرے تو ان ثقات کی وجہ سے
اس شخص کی روایت شاذ ہو جاتی ہے، لیکن اگر کسی ثقہ نے
حدیث کی روایت تفرد کی حالت میں کی اور ثقات راویوں نے
اس کی مخالفت میں روایت نہیں کی تو اسے شاذ نہیں کہا جاتا
ہے اگرچہ اصطلاح کی وجہ سے اسے شاذ کہا جائے، لیکن یہ
اصطلاح اس کے رد کے لئے موجب نہیں بن سکتی ہے۔

امام شافعی کا قول ہے کہ شاذ یہ نہیں ہے کہ کوئی ثقہ شخص اپنی روایت میں منفرد ہو بلکہ شاذ وہ ہے جو ثقات کی روایت
کے خلاف روایت ہو، امام شافعیؒ نے اپنا یہ خیال ایک مناظرے میں ظاہر کیا تھا جبکہ ایک شخص نے تفرد روایت کی بنا پر حدیث
کو رد کیا تھا۔ (نوٹ۔ مندرجہ بالا دو سطریں بھی ترجمہ ہی سے متعلق ہیں)

عذرات کی بنا پر ائمہ کا بعض احادیث کا ترک عمل سنت پر طعن شمار نہیں کیا جائے گا۔ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ دونوں قسمیں متواتر اور آحاد واجب الاتباع ہیں، اور ان کی مخالفت کسی طرح جائز نہیں ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ اکثر ائمہ مجتہدین بعض مسائل میں مروی سنت کے خلاف عمل کرتے ہیں؟

جواب یہ ہے کہ امت کے نزدیک جتنے ائمہ مقبولین ہیں انہوں نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت نہیں کی ہے۔ خواہ وہ چھوٹی بات ہو یا بڑی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات کے اتباع پر ان کا اتفاق ہے لیکن جب کسی امام کے قول کے خلاف کوئی صحیح حدیث ہو تو اس کے ترک میں کوئی عذر ہوگا، اور عذرات اس باب میں بہت ہیں جن کی چند مثالیں یہاں دی جاتی ہیں:۔

۱۔ امام کے پاس کسی مسئلے کے متعلق حدیث نہ پہونچی ہو، اور جب حدیث ہی اس کے پاس نہیں پہونچی ہے تو وہ اس پر عمل کا مکلف نہیں ہے۔ اقوال سلف میں اکثر غالب وجہ یہی ہے جس کی وجہ سے ان کے اقوال بعض احادیث کے خلاف پائے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث کا احاطہ کسی ایک امام کے لئے خواہ کوئی ہو ناممکن ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیث بیان فرماتے تھے یا کوئی فتویٰ دیتے تھے یا کسی قضیہ کا فیصلہ کرتے تھے یا کوئی کام کرتے تھے اس وقت جو لوگ آپ کے پاس حاضر ہوتے تھے وہی سنتے اور دیکھتے تھے پھر یہ حاضر رہنے والے لوگ دوسرے صحابہ کو جو وہاں اس وقت موجود نہ ہوتے تھے وہ تمام علم انہیں پہونچاتے تھے اسی طرح صحابہ تابعین کو اور تابعین دوسرے لوگوں کو پہونچاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں کا احاطہ کسی ایک صحابی یا ایک تابعی یا ایک امام نے نہیں کیا ہے، اگر کوئی اس کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ محال کا دعویٰ ہے، صحابہ کرام اور بعد کے لوگوں کو جو ایک دوسرے پر فضیلت ہے وہ کثرت علم اور صلاحیت کی وجہ سے ہے، خلفائے راشدین کو دیکھئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امور سنت اور احوال کے بارے میں امت کے سب سے باخبر لوگوں میں سے تھے وہ بھی ایک دوسرے صحابی سے سنت کے بارے میں پوچھا کرتے تھے جیسے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ایک جدۃ (دادی یا نانی) نے اپنی میراث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ کتاب اللہ میں تمہارے لئے کچھ نہیں ہے لیکن میں دوسرے صحابہ سے پوچھ کے بتاؤں گا۔ انہوں نے اس مسئلے کے بارے میں صحابہ سے دریافت کیا اس وقت حضرت مغیرہ بن شعبہ رضؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدّہ کو سدس (چھٹا حصہ) عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جدّہ کو سدس حصہ دینے کا فیصلہ کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مسئلہ استیذان (اجازت طلب کرنا) کا علم نہ تھا یعنی اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے گھر پر جا کر اس سے ملنا چاہے اور تین دفعہ اجازت طلب کرنے پر بھی جواب نہ آئے تو اسے واپس آجانا چاہئے،

جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے استیذان کی حدیث بیان کی اور شہادت بھی دوسرے صحابی کی پیش کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی اطلاع ہوئی، نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ تھا کہ عورت اپنے شوہر کی دیت (خون بہا) کی بھی وارث ہو سکتی ہے یہاں تک کہ ضحاک بن سفیان نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بعض بادیہ نشینوں پر امیر بنائے گئے تھے یہ لکھ کے اطلاع دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشیم الضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت (خون بہا) کا وارث بنایا تھا، نیز حضرت فاروق اعظم کو اس کا علم نہ تھا کہ قوم مجوس سے بھی جزیہ وصول کیا جائے، یہاں تک کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

(سنوا بهم سنة اهل الكتاب)　　　　مجوس کے ساتھ بھی وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اسلامی لشکر ملک شام جانا چاہتا تھا مگر وہاں زوردار طاعون پھیلا ہوا تھا اس کی اطلاع خلیفہ عمرؓ کو دی گئی فیصلہ کے لئے حضرت عمر فاروقؓ جب مقام "سرغ" پہنچے جو اثنائے راہ میں واقع تھا جہاں اسلامی لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا تو آپ کو مکرر اطلاع ملی کہ ملک شام میں سخت مرض طاعون پھیلا ہوا ہے، فیصلہ کے لئے آپ نے پہلے ان مہاجرین اولین سے جو وہاں موجود تھے اس کے بارے میں مشورہ کیا، پھر انصار سے مشورہ کیا، پھر فتح مکہ میں شریک ہونے والے صحابہ سے جو وہاں موجود تھے مشورہ کیا سبھوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق رائے دی اور کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بارے میں خبر نہیں دی یہاں تک کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف جو اس وقت کہیں چلے گئے تھے واپس آئے انہوں نے طاعون کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی خبر دی انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارا منه واذا سمعتم به بارض فلا تقدموا عليه)　　　　جب کسی جگہ طاعون ہو اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے بھاگ کر نہ نکلو اور اگر کسی جگہ طاعون کے متعلق سنو تو تم وہاں نہ جاؤ۔

یہ خبر سن کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوج کی واپسی کا حکم دیدیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کو اس کا علم نہ تھا کہ جس عورت کا شوہر مر جائے اس عورت کو اپنے شوہر کے گھر ہی میں عدت کا زمانہ گزارنا چاہئے یہاں تک کہ فریعہ بنت مالک نے جو حضرت ابو سعید خدری کی بہن تھیں اپنا قصہ بیان کیا جب ان کے شوہر کا انتقال ہوا تھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فریعہ بنت مالک سے فرمایا تھا۔

(امکثی فی بیتک حتی یبلغ الکتاب اجلہ) اپنے گھر ہی میں رکی رہ تاوقتیکہ کتاب کا حکم اپنے وقت تک پہونچ جائے (یعنی چار ماہ دس دن)

یہ حدیث سن کے حضرت عثمانؓ نے اسی کے مطابق فیصلہ دیا۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے،

کنت سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثا نفعنی اللہ بما شاء ان ینفعنی منہ و اذا حدثنی غیرہ استحلفتہ فاذا حلف لی صدقتہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ جتنا چاہتا آپ کی حدیث سے نفع پہونچاتا تھا اور جب کوئی غیر شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مجھ سے بیان کرتا تو میں اس سے حلف (قسم) لیتا حلف لینے کے بعد میں اس کی تصدیق کرتا۔

نیز حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے صحابہ نے فتویٰ دیا تھا کہ جس حاملہ عورت کا شوہر مر جائے اس کی عدت "ابعد الاجلین" ہے، یعنی دو مدتوں میں سے جو زیادہ بعید ہو وضع حمل کی مدت یا چار ماہ دس دن کی مدت) لیکن انہیں سبیعۃ اسلمیۃ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا علم نہ تھا کہ آپ نے اسے فتویٰ دیا تھا کہ اس کی عدت جو حاملہ تھی وضع حمل ہے (۱)

حضرت علیؓ کو اس حدیث کا علم نہ تھا انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس کا علم ہوا، حضرت علیؓ فرماتے ہیں

حدثنی ابوبکر و صدق ابوبکر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من انسان یعیب ذنبا فیتوضا ثم یصلی رکعتین فیستغفر اللہ فیہما الا غفر لہ

ابوبکر نے مجھ سے حدیث بیان کی اور ابوبکر نے سچ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص گناہ کا مرتکب ہو پھر وہ وضو کرکے دو رکعتیں نماز پڑھے اور ان رکعتوں میں اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے

ان تمام واقعات سے معلوم ہوا کہ تمام صحیح حدیث کا احاطہ ایک شخص کے لئے غیر ممکن ہے، اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ کسی امام کو تمام حدیثیں پہونچی ہیں تو وہ غلطی پر ہے۔

۲۔ دوسرا عذر یہ ہے کہ کوئی حدیث دو طریقوں سے مروی ہے ایک صحیح اور دوسرا غیر صحیح، کوئی حدیث بعض ائمہ کو غیر صحیح طریقہ سے پہونچی انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور دوسروں کو وہ صحیح طریقہ سے پہونچی انہوں نے اس پر عمل کیا اسی لئے اکثر ائمہ کے کلام میں حدیث کی صحت کے بموجب یہ تعلیق ملتی ہے

---

(۱) ماخوذ از کتاب الحدیث والمحدثون۔

قولی فی ھذہ المسئلۃ کذا وقد روی فیھا حدیث بکذا فان کان صحیحا فھو قولی۔ اس مسئلہ میں میرا قول یہ ہے اور اس بارے میں حدیث اس طرح مروی ہے اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اسی کے تحت میرا قول ہے۔

۳۔ تیسرا عذر یہ ہے کہ کوئی حدیث ایک ہی طریق سے مروی ہے لیکن ائمہ کا اس میں اختلاف ہے بعض اس کو صحیح قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اس کے متن اور اسناد میں کوئی جرح و قدح کی چیز نہیں ہے اور بعض ائمہ اس حدیث کو غیر صحیح سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اس کے متن اور اسناد میں جرح و قدح کی بات ہے۔

۴۔ کوئی حدیث ہے کہ اس کے حکم کی دلالت میں کوئی معارض حدیث پیش آجاتی ہے مثلاً عام وخاص کی معارض، مطلق، مقید کی معارض یا حقیقت مجاز کی معارض آجائے۔

۵۔ کسی کے پاس ایک حدیث پہونچی ہے لیکن اس کی ناسخ حدیث بھی اس کے سامنے آگئی ہے مثلاً شداد بن اوس کی حدیث کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

افطر الحاجم والمحجوم حدیث نبوی ہے کہ روزے کی حالت میں پچھنہ لگانے والا اور لگرانے والا دونوں کے روزے ٹوٹ جاتے ہیں۔

امام شافعیؒ نے فرمایا یہ حدیث منسوخ ہے، حضرت ابن عباسؓ کی روایت کردہ حدیث سے جو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں پچھنہ لگوایا، تشریح اس نسخ کی یہ ہے کہ شداد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ کے زمانے میں تھے انھوں نے ایک شخص کو رمضان کے مہینے میں پچھنہ لگاتے ہوئے دیکھا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "افطر الحاجم والمحجوم" اور ابن عباس کی حدیث اس وقت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تھے اور روزہ رکھے ہوئے تھے اور آپ نے پچھنہ استعمال فرمایا اس سے ظاہر ہوا کہ اول شداد کی حدیث فتح مکہ کے زمانہ کی ہے جو ۸ھ ہجری میں ہوئی اور دوسری حدیث حضرت ابن عباس کی حجۃ الوداع کے موقع کی ہے جو ۱۰ھ ہجری میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج ہوا تھا اس لئے شداد کی سابق حدیث منسوخ ہوئی۔

اسی قسم کے اور بھی عذر ہیں جن کی وجہ سے ائمہ بعض حدیث کے ترک عمل پر حجت لاتے ہیں، جس کی اطلاع ہمیں نہیں ہے، کیونکہ علم کے ذرائع وسیع ہیں اور علماء کے باطنی وسائل علم اور حالات سے ہم واقف نہیں ہیں۔

اسلاف میں سے کسی کو اپنے مسلک کے خلاف حدیث ملتی تو وہ حدیث کو اختیار کرتے تھے تمام صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد ائمہ کا یہ دستور العمل تھا کہ تمام مسائل میں وہ قرآن اور سنت سے حکم حاصل کرتے تھے، اگر انھیں ان میں حکم نہیں ملتا تو وہ اجتہاد، استنباط اور قیاس کرتے تھے اور اس کے ساتھ وہ اس کا اعتراف کرتے تھے کہ ان کے اجتہاد میں

خطا اور صواب کا احتمال ہے اس حالت میں ان کا ظن غالب یہ ہوتا تھا کہ وہ صواب سے قریب تر ہیں اگر انہیں اپنے اجتہاد کے بعد کوئی حدیث مل جاتی جو ان کے اجتہاد کے خلاف ہوتی تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر اپنے اجتہاد سے رجوع کر جاتے تھے۔

(قولہ تعالیٰ: فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر) پ۵ سورۃ النساء آیت ۵۹

اگر کسی چیز میں تمہارا تنازعہ ہو تو اسے اللہ اور رسول پر لوٹا دو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

وقولہ تعالیٰ: فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ) پ۲۳ سورۃ الزمر آیات ۱۷، ۱۸

میرے بندوں کو بشارت سنا دو جو قول سن کر اچھی بات کی اتباع کرتے ہیں۔

اکثر ائمہ کا قول ہے کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ہر ایک کا کلام اختیار بھی کیا جا سکتا ہے اور ترک بھی کیا جا سکتا ہے صحابہ کا اپنی آراء سے رجوع کرنے کی مثالیں اوپر گذر چکی ہیں۔ چاروں امام جن کے مذاہب اور مسلک مدوّن و مرتب ہو چکے ہیں یعنی لکھے جا چکے ہیں ان کا بھی یہ اصول تھا کہ جب ان کی رائے کے خلاف کوئی دلیل قائم ہوتی تو اس کی اتباع کو اولیٰ سمجھتے تھے، حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام ابو یوسف جب امام دار الہجرت حضرت مالک بن انسؒ سے ملے اور مسائل صاع، سبزیوں پر صدقہ اور قید و بند کے متعلق سوالات کئے اور امام مالک نے جواب میں سنت کی دلیلیں سنائیں تو امام ابو یوسف نے کہا۔

(رجعت الی قولک یا ابا عبداللہ! ولو رآی صاحبی ما رأیت لرجع کما رجعت)

اے ابو عبداللہ! (حضرت امام مالک بن انس کی کنیت ہے) آپ کے قول کی طرف میں نے رجوع کیا اگر میرے صاحب (امام ابو حنیفہ) وہ دیکھتے جو میں نے دیکھا ہے تو وہ بھی رجوع کرتے جس طرح میں نے رجوع کیا ہے۔

حضرت امام مالک بن انسؒ فرمایا کرتے تھے۔

انما انا بشر اصیب واخطیٔ فاعرضوا قولی علی الکتاب والسنۃ۔

میں بھی انسان ہوں مجھ سے بھی غلطی ہوتی ہے اور درستی بھی اس لئے میرے قول کو کتاب (قرآن مجید) اور سنت پر پیش کرو۔

امام شافعیؒ فرماتے تھے۔

اذا صح الحدیث بخلاف قولی فاضربوا بقولی عرض الحائط

میرے قول کے خلاف کوئی حدیث آجائے تو میرے قول کو دیوار پر مار دو

واذا رأیت الحجۃ موضوعۃ علی طریق فہی تولی
اور اگر دیکھو کہ حجت کسی راہ پر پڑی ہوئی ہے تو وہی امر اول ہے

علامہ ابن القیم اپنی کتاب اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں:

کان الامام احمد اذا وجد النص افتی بموجبہ ولم یلتفت الی ما خالفہ ولا من خالفہ کائناً من کان۔
امام احمد جب نص پاتے تھے تو اسی کے مطابق فتوے دیتے تھے اور اس کی مخالف جانب التفات بھی نہیں کرتے تھے اور نہ اپنے مخالف شخص کی طرف توجہ کرتے تھے خواہ کوئی بھی ہو۔

حضرت ابن عباسؓ سے کسی شخص نے تمتع حج کے بارے میں مناظرہ کیا اور کہا قال ابو بکر و عمر حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا قریب ہے تم لوگوں پر آسمان سے پتھر برس پڑیں، میں کہتا ہوں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تم کہتے ہو قال ابو بکر و عمر۔ سنت پر عمل کرنے کے لئے بہتر طریقہ یہی ہے کہ جب رائے کے خلاف کوئی صحیح حدیث مل جائے اور اس کا کوئی معارض و مخالف اور مخصص نہ ہو تو رائے کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنا چاہیئے۔

سنت نبویؐ قرآن مجید کی مُبیّن ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دینی اور دنیاوی امور کی ہدایت اور رہبری کے لئے قرآن کریم کو نازل فرمایا جس کا اکثر حصہ اجمالی اسلوب پر مبنی ہے جس کی مراد کا وضاحت سے جاننا ہر شخص کے لئے ناممکن ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں قرآن مجید کی تبلیغ کرنے اور قول و عمل سے وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کا ذمہ دار اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا اور ارشاد فرمایا۔

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم
پ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۴۴
آپ کے پاس ہم نے ذکر (قرآن) کو اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے جو کچھ ان کے لئے نازل کیا گیا ہے اسے بیان کر دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے قرآن کی تفسیر، تشریح اور بیان اپنی خواہش کے مطابق نہیں بلکہ اپنے رب کی وحی کی اتباع میں فرماتے تھے، قرآن مجید میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

وما ینطق عن الھوی ۝ ان ھو الا وحی یوحیٰ ۝
پ ۲۷ سورۃ النجم آیات ۳، ۴
اللہ کے رسول اپنی خواہش سے نطق نہیں کرتے ہیں بلکہ وحی ہوتی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

قولہ تعالیٰ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ
پ ۵ سورۃ النساء آیت ۸۰
جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

۳۔ سنت نبوی قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتی اس کے اسرار کو منکشف کرتی اور اللہ تعالیٰ کے منشا کو جو اوامر و نواہی اور

احکام سے متعلق ہے واضح کرتی ہے۔

سنت کے تتبع سے پتہ چلتا ہے کہ وہ قرآن کے احکام کو جو اجمالی یا تفصیلی طور پر ہیں چار طریقوں سے بیان کرتی ہے وہ چار طریقے یہ ہیں:۔

اول۔ سنت کبھی تاکید کے طور پر وارد ہوئی ہے جبکہ وہ قرآن کے موافق ہو اس کی چند مثالیں یہ ہیں۔

۱۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم (لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب من نفسہ) رواہ الدیلمی	کسی مسلمان کا مال کھانا حلال نہیں ہے مگر جب وہ خوشدلی سے اجازت دیدے (دیلمی نے اس کی روایت کی ہے)

یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے۔

قولہ تعالیٰ: یا ایھا الذین اٰمنوا لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل (پ ۵ سورۃ النساء آیت ۲۹)	اے ایمان والو! اپنے لوگوں کے مالوں کو باہم باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔
۲۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم (اتقوا اللہ فی النساء فانھن عوان عندکم اخذتموھن بامانۃ اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ)	تم لوگ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو وہ تمہارے قید میں ہیں، ان کو تم نے اللہ کی امانت میں لیا ہے اور اللہ کے کلام کے ذریعہ ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔

یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے:۔

قولہ تعالیٰ: وعاشروھن بالمعروف (پ ۴ سورۃ النساء آیت ۱۹)	ان عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو۔
۳۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم (ان اللہ لیملی للظالم فاذا اخذہ لم یفلتہ)	بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے اور جب اس کو پکڑتا ہے تو اسے نہیں چھوڑتا ہے۔

یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے۔

قولہ تعالیٰ: وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ (پ ۱۲ سورۃ ہود آیت ۱۰۲)	اسی طرح تیرے رب کی پکڑ ہوتی ہے وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جب وہ ظالم ہو جاتی ہیں (مراد بستی والے ہیں)۔

دوم۔ سنت قرآن کے منشاء کا بیان واقع ہوتی ہے اس نوع کی چند مثالیں یہ ہیں۔

۱۔ قرآن کے مجمل احکام کو سنت مفصل طور سے بیان کرتی ہے مثلاً نماز کی ہیئت کذائی، رکوع و سجود و قعود، روزے کی تفصیلات زکاۃ اور حج کے مفصل احکام نماز جنازہ، میت کی تجہیز و تکفین، نکاح و طلاق کے طریقے وغیرہ احادیث کے ذریعہ بیان کئے گئے ہیں۔

۲۔ قرآن کے مطلق حکم کو سنت مقید بیان کرتی ہے مثلاً قرآن میں چوروں کے ہاتھ کاٹنے کا ذکر اس آیت میں ہے۔

قولہ تعالیٰ: والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما — چور اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹو

پ ۶ سورۃ المائدۃ آیت ۳۸

اس آیت میں مطلق ہاتھ کے کاٹنے کا ذکر ہے یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ ہاتھ کس قدر کاٹا جائے، حدیث نے بیان کر دیا، داہنا ہاتھ کاٹا جائے کہنی تک نہ کاٹا جائے بلکہ "کوع" تک کاٹا جائے، کوع کہتے ہیں انگوٹھے کی جڑ کی ہڈی کو یعنی پانچوں انگلیوں سے لے کر انگوٹھے کی جڑ تک کاٹا جائے جو ہتھیلی کا تقریباً پون حصہ ہوتا ہے۔

۳۔ قرآن کے عام حکم کی سنت تخصیص بیان کر دے، مثلاً وہ حدیث جس نے بیان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ظلم سے مراد شرک ہے:۔

قولہ تعالیٰ: الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم — جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا

پ ۷ سورۃ الانعام آیت ۸۲

بعض صحابہ اس آیت سے عموم سمجھے یہاں تک کہ انہوں نے کہا (اینا لم یظلم) ہم میں سے کون ہے جس نے ظلم نہ کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(لیس بذاک انما ھو الشرک) — وہ مطلب نہیں ہے بلکہ یہاں ظلم سے شرک مراد ہے۔

۴۔ قرآن مجید کی مشکل آیتوں کی حدیث توضیح کر دے، مثلاً یہ آیت

کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر۔ پ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۷ — کھاؤ اور پیو (رمضان کی راتوں میں) یہاں تک کہ تمہارے لئے سفید ڈورا فجر کے سیاہ ڈورے سے نمایاں ہو جائے۔

بعض صحابہ اس آیت سے سفید اور سیاہ عقال سمجھے، عقال اونٹ کے پاؤں کے باندھنے کی رسی کو کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توضیح فرما دی۔

(ھما بیاض النھار وسواد اللیل) — وہ دونوں دن کی سفیدی اور رات کی تاریکی ہیں۔

سوم۔ قرآن میں حکم ساکت ہو تو سنت نے حکم کو ظاہر کر دیا اس کی مثالیں یہ ہیں:۔

۱۔ قرآن میں دریا کے بارے میں حکم ساکت ہے، سنت نے حکم کو ظاہر کر دیا اس کی مثالیں یہ ہیں۔

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم (ھو الطھور ماؤہ الحل میتتہ) — سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کی مری ہوئی چیز (جیسے مچھلی) حلال ہے۔

۲۔ وہ احادیث جو ربا الفضل (یعنی بلا عوض زیادہ سود) کی حرمت میں وارد ہوئی ہیں جس سے قرآن ساکت ہے۔

چہارم۔ بعض منسوخ التلاوت کا حکم سنت کے ذریعہ باقی رکھا گیا ہے جیسے رجم (سنگسار کرنا) کی آیت منسوخ التلاوت ہے مگر سنت کے ذریعہ اس کا حکم باقی رکھا گیا ہے۔ یعنی شادی شدہ زانی اور عورت کو (رجم) سنگسار کیا جائے۔

کیا سنت نبوی تشریع میں مستقل ہے؟

کوئی شخص یہ سوال کر سکتا ہے کہ چار صورتیں جو بیان کی گئی ہیں ان کی تیسری صورت کا مفاد یہ ہے کہ سنت سے وہ احکام بھی ثابت ہوئے ہیں جن کا تفصیلی اور اجمالی حکم قرآن میں وارد نہیں ہوا ہے یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس قول کے خلاف ہے۔

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم — ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے ان کی طرف نازل کردہ احکام کو بیان کر دیں۔

پ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۴۴

اس آیت سے صرف یہی بات سمجھی جاتی ہے کہ سنت صرف قرآنی احکام کے بیان کے لئے ہے۔ لہٰذا اس حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے اس کا جواب یہ ہے۔

جواب اول۔ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ تیسری صورت میں قرآن احکام مذکورہ سے خالی ہے بلکہ اجمالی طور پر ان احکام پر قرآن مشتمل ہے اس لحاظ سے یہ کہنا درست ہے کہ سنت قرآن کے بیان کے لئے ہے، توضیح اس کی یہ ہے کہ وہ احکام جو سنت کے ذریعہ وارد ہوئے ہیں اور قرآن بظاہر ان سے ساکت ہے، تو یہ ممکن ہے کہ سنت قرآن کے بیان کے لئے ہو یا بطور الحاق کے یا بطور قیاس کے یا بطور قواعد عامہ سے استنباط جزئیات کے ہو، جس کی وضاحت یہ ہے۔

بیان بطریق الحاق:۔ قرآن مجید میں کسی چیز کی حلت اور حرمت یعنی حلال و حرام کے لئے منصوص (واضح) حکم ہے، لیکن ایک تیسری چیز بھی ہے جس کی حلت اور حرمت کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، یہ تیسری چیز کس میں شمار کی جائے، حلت میں یا حرمت میں؟ یہاں سنت کے لئے یہ گنجائش نکل آئی ہے کہ وہ اجتہاد کر کے اس تیسری چیز کو حلت اور حرمت میں سے کسی ایک جانب الحاق اور شریک کر دے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایک جانب کا حکم دیدیا اس کے معنے یہ ہوئے کہ وہ قرآن کے مشمولات میں تھا جسے سنت نے بیان کر دیا جس کی مثالیں یہ ہیں:۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے طیبات (پاک چیزوں) کو حلال قرار دیا ہے، اور خبائث (ناپاک چیزوں) کو حرام کر دیا ہے، ان دو اصل حلت اور حرمت کے درمیان میں کچھ چیزیں اور باقی ہیں جن کا الحاق کسی ایک جانب ممکن ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر کے ان باقی چیزوں کو ایک اصل کی طرف لاحق کر دیا چنانچہ آپ نے درندوں میں سے تمام تیز دانت والے جانوروں کو اور پرندوں میں سے تمام پنجہ والوں کو اور گھریلو گدھے کے گوشت کو کھانے سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ یہ سب رجس (ناپاک)

ہیں. اور جلالہ (وہ گائے جو نجس چیز کھاتی ہے) کے گوشت اور اس کے دودھ کے استعمال سے بھی منع فرمایا کیونکہ نجس چیزوں کے کھانے سے اس کے گوشت، اور دودھ میں بھی نجاست کا اثر آسکتا ہے، غرض اس قسم کی اشیاء اصل خباثت کے ساتھ الحاق کے معنی کی طرف زیادہ تعلق رکھتی ہیں، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش اور آبی پرندوں کو اصل طیبات کے ساتھ لاحق فرمایا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے سکھائے ہوئے شکاری جانور کے اس شکار کو جسے اس نے تمہارے لئے پکڑا ہے مباح فرمایا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شکاری جانور سکھایا ہوا نہ ہو اس کا شکار حرام ہے، کیونکہ اس نے اپنے ہی لئے شکار کو پکڑا ہے۔ اب اس مسئلے کا اطلاق دونوں اصل طیبات اور خبائث پر ہو سکتا ہے کہ وہ شکاری جانور جو سکھایا ہوا ہے لیکن اس نے اپنے شکار کا کچھ گوشت کھالیا، اس کی تعلیم اس بات کی مقتضی ہے کہ اس نے تمہارے لئے جانور پکڑا ہے، اور اس کے شکار کا گوشت کھالینا اس کا مقتضی ہے کہ اس نے شکار اپنے لئے کیا ہے تمہارے لئے نہیں، اب دو اصول میں تعارض واقع ہوا جس کو رفع کرنے کے لئے سنت آئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(فان اکل فلا تاکل فانی اخاف ان یکون انما امسک علی نفسہ) اخرجہ الشیخان	اگر شکاری جانور کھالے تو تم اس کے شکار کو نہ کھاؤ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس نے اپنے ہی لئے شکار کو پکڑا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے طیبات میں جن چیزوں کو حلال فرمایا ہے ان میں دریا کا شکار بھی ہے، اور خبائث میں جن چیزوں کو حرام کیا ہے ان میں مردہ چیزیں بھی ہیں اب دریائی مردے کا اطلاق ان دونوں طرفوں طیبات اور خبائث پر ہوتا ہے اور اس کے حکم میں تردد پیدا ہو گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(ھو الطھور ماءہ الحل میتتہ) اخرجہ اصحاب السنن	دریا کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے

۴۔ اللہ تعالیٰ نے مردار کو حرام فرمایا ہے اور مذکاۃ (حلال ذبیحہ جانور) کو حلال کیا ہے، اب وہ مردار بچہ جو حلال ذبیحہ جانور کے پیٹ سے برآمد ہو وہ دونوں طرفین کے درمیان میں واقع ہے اسے حرام کہا جائے یا حلال۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ) رواہ ابو داود والترمذی	جنین کی ذکاۃ اس کے ماں کی ذکاۃ ہے۔ ابو داود اور ترمذی کی روایت ہے۔

یعنی حلال جانور کے ذبح کرنے سے اس کے پیٹ سے برآمدہ مردہ بچہ بھی ذبح شدہ کا حکم رکھتا ہے

۵۔ قولہ تعالیٰ: فان کن فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک	اگر میت کی بیٹیاں دو سے زیادہ ہوں تو ان کو ترکہ دو تہائی

وان کانت واحدۃ فلھا النصف۔ پ۴ سورۃ النساء آیت ۱۱ — ملے گا اور اگر ایک بیٹی ہو تو ترکہ آدھا ملے گا۔

تیسری صورت دو بیٹیوں کی ہے اس کا حکم کیا ہوگا؟ وہ قرآن میں مذکور نہیں ہے، سنت نے ان دو بیٹیوں کے متعلق بتا دیا کہ ان کو "فوق اثنتین" دو سے زیادہ ہوں کے حکم میں رکھا جائے۔

بیان بطریق قیاس:۔

کسی شے کے متعلق قرآن کا حکم منصوص یعنی خاص ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطریق قیاس کے اس حکم میں ان چیزوں کو شریک فرما دیتے ہیں جن میں ایک ہی علت جمع ہو۔ یہ درحقیقت دلالت قرآن کی طرف راجع ہے، کیونکہ قرآن کا نص (یعنی عبارت) جو کسی اصل کے حکم کے لئے ہوتا ہے اگرچہ صورت کے لحاظ سے اس حکم کے لئے خاص ہوتا ہے مگر معنی میں علت کے عموم کے لحاظ سے عام ہوتا ہے ہم اسے خواہ یہ کہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور قیاس کے یا بطور وحی کے فرمایا لیکن ہماری فہم میں وہ قیاس کے اصول پر جاری ہے اس کی مثالیں یہ ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ربا (سود) کو حرام کر دیا ہے، اور جاہلیت کے ربا کو اس زمانے کے لوگ کہتے تھے کہ

انما البیع مثل الربوا۔ پ۳ سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۵ — بیع خرید و فروخت، ربا (سود) کی مثل ہے۔

یعنی دَین کو دَین میں فسخ کرنے کا نام ربا ہے قرض خواہ کہتا ہے یا دین کو ادا کرو یا اس میں زیادتی کو قبول کرو اسی زیادتی کا نام ربا ہے قرآن شریف میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون ۵ پ۳ سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۹ — اگر تم ربا (زیادہ لینے) سے توبہ کرو تو تمہارے لئے صرف راس المال (اصل سرمایہ) رہے گا تاکہ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

ربا (سود) میں چونکہ زیادتی بلا عوض کے ہوتی ہے جس کی ممانعت کی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ان چیزوں کو جن میں اسی معنے میں زیادتی ہوتی ہے ربا کے حکم میں داخل فرمایا ہے۔

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: الذھب بالذھب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواءً بسواءٍ یدا بید فمن زاد او ازداد فقد اربی فاذا اختلفت ھذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بید۔

سونا سونے کے عوض، چاندی چاندی کے عوض گندم گندم کے عوض، جَو جَو کے عوض، کھجور کھجور کے عوض اور نمک نمک کے عوض برابر برابر ہو اور یکساں یکساں ہو اور دست بدست ہو پس جس نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا تو وہ سود ہو گیا لیکن اگر یہ اصناف مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیچو بشرطیکہ دست بدست ہوں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے جمع "بین الاختین" دو حقیقی بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کو منع فرما دیا ہے اور فرمایا

(واحل لکم ما وراء ذلکم) پ ۵ سورۃ النساء آیت ۲۴	اور تمہارے لئے ان کے ماسوا کو حلال کر دیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح میں بیوی کی پھوپھی اور خالہ کو بھی اس ممانعت میں داخل فرمایا ہے جسے باب القیاس کے تحت کہا جا سکتا ہے، کیونکہ وہ مفہوم جس کے لئے جمع بین الاختین کی حرمت واقع ہوئی ہے یہاں بھی موجود ہے اسی معنے میں یہ حدیث مروی ہے۔

(فانکم اذا فعلتم ذلک قطعتم ارحامکم۔	تم نے اگر ایسا کیا تو اپنے ارحام کو قطع کر دیا
رواہ ابن حبان)	(ابن حبان کی روایت ہے)

۲۔ قرآن نے بعض رضاعی محرمات کو بیان کیا ہے:۔

قولہ تعالیٰ: وامھاتکم اللاتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ پ ۴ سورۃ النساء آیت ۲۳	اور حرام ہیں تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ شریکی بہنیں بھی حرام ہیں۔

سنت نے ان دونوں کے ساتھ دودھ کے ان تمام رشتوں کو بھی حرام کر دیا جو نسب سے حرام ہیں جیسے پھوپھی، خالہ، بھائی کی بیٹی، بہن کی بیٹی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب اخرجہ الترمذی وقال حسن صحیح۔	اللہ نے رضاعت (دودھ کا رشتہ) سے ان کو بھی حرام کیا ہے جن کو نسب سے حرام کیا ہے۔

یہ بطریق باب نفی الفارق بین الاصل والفرع ہے یعنی اصل اور فرع میں کوئی فرق کرنے والی چیز نہیں ہے۔

قرآن کے نصوص جزئیہ سے قواعد عامہ کے استنباط کے طریق کا بیان

قرآن کریم کے بعض نصوص مختلف معنوں میں آئے ہیں لیکن ایک ایسے معنی بھی ہوتے ہیں جو ان تمام نصوص پر مشتمل ہوتے ہیں، اسی ایک معنی کے منشا کے مطابق سنت بھی آئی ہے جس کے متعلق یہ علم یا گمان ہوتا ہے کہ یہ سنت نصوص قرآنیہ کے مجموعہ سے ماخوذ ہے جس کی مثالیں یہ ہیں:۔

الف:۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم (انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی)	اعمال کے ثواب کا دارومدار نیتوں پر ہے ہر شخص کو اپنی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا۔

یہ وہ حدیثیں ذیل کی آیتوں سے ماخوذ ہیں جو اخلاص کو ابھارتی ہیں، ریا کی مذمت کرتی ہیں اور یہ ظاہر کرتی ہیں کہ انسان کو اس کی سعی اور کوشش کے مطابق ثمرہ ملتا ہے وہ آیتیں یہ ہیں۔

۱۔ قولہ تعالیٰ:۔ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین	اور لوگوں کو یہی کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت اخلاص

۱۔ الدین پ ۳۰ سورۃ البینۃ آیت ۵	سے کریں اور اسی اللہ کے لئے دین ہے۔
۲۔ الا للہ الدین الخالص، پ ۲۳ سورۃ الزمر آیت ۳	آگاہ رہو اللہ ہی کے لئے خالص دین ہے۔
۳۔ فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک	اور جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے اسے چاہئے کہ عمل
بعبادۃ ربہ احداً ۵ پ ۱۶ سورۃ الکہف آیت ۱۱۰	صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔
۴۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار	بیشک تمام منافقین آگ کے سب سے نچلے درجے
پ ۵ سورۃ النساء آیت ۱۴۵	میں ہوں گے۔
۵۔ واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ یراؤون الناس	جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سست کھڑے
پ ۵ سورۃ النساء آیت ۱۴۲	ہوتے ہیں لوگوں کو دکھاوے کے لئے۔
۶۔ ومن یخرج من بیتہ مھاجراً الی اللہ ورسولہ	جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف اپنے گھر سے
ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ	ہجرت کر کے نکلتا ہے پھر اسے موت آ جاتی ہے تو یقیناً
پ ۵ سورۃ النساء آیت ۱۰۰	اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہو گیا۔
ب: قولہ صلی اللہ علیہ وسلم (ومن حام حول الحمیٰ	جو شخص ممنوعہ علاقہ کے گرد گھومتا ہے قریب ہے کہ
یوشک ان یقع فیہ)	وہ اس کے اندر آ جائے۔
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم (دع ما یریبک الی ما لا یریبک	شک کی چیزوں کو چھوڑ کر غیر شک کی چیز کی طرف آ جاؤ۔

ان دو حدیثوں کے معنے ہیں فساد کے ذرائع کو روکنا جو متعدد آیات سے ظاہر ہوتے ہیں وہ آیات یہ ہیں۔

۱۔ ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن	عورتیں اپنے پاؤں کو مار کر نہ چلیں ایسا نہ ہو کہ ان کی مخفی
پ ۱۸ سورۃ النور آیت ۳۱	زینت معلوم ہو جائے۔
۲۔ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ	جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہو ورنہ وہ بھی
عدواً بغیر علم پ ۷ سورۃ الانعام آیت ۱۰۹	دشمنی سے بغیر جانے ہوئے اللہ کو برا کہیں گے۔
۳۔ لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا	تم لوگ راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو (یعنی اے یہودیو! تم راعنا
پ ۱ سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۴	کا مطلب ہماری رعایت کیجئے کے بدلے ہمارے چرواہے
	کیتے ہو اس لئے یہ نہ کہو بلکہ کہو ہمیں دیکھئے ہمارا خیال کیجئے)

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ سنت قرآن کے مطالب کی واضح اور قرآن کے کلی اور جزئی مقاصد کو بیان کرتی ہے۔

اگر آپ اسے پسند نہیں کرتے ہیں کہ سنت کے وہ احکام جو قرآن کے بتائے ہوئے احکام سے زیادہ ہیں وہ سنت کی مستقل تشریعی قبیل سے ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ قرآن خود ناطق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور یہ آپ اپنی خواہش سے نطق نہیں فرماتے تھے اگر آپ کی اطاعت صرف انہی احکام میں کی جائے جو قرآن کے موافق ہیں تو آپ کی خصوصی اطاعت نہیں ہوئی حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم — اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں صاحب امر ہیں ان کی اطاعت بھی کرو۔

پ ۵ سورۃ النساء آیت ۵۹

قولہ تعالیٰ: ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ (سورۃ النساء آیت) اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

پہلی آیت میں لفظ اطاعت کے فعل کو دو دفعہ استعمال کیا گیا ہے اور دوسری آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو عین اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے، یہ اشارہ اس کی طرف ہے جو اوپر ہم نے بیان کیا ہے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ قول

لتبین للناس ما نزل الیہم — تاکہ آپ لوگوں کے لئے بیان کردیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

پ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۴۴

یہ آیت اس بات کے لئے نہیں ہے کہ آپ صرف بیان کرنے پر محدود اور مامور کئے گئے ہیں بلکہ اس آیت اور سابق کی دونوں آیتوں سے اس بات کا فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کے لئے کتاب اللہ کو بیان فرمائیں گے اور جب آپ بیان سے تجاوز کرکے وہ احکام پیش فرمائیں گے جن سے قرآن میں تعرض نہیں کیا گیا ہے، اس وقت بھی آپ اپنی خواہش سے نطق نہیں فرمائیں گے (وما ینطق عن الھویٰ) بلکہ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی وحی خفی سے مطلع ہو کر احکام صادر فرمائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی سنت بھی تشریع اسلامی میں پورا دخل رکھتی ہے۔ اس کی تصریح علمائے سلف کے ایک گروہ نے کی ہے مثلاً عبدالرحمٰن بن مہدی سے مروی ہے انہوں نے ایک شخص کو جو حالت احرام میں تھا اور اس کے جسم پر سلے ہوئے کپڑے بھی تھے اس بات سے منع کیا۔ اس نے کہا کہ کتاب اللہ کی کوئی آیت لاؤ تو تم میرے سلے ہوئے کپڑے جسم سے اتار سکتے ہو۔ عبدالرحمٰن بن مہدی نے یہ آیت پڑھی۔

وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا — رسول جو کچھ تمہیں دیں لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو۔

پ ۲۸ سورۃ الحشر آیت ۷

طاؤس سے مروی ہے کہ وہ نماز عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا ان دونوں رکعتوں کو چھوڑ دو، طاؤس نے کہا ممانعت اس بات کی ہے کہ وہ دو رکعتیں سنت کی نہ بنائی جائیں اس کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے، اب مجھے نہیں معلوم کہ تمہارے اس فعل پر تمہیں عذاب ہوگا یا ثواب، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

قولہ تعالیٰ:۔ وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم — جب اللہ اور اس کے رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو مسلمان مرد اور عورت کو اپنے اس معاملہ میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا ہے۔

پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۳۶

قرآن کے متعلق سنت کا وہ بیان جس کا تعلق احکام سے نہ ہو

اس کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ حدیث قرآن کے موافق ہو، اس صورت میں حدیث سے تاکید ہوتی ہے اور حدیث شرح و بیان سے خالی بھی نہیں ہوتی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر سے مکالمہ جو بخاری وغیرہ میں ہے اور یہ اس قصہ کے موافق ہے جو سورہ کہف میں ہے۔

۲۔ وہ حدیث جو توضیح و تشریح کے لئے آئی ہے، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ حضرت نوح علیہ السلام بلائے جائیں گے اور ان سے سوال ہوگا کیا تم نے اپنی قوم میں تبلیغ کی تھی؟ وہ جواب دیں گے ہاں، پھر حضرت نوحؑ کی قوم بلائی جائے گی اور اس سے پوچھا جائے گا کیا تمہارے پاس تبلیغ پہونچی تھی؟ حضرت نوح کی قوم کہے گی ہمارے پاس کوئی نذیر نہیں آیا، اور نہ کوئی تبلیغ آئی، پھر حضرت نوحؑ سے سوال ہوگا تمہارے گواہ کون ہیں؟ وہ کہیں گے محمدؐ اور ان کی امت ہے اس وقت تم لوگ بلائے جاؤ گے اور گواہی دو گے کہ حضرت نوحؑ نے تبلیغ کی تھی، اس کے متعلق قرآن کی یہ آیت ہے۔

وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا — اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے لئے گواہ بنو اور رسول تمہارے اوپر گواہ بنیں (بخاری اور ترمذی میں یہ تفصیل موجود ہے)

پ ۲ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۴۳

۳۔ تیسری صورت حدیث کی وہ ہے جو مستقل آئی ہے مثلاً حدیث جریج عابد، حدیث ابرص والاقرع والاعمیٰ اور حدیث صخرۃ وغیرہ اس قسم کی احادیث سے قرآن کے مقاصد کی تاکید ہوتی ہے، مکلفین میں نشاط پیدا ہوتا ہے، اور غافلین کو تنبیہ ہوتی ہے (۱)

---

(۱) ماخوذ از کتاب الحدیث والمحدثون۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

اور

آپ کا قوم کو تعلیم و تربیت دینا

بعثت نبوی سے پہلے پوری انسانی دنیا گمراہی اور بداخلاقی میں مبتلا تھی، جور و ظلم کی ہر طرف حکمرانی تھی عالم انسان غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، حکمران طبقہ عیش و نشاط کی محفلوں کے لئے وقف تھا، خدائے قدوس کا خوف دلوں سے محو ہو چکا تھا، طاغوتی قوتوں کی تلواریں ہر وقت غریبوں اور مسکینوں کے سروں پر لٹکی رہتی تھیں، جزیرہ نمائے عرب اپنی جہالت اور ضلالت میں ضرب المثل تھا، جس کی شہادت قرآن مجید کی یہ آیت دیتی ہے۔

وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ وہ لوگ (بعثت نبوی سے پہلے) واضح گمراہی میں مبتلا تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے عالم انسانیت کی نجات اور ہدایت کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا اور آپ کو اپنی تربیت و تعلیم سے ایسا آراستہ فرمایا کہ آپ رسالت کے بار گراں کو اٹھا سکیں اور اس کی ذمہ داریوں کو بجا لاسکیں اور آپ میں خلق کی اتنی عظیم استعداد پیدا کر دی کہ قرآن آپ کا خلق ہو گیا، آپ کی رضامندی سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا اور آپ کی نارضامندی سے اللہ ناراض ہوتا ہے، آپ اس لئے مبعوث فرمائے گئے تاکہ نوع انسان میں مکارم اخلاق کی تکمیل فرمائیں آپ فرماتے تھے۔

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق میں پاکیزہ اخلاق کے اتمام کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

اور فرمایا، ان من خیارکم احسنکم اخلاقا (۱) تم میں اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجسم حیا تھے، مشہور ہے کہ آپ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے، جب آپ کسی چیز کو ناپسند فرماتے تھے تو آپ کے چہرۂ انور سے معلوم ہو جاتا تھا اور جب آپ مسرور ہوتے تھے تو آپ کا رخسار مبارک چمکتا چاند نظر آتا تھا۔ جس سے آپ کے صحابہ آپ کی قلبی کیفیت پہچان لیتے تھے، آپ نے کسی سے اپنی ذات کے لئے دشمنی نہیں کی، اور نہ کسی سے اپنے لئے انتقام لینے کی خاطر انتقام لیا، مگر جب آپ اللہ تعالیٰ کی حرمت کی ہتک دیکھتے تھے اس وقت آپ اس کا انتقام لینے کے لئے آمادہ ہو جاتے تھے آپ اپنے اخلاق اور تمام معاملات میں دوسروں کے لئے اسوۂ حسنہ تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سارے عالم کے لئے اسوۂ حسنہ (نیک نمونہ) بنایا تھا، اور آپ کے پاس وحی بھیجی تاکہ آپ سارے جہان کے لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر

---

(۱) یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فتح الباری ۱۰، ۲۸۵-۲

ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین پ ۲۸ سورۃ الجمعہ آیت ۲

اسی اللہ نے امیوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھ کے سناتے تھے، ان کا تزکیہ کرتے تھے انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے تھے، اور وہ لوگ اس سے پہلے واضح گمراہی میں تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتاب الٰہی کی آیات کی تبلیغ فرماتے، احکام الٰہی بتاتے، لوگوں کو دین کی سمجھ عطا کرتے انہیں گمراہی سے نکالتے، انسانی شرافت وکرامت کے زیور سے ان کو آراستہ کرتے اور ان کے سامنے اپنے عظیم اخلاق کا نمونہ پیش کرتے تھے، جس کی شہادت قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ دیتی ہے۔

انک لعلی خلق عظیم ٥ پ ۲۹ سورۃ القلم آیت ۴

بیشک آپ عظیم خلق پر رکھے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرح صدر عطا فرمایا تھا۔ الم نشرح لک صدرک!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم لدنی حاصل تھا

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف سے ایسی تعلیم عطا فرمائی جس کی وجہ سے آپ علم کے اس انتہائی درجہ پر پہونچے جہاں سوائے آپ کے کوئی نہیں پہونچا جس کی وجہ سے آپ عالم انسانی کے لئے احکام قرآن اور اسلام کی تعلیمات میں مرجع اول قرار پائے پچھلی قوموں کے حالات سے آپ باخبر کئے گئے۔ اہل کتاب کے علم کے بھی آپ جامع تھے جوامع الکلم سے آپ ممتاز کئے گئے یعنی نہایت مختصر جملوں میں وسیع مفہوم کو فصیح وبلیغ لفظوں میں بیان فرماتے تھے افصح العرب یعنی عرب میں سب سے زیادہ فصیح وبلیغ کی اعلیٰ صفت سے متصف تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع علوم وکمالات بنایا

علم دین کے علاوہ جن دوسرے اہم علوم کی حیات انسانی میں نوع انسان کو ضرورت لاحق ہوتی ہے ان کی کامل معرفت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی، جس کی تصدیق اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے۔

وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما پ ۵ سورۃ النساء آیت ۱۱۳

اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور آپ کو ان باتوں کی تعلیم دی جن کو آپ نہیں جانتے تھے، اللہ کا فضل آپ پر بڑا ہے۔

الٰہی تعلیم کی وجہ سے آپ قرآن کریم کی باریکیوں سے آگاہ ہوئے اور لوگوں تک قرآن کی تعلیمات کو پہونچایا اور اپنی سنت طاہرہ سے احکام قرآن کو بیان فرمایا، آپ قرآن کے معلم اول، مرشد صادق اور امین کامل بن کر لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن ہونے کے

ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون ٥ — ہیں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تاکہ خبر

پ ۱۱ سورۃ التوبۃ آیت ۱۲۲ — پہونچا دیں اپنی قوم کو جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تاکہ وہ بچتے رہیں

۷۔ اللہ تعالیٰ نے علم کے مزید اضافہ کے لئے ترغیب دی۔

قولہ تعالیٰ: وقل رب زدنی علما پ ۱۶ سورۃ طہٰ آیت ۱۱۴ — اور کہئے اے نبی! اے رب میرے علم کو زیادہ فرما۔

ان آیات مذکورہ نے علمائے اسلام اور طلاب علم کے دلوں میں تحصیل علم اور قرآن اور سنت کی تعلیم اور ان کے حفظ کا شوق پیدا کر دیا اور انہوں نے جس جوش عمل، طلب صادق اور جہد مسلسل سے قرآن اور سنت کی تعلیم حاصل کی اور اس کو محفوظ رکھا ہے تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی ہے۔

علم کی منزلت حدیث سے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی علم کی منزلت کو بیان فرمایا اور اس کی تحصیل کے لئے مسلمانوں کو آمادہ کیا، چند حدیثیں یہاں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین (۱) — اللہ جس کے لئے بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

۲۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد (۲) — ایک فقیہ (دین کی سمجھ رکھنے والا) شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔

۳۔ الناس معادن خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا (۳) — لوگ معدن کی طرح ہیں جو جاہلیت کے زمانے میں اچھے تھے وہ اسلام کے زمانے میں بھی اچھے ہیں جب وہ دین کی سمجھ پیدا کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امور دین کو انجام دینے کے لئے شرعی علم کی تحصیل کو فرض قرار دیا ہے وہ حدیث یہ ہے۔

۴۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (۴) — علم (شرعی) حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

۵۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لاحسد الا فی اثنتین رجل آتاہ اللہ مالاً فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق والآخر آتاہ اللہ حکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا (۵) — دو ہی شخصوں میں حسد جائز ہے ایک وہ جسے اللہ نے مال دیا ہے اور وہ اسے حق کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ نے حکمت عطا فرمائی ہے اور وہ اس کے ذریعہ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم بھی دیتا ہے۔

---

(۱) رواہ الامام احمد عن ابی ہریرۃ فی مسندہ (۲) رواہ ابن ماجہ ص ۲۰ (۳) رواہ امام احمد عن جابر بن عبد اللہ ۳۶۷ (۴) سنن ابن ماجہ رواہ انس ص ۲۰

(۵) مسند امام احمد عن عبد اللہ بن عباسؓ والبخاری ومسلم عن حدیث ابی ہریرۃ وابن عمر وغیرہما۔

۶۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اغد عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولا تکن الخامسۃ فتھلک (۱)

تم عالم یا طالب علم یا علم کے سننے والے اور یا علم سے محبت رکھنے والے بنو اور پانچویں نہ بنو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

اور پانچویں کے متعلق عطا کہتے ہیں کہ وہ شخص ہے جو علم اور اہل علم سے نفرت کرتا ہے اور ان سے بغض رکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا اللہ تعالیٰ سے فرماتے تھے۔

۷۔ اللھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع ومن دعاء لا یسمع ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع (۲)

اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے ذریعہ ایسے علم سے جو نافع نہ ہو اور ایسی دعا سے جو سنی نہ جائے اور ایسے قلب سے جس میں خشوع نہ ہو اور ایسے نفس سے جس کا شکم کبھی نہ بھرے۔

۸۔ فضل العلم خیر من فضل العبادۃ وملاک الدین الورع رواہ الحاکم۔

عبادت کی فضیلت سے علم کی فضیلت بہتر ہے اور دین کی اصل تقویٰ ہے۔ حاکم نے روایت کی ہے۔

۹۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلاثۃ اشیاء من صدقۃ جاریۃ وعلم ینتفع بہ بعدہ او ولد صالح یدعولہ (۳)

جب کوئی انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل کٹ جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے ایک صدقہ جاریہ دوسرا علم جو مرنے کے بعد بھی لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچے اور تیسری چیز صالح اولاد کی دعا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو ترغیب دیتے تھے کہ وہ امور دین کو اچھی طرح سمجھیں اور جن باتوں کا انہیں علم نہ ہو ان کے متعلق وہ سوالات کریں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر علم کے فتوے دینے کو منع فرمایا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر علم کے فتوے دینے سے منع فرمایا ہے، حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص کو سفر کے دوران میں پتھر سے سر میں چوٹ لگی سر زخمی ہو گیا اسی حالت میں شب کو احتلام ہوا اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا مجھے تیمم کی رخصت ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ پانی کی موجودگی میں تم تیمم نہیں کر سکتے۔ اس نے غسل کیا جس سے اس کی موت واقع ہوئی جب لوگ سفر سے واپس آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی آپ نے فرمایا۔

قتلوہ قتلھم اللہ الا سألوا اذا لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال، انما کان یکفیہ ان یتیمم ویعصب علی

لوگوں نے اسے مار ڈالا انہیں اللہ مارے ان لوگوں نے پوچھ کیوں نہ لیا جب انہیں علم نہ تھا بیشک لاعلمی کی شفا سوال ہے اس شخص کیلئے

(۱) مجمع الزوائد ص ۱۲۲ (۲) سنن ابن ماجہ عن ابی ہریرہؓ۔ (۳) جامع بیان العلم عن ابی ہریرۃؓ

جرحه خرقة ثم يمسح عليها ويغسل سائر جسده (٢) — تیمم کرلینا کافی تھا پھر وہ زخم پر کپڑے کی پٹی باندھ لیتا اور اس پر مسح کرلیتا اور باقی بدن کو دھولیتا۔

سنن ابی داؤد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری زبانوں کے سیکھنے کی اجازت دی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی اجازت دی کہ ضرورت کے وقت دوسری زبان بھی سیکھی جائے چنانچہ آپ جب مدینہ منورہ تشریف لائے اور حضرت زید بن ثابت سے جو کمسن تھے قرآن مجید کی چند سورتیں زبانی یاد کی ہوئی سنیں آپ نے پسند فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ یہود کی زبان بھی سیکھ لو آپ نے زید بن ثابت سے فرمایا۔

یا زید تعلم لی کتاب یهود فانی واللہ ما آمن یهود علی کتابی وفی روایة۔ انی اکتب الی قوم فاخاف ان یزیدوا علی او ینقصوا فتعلم السریانیة قال زید فتعلمتها فی سبعة عشر یوماً (١)

اے زید! میری خاطر یہودیوں کی کتابت سیکھ لو بخدا میں اپنے مکتوب کے متعلق یہودیوں سے مطمئن نہیں ہوں اور ایک روایت میں ہے میں ایک قوم کو مکتوب لکھتا ہوں اور یہ اندیشہ رہتا ہے کہ وہ اس میں بڑھا گھٹا دے گی اس لئے تم سریانی زبان سیکھ لو، زید نے بتایا کہ میں نے سترہ دنوں میں سریانی سیکھ لی۔

علماء اور معلمین کی منزلت

علمائے اسلام اور اہل علم کی فضیلت کے لئے یہ کتنی بڑی بات ہے کہ ان کے اول رہنما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی ذات گرامی وہ اولین نفس قدسی ہے جس نے جہالت کے خلاف علم کی برتری کا علم بلند کیا اور علمائے اسلام کی منزلت کو بالاتر کردیا آپ کا ارشاد ہے۔

١۔ قوله صلی اللہ علیه وسلم العلماء ورثة الانبیاء (مجمع الزوائد) عن ابی الدرداء — انبیاء کے علم کے وارث علماء ہیں

٢۔ قوله صلی اللہ علیه وسلم لیس من امتی من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا حقه (٢) — جس نے ہمارے بڑوں کی توقیر نہ کی چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور ہمارے عالم کے حق کو نہ پہچانا وہ میری امت سے نہیں ہے۔

٣۔ قوله صلی اللہ علیه وسلم العالم والمتعلم شریکان فی الاجر (٣) — علم سکھلانے والے اور سیکھنے والے دونوں ثواب میں برابر کے شریک ہیں۔

---

(١) جامع البیان وفضله ص ٢٨ (٢) رواہ الامام احمد والطبرانی فی الکبیر (٣) جامع البیان وفضله ص ٢٨

۴۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم معلم الخیر یستغفر لہ کل شیءٍ حتی الحیتان فی البحار (۱) بھلائی کی تعلیم دینے والے کی دعائے مغفرت ہر چیز کرتی ہے یہاں تک کہ سمندروں کی مچھلیاں بھی۔

۵۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب (۲) عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسی چاند کی تمام ستاروں پر۔

طلاب کی منزلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلبہ کی منزلت کو بھی بڑھائی ہے جس کی وضاحت ذیل کی حدیثوں سے ہوتی ہے۔

۱۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من سلک طریقاً یلتمس فیہ علما سھّل اللہ لہ بہ طریقاً الی الجنۃ وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ ویتدارسونہ بینھم الا نزلت علیھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ وحفتھم الملائکۃ و ذکرھم اللہ عز وجل فیمن عندہ ومن ابطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ (۳)

جو شخص طلب علم کی راہ میں چلے اللہ تعالیٰ اس کے لئے علم کی وجہ سے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور جو لوگ اللہ کے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب پڑھتے اور اس کا درس ایک دوسرے کو دیتے ہیں ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اللہ کی رحمت ان کو ڈھانک لیتی ہے اور فرشتے ان کے گرد جمع ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس والوں سے ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے اور جس کا عمل دیر سے اس کو پہونچائے اس کا نسب اسے جلد کہیں پہونچائے گا (مقبولیت کے درجے تک)

۲۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من غدا الی المسجد لا یرید الا ان یتعلم خیراً او یعلمہ کان لہ کاجر حاج تاما حجتہ وفی روایۃ کان بمنزلۃ المجاھد فی سبیل اللہ (۴)

جو شخص صبح سویرے مسجد جائے اور اس کا ارادہ سوائے اس کے اور کچھ نہ ہو کہ وہ بھلائی کی بات سیکھے گا یا سکھلائے گا تو اسے ایک پورے حج کا ثواب ملے گا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ بمنزلہ مجاہد فی سبیل اللہ کے ہوگا۔

۳۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب علماً فادرکہ کتب اللہ لہ کفلین من الاجر ومن طلب علما فلم یدرکہ کتب اللہ لہ کفلا من الاجر (۵)

جو علم کا طالب ہوا اور اسے حاصل کر لیا اس کو دگنا ثواب ملے گا اور جو علم کا طالب ہوا مگر حاصل نہ کر سکا اسے ایک گونہ ثواب ملے گا۔

۴۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاء الموت طالب العلم وھو علی حالہ مات شہیداً (۶) طلب علم کی حالت میں کسی کی موت آجائے تو شہید مرے گا۔

---

(۱) مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۴ (۲) (۳) مسند امام احمد (۴) رواہ الطبرانی فی الکبیر (۵) مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الکبیر (۶) جامع بیان العلم وفضلہ

صفوان بن عسال کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور اپنی سرخ چادر پر تکیہ لگائے ہوئے تھے میں نے آپ سے عرض کی۔

یارسول اللہ! انی جئت اطلب العلم فقال مرحبا بطالب العلم۔ یا رسول اللہ! میں علم حاصل کرنے آیا ہوں آپ نے فرمایا خوش آمدید

ان طالب العلم لتحفہ الملائکۃ باجنحتہا ثم یرکب بعضہم بعضا۔ طالب علم۔ بیشک طالب علم کو فرشتے اپنے بازوؤں سے گھیر لیتے ہیں۔

حتی یبلغوا السماء الدنیا من محبتہم لما یطلب وفی روایۃ من حبہم لما طلب (۱)

کیونکہ انہیں علم سے محبت ہوتی ہے پھر وہ باہم مل کر آسمان دنیا پر چلے جاتے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ فرشتوں کو مطلوب چیز (علم) سے محبت ہوتی ہے۔

طالب علم کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

ابوہارون عبدی کہتے ہیں کہ ہم جب مشہور صحابی ابوسعید خدری کے پاس آتے تھے تو وہ کہتے تھے، مرحبا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو، ابوہارون نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔

قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ سیاتی بعدی قوم یسألونکم الحدیث عنی فاذا جاؤکم فالطفوا بہم وحدثوہم (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا میرے بعد تم لوگوں سے حدیث پوچھنے آئیں گے جب وہ تمہارے پاس آئیں ان سے لطف کا برتاؤ کرنا اور انہیں حدیثیں بتانا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ جب جوانوں کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے۔

مرحبا بوصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نوسع لکم فی المجلس وان نفقہکم فانکم خلوفنا واہل الحدیث بعدنا (۳)

خوش آمدید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے کہ آپ لوگوں کے لئے ہم مجلس کو کشادہ کریں اور آپ کو فقہ کی تعلیم دیں آپ ہمارے اخلاف اور ہمارے بعد حامل حدیث ہوں گے۔

ایک دوسری روایت میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأمرہم ان یرحبوا بطلاب العلم فیقول سیاتیکم اقوام یطلبون العلم فاذا رأیتموہم فقولوا لہم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو حکم دیتے تھے کہ طالبان علم کو خوش آمدید کہنا اور آپ فرماتے تھے تمہارے پاس علم حاصل کرنے کے

---

(۱) مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الکبیر (۲) نہر شرف اصحاب الحدیث و تدرواہ الخطیب البغدادی کا (۳) شرف اصحاب الحدیث ص ۲۰، ب

فمرحبا بوصیة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اُفتوھم (۱) | لئے نو بیں آئیں گی جب تم انہیں دیکھنا تو کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو خوش آمدید ہے اور انہیں فتوے سنانا۔

اور ایک روایت میں ہے:

وانھم۔ ای طلاب العلم سیاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا جاؤکم فاستوصوا بھم خیرا (۲) | دنیا کے مختلف حصوں سے تمہارے پاس طالبان علم آئینگے تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں جب وہ آئیں تو انہیں بھلائی کی تعلیم دینا۔

ان حدیثوں سے جو اوپر بیان کی گئی ہیں یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم، علماء اور طلاب علم کی قدر و منزلت بہت بلند کر دی ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور ان کے بعد علمائے اسلام نے علوم شرعیہ کی ترویج اور اشاعت کے لئے بغیر کسی نام و نمود اور طلب منفعت کے حسبۃ للہ اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں اور علم کے منارہ کو اتنا اونچا کر دیا تھا جس کی روشنی سے سارا عالم اسلام جگمگا گیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلوب تعلیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو تعلیم دینے میں قرآن مجید کی تعلیم سے تجاوز نہیں فرماتے تھے، آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مبلغ تھے، اس کے احکام کو بیان فرماتے اور اس کی آیتوں کی توضیح کرتے تھے، قرآن مجید ۲۳ سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے، آپ اپنی قوم میں تبلیغ فرماتے، اسلامی تعلیمات کی تفصیلات بتاتے تھے۔ اور احکام قرآن کی تطبیق اپنی سنت سے فرماتے، پوری حیات مبارکہ میں آپ کی حیثیت رسول ہونے کے ساتھ ساتھ معلم، حاکم، قاضی، مفتی اور قائد کی بھی تھی، فرد اور جماعت کی زندگی کے مختلف مراحل اور ادوار میں، جو مختلف مسائل درپیش آتے اور قرآن میں ان میں سے بعض کے متعلق احکام وارد نہیں ہوتے ان کو سنت سے ظاہر فرماتے تھے۔ خواہ وہ سنت قولی ہوتی یا فعلی اور یا تقریری اسی لئے ہمارے لئے تمام احکام، آداب، عبادات اور قربات تقریباً ربع صدی میں تطبیق دینے اور مشروع ہونے کے بعد پہنچے ہیں، سنت کبھی ایک ہی دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتائی تھی جیسا کہ دوسرے قوانین اور دساتیر کا مجموعہ ایک ہی دفعہ تیار ہوتا ہے کہ ان انسانی قوانین کے ماہرین لکھوا تے جاتے ہیں جس سے انسان کا مجموعہ قوانین جلد تیار ہو جاتا ہے، امت مسلمہ کی دینی، اجتماعی، خلقی اور سیاسی تربیت کے لئے خواہ حالت جنگ ہو یا حالت امن، تنگی کا زمانہ ہو یا فراخی کا سنت کے ذریعہ بھی تدریجی طور پر تشریع (قانون سازی) ہوتی رہی، کیونکہ یہ بات آسان نہ تھی کہ پوری مخالف قوم جو جہالت میں ڈوبی ہوئی ہو ایک ہی دن میں

---

(۱) سنن ابن ماجہ صفحہ ۵۵ ج ۱ (۲) سنن ابن ماجہ۔

اپنی قومی روایات، عادات اور اپنے عقائد اور معمولات کو چھوڑ کر اسلامی طرز زندگی اور اسلامی عقائد، اعمال اور عبادات کو اختیار کرے، فاسد عقائد، بری عادات، رسم و رواج اور تمام منکرات کو دور کرنے کے لئے قرآن مجید تدریجی طور پر نازل ہوتا رہا تاکہ قوم کے طبائع آہستہ آہستہ تعلیم الٰہی سے مانوس ہوتے جائیں، اس کے ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کی تفسیر اور تشریح بھی فرماتے رہتے تھے، فتاوے دیتے تھے، لوگوں کی خصومتوں کو دور کرتے تھے، حدود قائم فرماتے تھے، غرض انسانی زندگی کے ان تمام چھوٹے اور بڑے امور میں قرآن کی تعلیمات کی تطبیق اپنی سنت طیبہ سے دیتے تھے، جو روزانہ پیش آتے رہتے تھے اور صحابہ کو تعلیم دینے میں ایسے ایجاز اور اختصار کو مد نظر رکھتے تھے کہ لوگوں کے لئے بار خاطر نہ ہو بلکہ آسانی سے وہ ذہن نشین ہو اور یاد رہ سکے۔

مکہ میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و دعوت مخفی طور سے تھی دار ارقم میں صحابہ جمع ہوتے تھے جن کی تعداد بہت تھوڑی تھی، اور یہیں وہ آپ سے رشد و ہدایت کی تعلیم حاصل کرتے تھے، اسلام کے اصول سیکھتے تھے اور قرآن مجید جس قدر نازل ہوتا تھا اس کو سیکھنے کے بعد زبانی یاد کرتے تھے، اور باہم اس کا مذاکرہ کرتے تھے۔ جب اسلام لانے والوں کی تعداد کچھ زیادہ ہو گئی اور دار ارقم میں جگہ کی کمی محسوس ہوئی تو آپ یہاں سے دار الندوہ میں منتقل ہو گئے، یہاں بھی صحابہ قرآن کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ گھر اور باہر شہر ہو یا صحراء، ہر جگہ قرآن کی تلاوت زبانی کرتے رہتے تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی جو تفسیر اور تشریح فرماتے تھے جسے حدیث اور سنت کہتے ہیں وہ بھی زبانی یاد کرتے جاتے تھے اور اس کو بھی دہراتے رہتے تھے اس طرح سے قرآن کے ساتھ حدیث کی زبانی حفاظت بھی ہوتی جاتی تھی، حضرت عمرؓ نے اپنی بہن اور بہنوئی کو جو اسلام لا چکے تھے گھر کے اندر قرآن مجید کو پڑھتے ہوئے دیکھا اور سنا تھا اور قرآن کی آیتوں کو سنکر حضرت عمرؓ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تھا جو شمشیر بکف بانی اسلام کو ختم کرنے کے لئے نکلے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ مکہ میں اپنے گھر میں قرآن مجید بلند آواز سے پڑھتے تھے جس سے کفار مکہ بگڑتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کی خوش الحانی سے ہمارے لوگوں کے خیالات بدل جاتے ہیں اس لئے وہ حضرت ابوبکرؓ کو قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنے سے روکتے تھے یہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ مکہ میں بھی اپنے گھروں میں تلاوت کیا کرتے تھے۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور مسجد نبوی تعمیر کی تو یہی مسجد قرآن اور حدیث کی تعلیم کے لئے درسگاہ بنی، اسی مسجد میں مسلمانوں کے تمام دینی اور دنیاوی امور اور معاملات کا تصفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے فتاوے دیتے اور لوگوں کی خصومتوں کا فیصلہ فرماتے، مگر آپ کی تعلیم اسی مسجد کی حد تک محدود نہ تھی بلکہ ہر جگہ اور ہر وقت سفر ہو یا حضر کوئی آپ سے فتویٰ پوچھتا یا کوئی مسئلہ دریافت کرتا آپ اسے وہیں جواب دیتے، آپ کی تعلیم اور ہدایت کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا نماز فجر کے بعد علمی مجلسیں ترتیب دی جاتی تھیں جن میں صحابہ باری باری سے شریک ہوتے تھے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف لاتے تو صحابہ حلقے بنا کر بیٹھ جاتے تھے، قرآن پڑھتے اور فرائض و سنن کی تعلیم حاصل کرتے تھے، حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے

۱۔ قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يتخولنا في الموعظة في الأيام كراهة السآمة علينا (۱)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم تے ہم لوگوں کی نصیحت کے لئے دن مقرر کر دیئے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں۔

۲۔ يقول انسؓ: انهم كانوا اذا صلوا الغداة قعدوا حلقا حلقا يقرؤن القرآن ويتعلمون الفرائض والسنن (۲)

حضرت انسؓ کہتے ہیں جب لوگ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو حلقے بنا کر بیٹھ جاتے تھے، قرآن پڑھتے، فرائض اور سنن سیکھتے تھے۔

صحابہ کی مجلس مذاکرہ

صحابہ کا دستور تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی سماعت کرنے کے بعد باہم مل کر احادیث کا ہمیشہ مذاکرہ کرتے تھے، یعنی دہراتے تھے، تاکہ حدیثیں اچھی طرح سے ذہن نشین اور محفوظ ہو جائیں۔

قال انس بن مالكؓ: كنا نكون عند النبي صلى الله عليه وسلم فنسمع من الحديث فاذا قمنا تذاكرنا فيما بيننا حتى نحفظه (۳)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر حدیث سنتے تھے جب وہاں سے اٹھتے تھے تو باہم مل کر حدیث کا مذاکرہ کرتے تھے تاکہ اس کو حفظ کرلیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین چونکہ مختلف طبقے، جنس اور مختلف عقل و فہم کے لوگ ہوتے تھے شہری بھی اور بادیہ نشین بھی ہوتے تھے اس لئے آپ ان کی صلاحیت، شعور اور عقل و فہم کے لحاظ سے کلام فرماتے، ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے ضروری باتوں کو دو یا تین دفعہ دہراتے تھے، جس سے سننے والے آسانی سے سمجھ جاتے تھے، اور ذہن نشین کر لیتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں کہ قبیلہ بنو فزارہ کا ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میری بیوی کے کالے رنگ کا لڑکا پیدا ہوا ہے اور مجھے اس لڑکے سے انکار ہے (یعنی میرا صلبی لڑکا نہیں ہے) آپ نے اس سے دریافت کیا کیا تمہارے پاس اونٹنیاں ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں ہیں، پھر آپ نے دریافت فرمایا ان اونٹنیوں کا رنگ کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا لال رنگ کی ہیں، آپ نے پھر دریافت فرمایا کیا ان اونٹنیوں میں کوئی سیاہی مائل کی اونٹنی بھی ہے؟ اس شخص نے کہا جی ہاں سیاہی مائل کی اونٹنی بھی ہے آپ نے اس سے سوال فرمایا بتاؤ اس اونٹنی میں سیاہی کیسے آئی؟ اس نے جواب دیا یہ نسل کا اثر ہے، آپ نے فرمایا اسی طرح تمہارے لڑکے میں بھی جو سیاہی آگئی ہے وہ بھی نسل کا اثر ہے۔

---

(۱) مجمع الزوائد ص۱۳۱ ج۱ (۲) مجمع الزوائد (۳) الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع از السنۃ قبل التدوین

منکرات سے بچنے کے لئے آپ کا طریقۂ تعلیم

قریش کا ایک نوجوان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا یا رسول اللہ مجھے زنا کی اجازت دیجئے، صحابہ جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ اسے جھڑکنے لگے اور کہنے لگے خاموش خاموش آپ نے اس نوجوان کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا، کیا تم اس فعل کو اپنی ماں کے لئے پسند کرو گے اس نے کہا بخدا نہیں میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا اور لوگ بھی اسے پسند نہیں کرتے ہیں، پھر آپ نے اس سے سوال کیا کیا تم اپنی بیٹی کے لئے یہ پسند کرو گے؟ اس نے کہا بخدا نہیں، میں آپ پر فدا ہو جاؤں پھر آپ نے اسی طرح اس کی بہن، پھوپھی اور خالہ کے متعلق سوال فرمایا اور سب کے جواب میں اس نوجوان نے وہی انکاری جملہ کہا اس کے بعد آپ نے اپنا دست مبارک اس کے سر کے اوپر رکھا اور یہ دعا کی۔

اللھم اغفر ذنبہ وطھر قلبہ وحصّن فرجہ — اے اللہ اس کی خطا کو معاف فرما، اس کے دل کو پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔

راوی کا بیان ہے کہ اس نوجوان نے پھر اس فعل قبیح کی طرف کبھی توجہ نہیں کی۔

مخاطب کے لب ولہجہ کے مطابق آپ کا کلام کرنا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مختلف قبائل کے لوگ آتے تھے، ان کے لب ولہجہ اور تلفظ میں ایک دوسرے سے فرق ہوتا تھا آپ ان قبائل عرب کے لوگوں کو سمجھانے کے لئے انہی کے لب ولہجہ اور تلفظ میں گفتگو فرماتے تھے تاکہ وہ آسانی سے سمجھ جائیں، اشعری قبیلے والے حرف لام کو میم سے بدل کر تلفظ کرتے تھے مثلاً کلام کو کمام کہتے تھے خطیب بغدادی عاصم اشعری کی روایت بیان کرتے ہیں

لیس من امبر امصیام فی امسفر (۱) — سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے

اصل میں یہ ہے۔

لیس من البر الصیام فی السفر

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ کلام

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ کلام کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

عن عائشہ رض انہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسرد الکلام کسردکم ولکن — حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) فتح الباری

کان اذا تکلم بکلام فصل یحفظہ من سمعہ (۱)

تمہاری طرح بے رکے گفتگو نہیں کرتے تھے بلکہ جب آپ گفتگو فرماتے تھے تو آپ کے جملے جدا جدا ہوتے تھے کہ سننے والا زبانی یاد کرلیتا تھا۔

وفی روایۃ۔ انما کان النبی یحدث حدیثا لو عدہ العاد لاحصاہ (۲)

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح گفتگو فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ کے جملوں کو شمار کرنا چاہتا تو شمار کرلیتا۔

حضرت انس سے مروی ہے۔

عن انس بن مالک رض ان النبی علیہ الصلاۃ والسلام کان اذا تکلم بکلمۃ اعادھا ثلاثا حتی تفھم عنہ واذا اتی علی قوم فسلم علیھم سلم علیھم ثلاثا (۳)

حضرت انس بن مالک رض راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کلام فرماتے تو اسے تین بار دہراتے تھے تاکہ آپ کی بات سمجھ میں آجائے اور جب آپ کسی قوم کے پاس جاتے تو انہیں تین بار سلام فرماتے تھے۔

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے اپنے احکام اس طرح بیان فرماتے تھے کہ کسی سائل کو مزید سوال کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی تھی، اور نہ کسی مشکل مسئلہ کو بغیر حل کئے ہوئے چھوڑتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے آسانی کو پسند فرماتے تھے

آپ اپنی امت کے لئے تمام دینی اور دنیاوی امور میں سہولت اور آسانی کو پسند فرماتے تھے، تشدد سختی اور الجھی ہوئی باتوں سے منع فرماتے تھے مسلمانوں کے لئے جس طرح آپ عزیمت پر عمل کرنے کا حکم دیتے تھے اسی طرح رخصت پر عمل کرنے کا بھی حکم دیتے تھے، آپ عبادت میں غلو کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور نہ احکام میں تنگی کو روا رکھتے تھے، آپ آسانی کی دعوت دیتے تھے۔

حضرت ابن عباس رض روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ا۔ علموا ویسّروا ولا تعسروا واذا غضب احدکم فلیسکت (۴)

لوگوں کو تعلیم دو آسانی پیدا کرو مشکل نہ بناؤ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے خاموش رہنا چاہئے۔

(۱) فتح الباری۔ (۲) فتح الباری (۳) فتح الباری (۴) مسند امام احمد۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۲۔ خیر دینکم ایسرہ وخیر العبادۃ الفقہ (۱) تمہارا بہترین دین زیادہ آسان ہے، اور بہتر عبادت سمجھ کی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو چیزوں میں سے جو زیادہ آسان ہوتی تھی اسی کو اختیار فرماتے تھے۔ بشرطیکہ اس میں گناہ نہیں ہوتا اگر اس میں گناہ ہوتا تو اس سے بہت دور رہتے تھے۔

ایک اعرابی مسجد نبوی میں آیا دو رکعت نماز پڑھی پھر یہ دعا مانگی اے اللہ مجھ پر اور محمدؐ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ کر، آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

لقد تحجرت واسعاً (۲) تو نے اللہ کی وسعت کو تنگ کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ میرے والد نے میری شادی ایک باحسب لڑکی سے کر دی اور وہی اپنی بہو کا خیال رکھتے تھے، انہوں نے اپنی بہو سے پوچھا تمہارے شوہر کیسے ہیں؟ اس نے جواب دیا اتنے ہی اچھے ہیں کہ ہمارے بستر پر قدم نہیں رکھا اور نہ ہمارے لئے بیت الخلا کا انتظام کیا کچھ دن گذرنے کے بعد میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا۔

عبداللہ کو میرے پاس بھیجدو۔

میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ سے دریافت کیا کس طرح روزے رکھتے ہو میں نے کہا ہر دن روزہ رکھتا ہوں پھر آپ نے پوچھا کس طرح ختم قرآن کرتے ہو؟ میں نے کہا ہر رات ایک ختم قرآن کر لیتا ہوں آپ نے فرمایا ہر مہینہ میں صرف تین دن روزے رکھو اور مہینہ میں ایک بار ختم قرآن کرو، میں نے کہا مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے، آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو اور دو دن روزہ نہ رکھو میں نے کہا مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے آپ نے فرمایا بہتر روزہ داؤد علیہ السلام کا تھا ایک روز روزہ رکھتے تھے اور دوسرے دن نہیں رکھتے تھے۔ اور سات دنوں میں ختم قرآن کیا کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کو قبول کر لیتا کیونکہ اب میں بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہوں (۳)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک تمام مسلمانوں کے معاملے میں ایک متواضع بھائی، ایک رحمدل معلم بلکہ ایک مہربان باپ کے جیسا ہوتا تھا، جب آپ اپنے صحابہ کو کسی امر کی تعلیم دینا چاہتے تو نہایت نرمی سے انہیں مخاطب کرتے تھے مثلاً آپ نے

---

(۱) جامع بیان العلم وفضلہ (۲) صحیح بخاری (۳) صحیح بخاری۔

ایک دفعہ فرمایا میں تمہارے لئے مثل باپ کے ہوں جب تم پائخانہ جاؤ تو قبلہ کی طرف رخ اور پشت نہ کرو، اور جب صحابہ آپ کی بیجا تعریف فرماتے تو آپ انہیں اس سے روکتے اور فرماتے۔

لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی بن مریم فانما انا عبد فقولوا عبدہ و رسولہ (۱)

میری تعریف میں غلو نہ کرو جیسا کہ نصاری نے عیسیٰ بن مریم کی تعریف میں غلو کیا تھا میں بندہ ہوں تم لوگ مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

آپ کبھی کسی سے بدلے اور شکر گذاری کے منتظر نہ رہتے تھے، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے طالب رہتے تھے اور اپنی امت کے ہر فرد کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت اور تلقین فرماتے تھے کیونکہ یہی ذریعہ سعادت آخرت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کی تحصیل حدیث

اگرچہ مدینہ میں صحابہ میں ایسے لوگ کافی تعداد میں تھے جو لکھنا جانتے تھے تاہم ابتدا میں کتابت حدیث کی ممانعت کی وجہ سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی تعلیم اپنی استعداد کے مطابق زبانی یاد داشت اور حافظے سے حاصل کرتے تھے۔ حافظہ ان کا فطری طور پر بہت قوی تھا، اسی زبردست حافظے کے ذریعہ یہ زمانہ جاہلیت وہ اپنے انساب، قومی روایات، گذشتہ جنگی واقعات، قبائلی حالات اور شعراء کے طویل قصیدے زبانی یاد رکھتے تھے اور اسی یاد داشت کی بنا پر وہ ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرتے تھے، ابتداء میں حدیث کے لکھنے کی ممانعت اس لئے تھی کہ قرآن مجید کی کتابت میں اختلاط اور التباس واقع نہ ہو، صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث یا بالشافہ سن کر حاصل کرتے بعد زبانی یاد کر لیتے تھے، یا بطریق مشاہدہ کے یعنی جو کچھ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اور تقریرات کو دیکھتے تھے ذہن نشین کر لیتے تھے، اور یا دوسرے صحابہ سے حدیثیں سن کر اپنے دلوں میں جگہ دیتے تھے کیونکہ سب صحابہ بیک وقت اپنے خانگی مشاغل کے سبب حاضر نہیں ہو سکتے تھے، اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہونے والے صحابہ کی تعداد میں کمی اور بیشی ہوتی رہتی تھی جن کی حاضری زیادہ ہوتی اور ان کی (استعداد اور قوت حافظہ بھی) زیادہ ہوتی ان سے حدیث کی روایت زیادہ ہوئی ہے اور جن کی حاضری کم ہوئی۔ ان سے روایت بھی کم ہوئی ہے، بعض صحابہ جن کی حاضری خدمت نبوی میں بہت ہوتی تھی جیسے ابو بکرؓ وغیرہ وہ غایت احتیاط کی بنا پر حدیث کی روایت کم کرتے تھے، صحبت نبوی میں زیادہ شرف حاصل کرنے والوں میں ایک حضرت ابو ہریرہؓ بھی ہیں یہ سنہ ہجری میں فتح خیبر کے دنوں میں یمن سے جوان کا وطن تھا مدینہ منورہ آئے یہاں آنے سے پہلے وہ یمن میں طفیل بن عمرو کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے، مدینہ میں انہوں نے صبح کی نماز سباع بن عرفطہ کے پیچھے پڑھی جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) مسند امام احمد

نے خیبر کی جنگ کے زمانہ میں مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر سے واپس تشریف لائے تو حضرت ابوہریرۃ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور صُفّہ میں رہنے کے لئے انہیں جگہ ملی جس کی وجہ سے شبانہ روز انہیں حدیث کے سننے اور زبانی یاد رکھنے کا زیادہ موقع ملا اللہ کے حافظہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا بھی فرمائی تھی اس سے حدیث کی روایت سب سے زیادہ ثابت ہے، امام بخاری نے کتاب العلم میں اس سے روایت کی ہے۔

ما من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبد اللہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں آپ سے حدیث کی روایت کرنے میں مجھ سے زیادہ کوئی نہیں ہے سوائے عبداللہ بن عمرو کے کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

صحابہ حدیث کی سماعت کی کمی کس طرح پوری کرتے تھے؟

جس طرح آجکل درسگاہوں میں علالت اور کسی سبب سے طلبہ کے کچھ اسباق چھوٹ جاتے ہیں تو وہ اس کی تلافی اپنے ساتھ والے طلبا سے پوچھ کر اور لکھ کر کر لیتے ہیں اسی طرح صحابہ کے روزانہ کے حدیث کے اسباق میں جب کمی آتی تھی تو وہ بھی اس کی تلافی دوسرے صحابہ سے دریافت کر کے کر لیتے تھے، صحابہ کے ناغے کی وجہ یہ تھی کہ انہیں بھی اپنی زندگی کی روزانہ ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مختلف کاموں میں مشغول رہنا پڑتا تھا جو مہاجرین تھے وہ اکثر تجارتی کاروبار کرتے تھے اور جو انصار تھے وہ کاشتکاری اور اونٹوں کے چرانے میں لگے رہتے تھے جب انہیں اپنے مشغلوں سے فرصت ہوتی تھی تو صحبت نبوی میں شرف حضوری حاصل کر کے قرآن اور حدیث کا سماعت کرتے اور غیر حاضری کے اوقات کی تلافی کرنے کے لئے وہ دوسرے حاضر باش احباب سے قرآن اور حدیث سنتے اور ان سے مذاکرہ کر کے زبانی یاد کر لیتے تھے چنانچہ حضرت عمر اپنے متعلق بیان کرتے ہیں۔

کنت انا وجار لی من الانصار فی بنی امیۃ بن زید وھی من عوالی المدینۃ وکنا نتناوب النزول علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل یوما وانزل یوما فاذا نزلت جئتہ بخبر ذلک الیوم من الوحی وغیرہ واذا نزل فعل مثل ذلک (۱)

میں اور میرا پڑوسی جو انصاری تھا بنو امیہ بن زید کے قبیلہ میں رہتے تھے جو مدینہ کے عوالی (اطراف مدینہ کا بالائی حصہ) میں تھا اور ہم دونوں باری باری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے ایک روز وہ اور ایک دن میں حاضر ہوتا تھا جس روز میں حاضر ہوتا اس دن کی وحی وغیرہ کی خبریں اپنے پڑوسی کے لئے لاتا اور میرا پڑوسی بھی ایسا ہی کرتا تھا۔

(۱) فتح الباری

حضرت براء بن عازب اوسی بیان کرتے ہیں:۔

کنا مشتغلین فی رعایۃ الابل واصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یطلبون ما یفوتھم سماعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیسمعونہ من اقرانھم وممن ھو احفظ منھم وکانوا یشددون علی من یسمعون عنہ (۱)

ہم لوگ اونٹوں کے چرانے میں لگے رہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن صحابہ کو حدیث کی سماعت فوت ہو جاتی تھی وہ اپنے اقران (ہم سن لوگوں) سے اور ان لوگوں سے جو زیادہ حافظے کے مالک تھے حدیث سنتے تھے ان پر زور دیتے تھے (تاکہ حدیث کے سنانے میں کوتاہی اور سستی نہ کریں)

وفی روایۃ عنہ لیس کلنا کان یسمع حدیثا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لنا ضیعۃ واشغال ولکن الناس لم یکونوا یکذبون یومئذ فیحدث الشاھد الغائب (۲)

حضرت براء بن عازب سے دوسری روایت ہے ہم میں سے سب کے سب ایسے نہ تھے جنہوں نے سب حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوں کیونکہ ہماری جائداد تھی اور دیگر مشاغل تھے اور لوگ اس زمانے میں جھوٹ نہیں بولتے تھے اس لئے حاضر باش حضرات غیر موجود رہنے والوں سے حدیث بیان کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے۔

لیس کل ما نحدثکم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعنا ۰ ولکن کان یحدث بعضنا بعضا ولا یتھم بعضنا بعضا (۳)

ہم جو کچھ حدیثیں آپ لوگوں سے بیان کرتے ہیں وہ سب ایسی نہیں ہیں جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں بلکہ ہم لوگ ایک دوسرے سے حدیث بیان کرتے تھے اور کوئی کسی کو (حدیث کے بیان کرنے میں) متہم نہیں کرتا تھا (یعنی کذب کا)

اور حضرت قتادہ سے روایت ہے۔

ان انسا حدث بحدیث فقال لہ رجل أسمعت ھذا

حضرت انسؓ نے ایک حدیث بیان کی اس وقت ایک شخص

(۱) معرفۃ علوم الحدیث للحاکم (۲) المحدث الفاصل بین الراوی والواعی (۳) نیل الاخبار منقول از کتاب السنۃ قبل التدوین

من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال نعم وحدثنی من لم یکذب واللہ ما کنا نکذب ولا کنا ندری ما الکذب (۱)

نے پوچھا کیا تم نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ انس نے کہا ہاں یا کہا مجھ سے ایسے شخص نے حدیث بیان کی ہے جس نے جھوٹ نہیں کہا ہے، بخدا ہم لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے اور نہ یہ جانتے تھے کہ جھوٹ کیا ہے۔

صحابہ کا سمجھ کے ساتھ قرآن وحدیث کی تحصیل کا شوق وذوق

صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت سمجھ سمجھ کے قرآن مجید کی آیتیں اور ان کی تشریحی حدیثیں اسی قدر پڑھتے اور سنتے تھے جس قدر وہ روزانہ آسانی سے زبانی کر سکتے تھے، جلیل القدر تابعی ابوعبدالرحمٰن سلمی سے روایت ہے۔

حدثنا الذین یقرؤننا القرآن کعثمان بن عفان و عبد اللہ بن مسعود وغیرھما انھم کانوا اذا تعلموا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر آیات لم یتجاوزوھا حتی یتعلموا ما فیھا من العلم والعمل قالوا فتعلمنا القرآن والعلم والعمل جمیعا (۲)

ہم سے ان لوگوں نے بیان کیا ہے جنہوں نے ہمیں قرآن پڑھایا تھا جیسے عثمان بن عفان اور عبد اللہ بن مسعود اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ کہ وہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی دس آیتیں پڑھ لیتے تھے تو ان آیات سے آگے نہیں بڑھتے تھے تاوقتیکہ ان آیات میں علم وعمل کی جو تعلیمات ہیں وہ سیکھ نہ لیں انہوں نے کہا کہ ہم نے قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ علم وعمل کی تعلیم بھی حاصل کی۔

نوجوانوں کا شوق حصولِ علم وطلب حدیث

تعلیم حاصل کرنے کے لئے نوجوان دور دراز مقامات سے آتے تھے اور کچھ دنوں مدینہ میں قیام کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام اسلام وعبادات وغیرہ کی تعلیم حاصل کر کے اپنی قوم اور اہل کے پاس واپس جاتے اور ان کو تعلیم دیتے تھے امام بخاری نے مالک بن حویرث سے تخریج کی ہے۔

قال أتینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن شببۃ متقاربون فاقمنا عندہ عشرین لیلۃ فظن انا اشتقنا اھلنا و سألنا عمن ترکنا فی أھلنا فاخبرناہ ، وکان رفیقا

مالک بن حویرث کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ہم سب نوجوان ہم سن تھے آپ کی خدمت میں بیس روز تک مقیم رہے پھر آپ کو خیال ہوا کہ ہم لوگوں کو اپنے

---

(۱) الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع از السنۃ قبل التدوین (۲) المدخل لدراسۃ القرآن الکریم منقول از السنۃ قبل التدوین

رحیما فقال ارجعوا الی اھلیکم فعلموھم ومروھم وصلوا کما رأیتمونی اصلی واذا حضرت الصلاۃ فلیؤذن لکم احدکم ثم لیؤمکم اکبرکم (۱)

گھروں کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے ہم لوگوں سے آپ نے دریافت فرمایا ان لوگوں کے بارے میں جن کو ہم نے گھروں میں چھوڑا ہے چنانچہ ہم نے آپ کو بتایا آپ رحمدل اور مہربان تھے آپ نے فرمایا تم سب اپنے گھروں کو واپس جاؤ اور اپنے گھر والوں کو تعلیم دو اور حکم دو اور نماز پڑھتے رہو اسی طرح جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور تم میں جو بڑا ہو وہ تمہارا امام نماز میں بنے۔

بادیہ نشینوں کا شوقِ طلبِ حدیث

اہل بلد کے علاوہ عرب کے بادیہ کے رہنے والوں کو بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی سماعت کا شوق اس قدر پیدا ہو گیا تھا کہ وہ اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر منزل بمنزل مسافت طے کر کے دربار رسالت میں آتے اور حدیث کی سماعت کرتے ان میں بعض ایسے بھی ہوتے تھے جو اپنے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نمائندے سے حدیث سن چکے ہوتے تھے پھر بھی علوِ اسناد اور شرف دیدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرنے کے لئے مدینہ آتے تھے اور آپ سے حدیث کی سماعت کرتے تھے حضرت انسؓ ضمام بن ثعلبہ کے متعلق بیان کرتے ہیں جو قبیلہ بنو بکر بن سعد سے تعلق رکھتے تھے۔

عن انسؓ قال کنا نھینا ان نسال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شئ فکان یعجبنا ان یأتیہ الرجل من اھل البادیۃ فیسألہ ونحن نسمع فاتاہ رجل منھم فقال یا محمد اتانا رسولک فزعم انک تزعم ان اللہ ارسلک قال صدق قال فمن خلق السماء؟ قال اللہ قال فمن خلق الارض؟ قال اللہ قال فمن نصب ھذہ الجبال قال اللہ فمن جعل فیھا ھذہ المنافع؟

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ہمیں ممانعت کر دی گئی تھی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے بارے میں سوال کریں اس لئے ہم پسند کرتے تھے کہ کوئی بادیہ نشین آئے اور آپ سے سوال کرے اور ہم لوگ سنیں چنانچہ بادیہ نشینوں میں سے ایک شخص آیا اور کہا اے محمدؐ ہمارے پاس آپ کا نمائندہ آیا اور اس کا یہ گمان ہے کہ آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے آپ نے فرمایا

---

(۱) صحیح البخاری۔

قال اللہ قال فبالذی خلق السماء والارض ونصب الجبال وجعل فیها هذه المنافع آللہ ارسلک؟ قال نعم، قال وزعم رسولک ان علینا خمس صلوات فی یومنا ولیلتنا قال صدق قال فبالذی ارسلک آللہ امرک بهذا؟ قال نعم قال وزعم رسولک ان علینا صدقة فی اموالنا قال صدق قال فبالذی ارسلک آللہ امرک بهذا؟ قال نعم، وزعم رسولک ان علینا صوم شهر فی سنتنا، قال صدق، قال فبالذی ارسلک آللہ امرک بهذا؟ قال نعم قال وزعم رسولک ان علینا حج البیت من استطاع الیه سبیلا قال صدق قال فبالذی ارسلک آللہ امرک بهذا؟ قال نعم قال والذی بعثک بالحق لا ازید علیهن ولا انقص منهن فلما مضی قال لئن صدق لیدخلن الجنة (۱)

میرے نمائندہ نے سچ کہا اس نے پوچھا آسمان کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ نے اس نے پوچھا زمین کس نے پیدا کی ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ نے۔ اس نے پوچھا پہاڑ کس نے نصب کئے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ نے، اس نے پوچھا یہ سارے منافع ان میں کس نے رکھے ہیں آپ نے فرمایا اللہ نے، اس شخص نے کہا قسم اس ذات کی جس نے یہ آسمان و زمین بنائے اور پہاڑوں کو نصب کیا اور ان میں منافع رکھے ہیں۔ کیا آپ کو اللہ نے رسول بناکر بھیجا ہے آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کے نمائندہ کا خیال ہے کہ ہم پر رات دن میں پانچ وقتوں کی نماز فرض ہے آپ نے فرمایا ہمارے نمائندہ نے سچ کہا ہے اس نے پوچھا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بناکر بھیجا ہے کیا اللہ نے اس کا حکم آپ کو دیا ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کے نمائندہ کا گمان ہے کہ ہم پر ہمارے مال میں زکوٰۃ فرض ہے آپ نے فرمایا سچ کہا ہے اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بناکر بھیجا ہے کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کے نمائندہ کا گمان ہے کہ ہم پر ایک ماہ کا روزہ فرض ہے آپ نے فرمایا سچ کہا ہے اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بناکر بھیجا ہے کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کے نمائندہ کا گمان ہے کہ ہم پر خانہ کعبہ کا حج فرض ہے جو راہ کی استطاعت رکھے آپ نے فرمایا سچ کہا ہے اس نے کہا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو رسول

بنا کر بھیجا ہے، کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے آپ نے
فرمایا ہاں! اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے
ساتھ آپ کو مبعوث کیا ہے ان باتوں پر نہ زیادہ کروں گا اور
نہ کم جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے فرمایا اگر اس نے صدق
دل سے کہا ہے تو جنت میں داخل ہوگا۔

حدیث کی اشاعت میں عورتوں کا حصہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس مردوں تک محدود نہ تھیں، کثرت سے عورتیں بھی مسجد نبوی میں حاضر ہوتی تھیں اور حدیثیں سنا کرتی تھیں، عیدین کی نمازوں میں بھی عیدگاہ میں جمع ہوتی تھیں اور آپ کی موعظت سے استفادہ کرتی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کے لئے اگلی صف میں عید کا خطبہ سنانے کے بعد عورتوں کی صف میں تشریف لاتے اور انہیں نصائح فرماتے اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ فرماتے مگر عموماً مجالس میں مردوں کا غلبہ ہوتا تھا اس لئے عورتوں کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ زنانہ مجلس کے لئے خاص دن مقرر فرمایا جائے آپ نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا۔ اس زنانہ مجلس میں عام و خاص ہر قسم کے مسائل کے متعلق وہ سوالات کرتی تھیں جن کا جواب آپ دیتے تھے عورتیں سوال کرنے سے پہلے یہ جملہ کہتی تھیں۔

یا رسول اللہ! ان اللہ لا یستحیی من الحق	اے رسول اللہ! اللہ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا ہے

پھر اصل مطلب کے متعلق سوال کرتی تھیں، جیسا کہ بخاری میں آیا ہے مثلاً

هل علی المرأة من غسل اذا احتلمت	کیا عورت پر غسل فرض ہے جب اسے احتلام ہو؟

زیادہ تر سوال انصار کی عورتیں کرتی تھیں ان کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں

نعم النساء نساء الانصار لم یمنعهن الحیاء ان یتفقهن فی الدین	انصار کی عورتیں بڑی اچھی ہیں دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لئے حیا نے ان کو نہیں روکا۔

اور جو عورتیں حیا کی وجہ سے سوالات نہیں کر سکتی تھیں وہ اُمہات المؤمنین کو ذریعہ بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب حاصل کرتی تھیں، اس طرح عورتوں سے بھی حدیث کی اشاعت ہوتی رہی اور صحابیات سے بھی تابعین کو کافی حدیثیں پہونچیں۔

اُمّہات المؤمنین اور حدیث کی خدمات

اُمّہات المؤمنین یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں کم بیش سبھوں نے حدیث کی اشاعت میں

حصہ لیا، ان میں سب سے زیادہ حدیث کی اشاعت اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ہوئی، وہ فہم و فراست ذہن و ذکاوت اور قوت حافظہ کے اعلیٰ اوصاف سے متصف تھیں، تفقّہ اور اجتہاد میں ان کا درجہ بلند تھا اور ان کی نمایاں خصوصیت تھی کہ جب وہ کسی بات کو نہیں جانتی تھیں یا کسی مسئلہ کو واضح طور سے جاننا چاہتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتی تھیں۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من حوسب عذب — جس سے حساب لیا جائے گا وہ عذاب میں مبتلا ہوگا

حضرت عائشہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں ہے؟

فسوف یحاسب حسابا یسیرا — اس سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

انما ذلک العرض ولکن من نوقش الحساب یھلک — وہ "عرض" ہوگا یعنی حساب صرف پیش کر دیا جائے گا لیکن جس سے حساب میں چھیڑ چھاڑ ہوگی وہ ہلاک ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ازواج مطہرات کے پاس ہوتے تھے اس وقت بھی اکثر وحی نازل ہوئی تھی آپ اپنی ازواج مطہرات کو بھی قرآن مجید پڑھاتے اور حدیث سناتے تھے اسی لئے قرآن مجید میں یہ آیت ہے۔

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی — اے نبی کی بیبیو! اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی سی جاہلیت کے زمانہ کی طرح زینت کے ساتھ باہر نکل کر نہ پھرو

پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۳۳

نیز انہیں یہ حکم دیا گیا تھا۔

واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من ایات اللہ والحکمۃ — اور تمہارے گھروں میں کتاب اللہ کی جو آیات اور حکمت یعنی احادیث پڑھی جاتی ہیں ان کو یاد کرو

پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۳۴

اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو وحی کی شان نزول اور نازل شدہ قرآنی آیتیں بر وقت اور سب سے پہلے معلوم ہو جاتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کی تفسیر و تشریح بھی اپنی ازواج مطہرات کو بتاتے تھے جس کی شہادت اوپر کی آیت کریمہ دیتی ہے۔ ان ازواج مطہرات کی وساطت سے صحابہ کی عورتوں کو اپنے ذاتی مسائل مثلاً غسل جنابت حیض و نفاس، نکاح و طلاق، اور عدت و سکونت وغیرہ مسائل آسانی سے معلوم ہو جاتے تھے جن کو وہ بوجہ شرم و حیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پوچھ سکتی تھیں۔

شاید یہی حکمت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعدد ازواج کی اجازت عطا فرمائی تھی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام کو جب کسی مسئلہ کی فہم میں مشکل پیش آتی تھی تو وہ اُمہات المؤمنین کی طرف عموماً اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی طرف خصوصاً رجوع کر کے مشکل رفع کرتے تھے۔

حضرت عروہ بن الزبیر حضرت عائشہؓ کی بہن کے بیٹے تھے، اور قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ حضرت عائشہؓ کے بھائی کے بیٹے تھے اور یہ دونوں جلیل القدر تابعی اور مدینہ کے سات مشہور فقہاء (فقہاء سبعہ) میں سے تھے اور قاسم بچپن ہی سے حضرت عائشہؓ کی پرورش اور تربیت میں رہے کیونکہ جب یہ چھوٹے تھے تو ان کے والد محمد بن ابی بکر قتل کر دیئے گئے تھے، محمد بن ابی بکر حضرت عائشہؓ کے علاتی (سوتیلے) بھائی تھے، حقیقی بھائی کا نام عبدالرحمٰن ابن ابی بکر تھا، حضرت عائشہؓ کے ایک اور علاتی بھائی عبداللہ بن ابی بکر تھے جو حضرت اسماء بنت ابی بکر کے حقیقی بھائی تھے ان کی والدہ ایمان نہیں لائی تھیں اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے انہیں طلاق دیدی تھی، غرض عروۃ بن زبیر اور قاسم بن محمد بن ابی بکر دونوں کو قرابت خاص کی وجہ سے اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کے پاس بغیر کسی روک ٹوک کے جاکر مسائل اور حدیث نبوی کے معلوم کرنے میں کوئی دشواری نہیں پیش آتی تھی، اسی طرح سالم بن عبداللہ بن عمرؓ ام المومنین حضرت حفصہؓ کے بھائی کے بیٹے تھے، یہ بھی جلیل القدر تابعی اور ایک روایت کی بنا پر مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک شمار کئے جاتے تھے وہ بھی اپنی پھوپھی حضرت حفصہؓ کے پاس برابر آتے تھے اور مسائل معلوم کرتے تھے۔

اُم المؤمنین حضرت میمونہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خالہ تھیں اور سلیمان بن یسار حضرت میمونہؓ کے مولیٰ تھے اور مشہور تابعی اور مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک تھے ان دونوں حضرات کو بھی حضرت میمونہؓ سے حدیث کے سننے اور ان سے مسائل کے معلوم کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی ان وجوہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے حدیث نبوی کی اشاعت بہت کافی حد تک ہوئی۔

بعوث اور وفود کے ذریعہ حدیث نبوی کی اشاعت

سنہ ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ جو کفار مکہ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوئی تھی اس کی وجہ سے جنگوں کا سلسلہ رک گیا، اور ہر جگہ امن و امان قائم ہو گیا، لوگ ایک دوسرے سے ملنے لگے، اور آپس میں اختلاط بڑھتا گیا، صحابہ جہاں جاتے دوسروں پر اسلامی اثر قائم کرتے، ان کو قرآن کی آیتیں اور حدیثیں سناتے تھے، اسی زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلامی کے سلسلے میں خطوط لکھوائے، جو قبائل اسلام لا چکے تھے ان کے پاس سنن اور احکام دین کی تعلیم کے لئے بعوث (وہ جماعت جو کسی مقصد کے لئے روانہ ہو) روانہ فرمائے، چنانچہ یمن، بحرین، یمامہ، حضرموت، عمان اور دوسرے شہروں اور علاقوں میں بعوث نے (جو رحمت کے پیغامی بن کر پہونچے تھے) قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ سنن کی تعلیم بھی دی، جس سے حدیث کی اشاعت اور ترویج ان بعوث کے

ذریعہ پورے عرب کے علاقوں میں ہوتی رہی، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعوث کو روانہ کرتے وقت انہیں طریقہ تعلیم اسلوب دعوت اور تبلیغ اسلام کے طریقے اچھی طرح ذہن نشین فرما دیتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ کرتے وقت اس طرح آپ نے ہدایت فرمائی تھی۔

انک تاتی قوما اھل کتاب فقل لھم ان اللہ فرض علیکم فی الیوم اللیلۃ خمس صلوات فان ھم اطاعوک فقل ان اللہ فرض علیکم فی السنۃ صوم شھر رمضان فان ھم اطاعوک فقل ان اللہ فرض علیکم فی اموالکم صدقۃ تؤخذ من اغنیائکم فترد فی فقرائکم۔ الخ

تم اہل کتاب کی قوم کے پاس جا رہے ہو، ان سے کہنا کہ اللہ نے تم پر دن رات میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے اگر تمہاری بات مان لیں تو پھر کہنا اللہ نے تم پر سال میں ماہ رمضان کا روزہ فرض کیا ہے، اگر تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو پھر ان سے کہنا اللہ نے تم پر تمہارے اموال میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو تمہارے مالداروں سے لی جائے گی اور تمہارے غریبوں پر تقسیم کی جائے گی۔ (آخر حدیث تک)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور تعلیم سے بعوث (تبلیغی جماعتوں) نے قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حدیث نبوی کی بھی اشاعت پورے ملک عرب میں کی جس کا ثمرہ بہت اچھا ظاہر ہوا۔

ایک طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جانب سے قبائل عرب میں اسلامی تعلیم اور ہدایت کے لئے بعوث روانہ فرماتے تھے اور دوسری طرف قبائل عرب کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مسلسل وفود آتے رہے اور کچھ دنوں تک خدمت نبوی میں رہ کر اور دینی تعلیم سے آگاہ ہو کر اپنے قبائل میں واپس جاتے اور اپنے اپنے قبیلے کے لوگوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرتے رہے۔ یہ وفود (وفد کی جمع) قرآن کی سورتیں اور آیتیں اور احادیث بھی حفظ کر کے واپس جاتے تھے، اور ان دونوں علوم کی تبلیغ اپنے اپنے قبیلوں میں کرتے تھے ان وفود کے ذریعہ سے بھی بلاد عرب میں حدیث کی کافی اشاعت ہوئی، قبائل عرب کے سب سے زیادہ وفود ۹ ہجری میں مدینہ منورہ میں آئے اسی لئے اس سال کو سنۃ الوفود (وفدوں کا سال) کہتے ہیں، وفود جب آتے تھے صحابہ کی موجودگی میں ان کی گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی تھی، جو سوالات وہ کرتے تھے اور جو جواب اُن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے صحابہ وہ سب سنتے، ان وفود کے حالات کو دیکھتے اور ایک ایک کو پہچاننے کی کوشش کرتے تھے تاکہ آئندہ ان سے جو روابط قائم ہوں ان کو استوار کرنے میں مدد ملے، اور جس منہج اور طریقہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وفود کو تعلیم عطا فرمائی اسی منہج اور طریقہ کو آئندہ بھی قائم رکھا جا سکے، وفود جو آتے تھے ان کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا جاتا تھا اور جس قسم کی امداد کی ضرورت ہوتی تھی دی جاتی تھی اور جاتے وقت

وہ مالی امداد لے کر خوش خوش جاتے تھے، وفود کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح تعلیم دیتے تھے ذیل کے واقعات سے اس پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قبیلۂ عبد القیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! ہم آپ کی خدمت میں حرمت کے مہینوں میں ہی آسکتے ہیں (جبکہ ہر جگہ امن رہتا ہے یعنی ایام حج) اور ہمارے اور آپ کے درمیان میں مضر کا قبیلہ حائل ہے (ان کی دشمنی کی وجہ سے ہماری آمد و رفت نہیں ہو سکتی ہے) آپ ہمیں وہ ضروری باتیں بتا دیجئے کہ واپس جاکر اپنے قبیلے کے لوگوں کو بتائیں اور اس کی وجہ سے ہم جنت میں جائیں، انھوں نے شراب کے برتنوں کے متعلق بھی دریافت کیا، آپ نے ان کو چار چیزوں کے کرنے کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا۔

امرھم بالایمان باللہ وحدہ قال أتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہ أعلم قال شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ، واقام الصلاۃ، وایتاء الزکاۃ و صیام رمضان، وان تعطوا من المغنم الخمس، ونھاھم عن اربع عن الحنتم، والدباء، والنقیر، والمزفت وقال احفظوھن واخبروھن من وراءکم (رواہ البخاری فی کتاب الایمان)

آپ نے انہیں حکم دیا ایک اللہ پر ایمان لاؤ، آپ نے ان سے پوچھا کیا جانتے ہو؟ ایک اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم رکھنا، زکاۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ مال غنیمت سے پانچواں حصہ دو اور چار چیزوں سے منع فرمایا۔ حنتم، دُبّاء، نقیر، اور مُزفّت سے پھر فرمایا ان باتوں کو زبانی یاد کرلو اور جو لوگ تمہارے پیچھے ہیں انہیں ان تعلیمات سے آگاہ کرو۔ (حنتم، دُبّاء، نقیر اور مزفت ظروف یعنی برتنوں کے نام ہیں جن میں شراب بنائی جاتی اور رکھی جاتی تھی)

قبیلۂ تجیب کا وفد خدمت نبوی میں حاضر ہوا جو تیرہ افراد پر مشتمل تھا اور اپنے ساتھ زکاۃ کی رقم بھی لیتا آیا تھا، آپ نے اس وفد کی بھی بہت خاطر مدارات کی، ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم پر زکاۃ جس قدر فرض ہے وہ بھی لیتے آئے ہیں، یہ سُن کے آپ بہت خوش ہوئے، آپ نے فرمایا اس رقم کو واپس لے جاؤ اور اپنے قبیلے کے غریب اور مسکین لوگوں میں تقسیم کر دو، انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم غریبوں کو دے کر جو بچا ہے وہ لائے ہیں۔ حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ! اس وفد کے مانند اور کوئی دوسرا وفد نہیں آیا ہے آپ نے فرمایا۔

ان الھدی بید اللہ عزوجل فمن اراد بہ خیرا شرح صدرہ للایمان۔ ہدایت اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے، اللہ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اس کے سینے کو ایمان کے لئے کھول دیتا ہے

پھر اس وفد نے قرآن اور سُنن کی بابت دریافت کیا یہ سن کر آپ اس وفد کی جانب بہت زیادہ متوجہ ہوئے، جب یہ وفد واپس جانے لگا تو لوگوں نے اس سے پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں وفد نے جواب دیا ہم واپس جاکر اپنے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی خبر سنائیں گے اور جو کچھ علم حاصل ہوا ہے وہ بتائیں گے۔ پھر وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت کی اجازت لینے آئے آپ نے حضرت بلال کو اس وفد کے لئے انعامات دے کر بھیجا اور دریافت فرمایا کیا اور کوئی شخص باقی رہ گیا ہے وفد نے جواب دیا ہاں ایک کمسن لڑکا رہ گیا ہے۔ جو ہمارے سامان کی نگرانی کر رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کمسن لڑکے کو اپنے پاس بلایا، اس لڑکے نے آکر کہا یا رسول اللہ میں اس وفد کا ایک فرد ہوں جو ابھی آپ کے پاس آیا تھا آپ نے اس وفد کے سب آدمیوں کی ضرورت پوری فرمادی ہے، میری ضرورت بھی پوری فرمادیجئے آپ نے اس سے دریافت فرمایا تمہاری ضرورت کیا ہے؟ اس نے کہا آپ اللہ عزوجل سے میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں اور یہ دعا کریں کہ اللہ مجھ پر رحم فرمائے اور "غنا" میرے دل میں ڈال دے آپ نے اسی وقت اس کمسن لڑکے کے لئے یہ دعاء فرمائی۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ واجعل غناہ فی قلبہ اے اللہ اس لڑکے کی مغفرت فرما اس پر رحم کر اور اس کے دل میں غنا پیدا کر دے۔

آپ نے اس لڑکے کے لئے اسی قدر انعام دینے کا حکم عطا فرمایا جس قدر اس وفد کے دوسرے لوگوں کو دیا گیا تھا پھر اس وفد کے لوگ آئندہ حج کے موقع پر بمقام منیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے مگر وہ کمسن لڑکا نہیں آیا آپ نے اس کی خیریت دریافت کی، ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! اس کے جیسا لڑکا ہم نے آج تک نہیں دیکھا ہے اور اس کے جیسا اللہ کی دی ہوئی قناعت اور غنا والا بھی کسی کو نہیں دیکھا اگر ساری دنیا کو لوگ آپس میں بانٹ لیں جب بھی وہ دنیا کی طرف اپنی نظر نہ ڈالے گا، اور نہ اس کی جانب ملتفت ہوگا یہ سن کے آپ نے فرمایا۔

الحمد للہ انی لارجوان یموت جمیعا الحمد للہ مجھے امید ہے کہ وہ مرجائے گا پوری طرح

ان میں سے ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا سب آدمی نہیں مریں گے؟ آپ نے فرمایا کہ انسان کی خواہش اور افکار دنیا کی وادیوں میں پھیلے ہوئے ہیں، انہیں وادیوں میں سے کسی میں آدمی کی موت آجاتی ہے، اللہ عزوجل کو اس کی پروا نہیں کہ آدمی کس وادی میں ہلاک ہوا۔

اس خاکسار کو بھی اول دفعہ اس حدیث کے مفہوم کو سمجھنے میں دقت محسوس ہوئی اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو دقت دور ہوگئی اور دو باتیں سمجھ میں آئیں ایک یہ کہ جس طرح اس نوجوان عرب کی طمع کی خواہش مردہ ہوگئی ہے اسی طرح ان کی سب دوسری نفسانی خواہشیں بھی مردہ ہوجائیں گی اور وہ سچا مومن بندہ بن جائے گا۔ دوسری بات یہ سمجھ میں آئی کہ اس نوجوان

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اعلیٰ صفات قناعت اور غنا کی پیدا ہوگئی تھیں۔
کہیں ایسا نہ ہو کہ اس نوجوان کے قبیلہ والے اس کی ان اعلیٰ صفات کو دیکھ کر اُسے مظہر خدا سمجھ کے اس کو فوق البشر سمجھ لیں اور اُسے حی لایموت قرار نہ دیں جس کی وجہ سے قبیلے والے گمراہ ہو جائیں گے اس لئے ان لوگوں کو فاسد عقیدے سے محفوظ رکھنے کے لئے آپ نے فرمایا کہ دنیا کے سب آدمی مر جائیں گے جن میں وہ نوجوان بھی مرے گا وہ بندہ پیدا ہوا اور بندہ ہو کر مرے گا (واللہ اعلم بالصواب (یہ کلام معترضہ تھا) غرض ان وفود سے جو آپ کے پاس آتے تھے اور ان بعوث سے جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف قبائل اور سرداروں کی طرف روانہ فرماتے تھے سنت نبوی کی اشاعت اور تدوین کا نمایاں طور سے ہوئی۔

"حجۃ الوداع"

جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے جزیرہ نمائے عرب میں اسلامی حکومت استوار ہوگئی تو سنہ ۱۰ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے حج کا ارادہ فرمایا۔ اس حج میں نوے ہزار مسلمانوں کا اجتماع ہوا جس کی تبلیغ کے لئے آپ نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کو اپنا مبلغ بنایا تھا، اس عظیم مجمع میں عرفات کے میدان میں آپ نے نہایت جامع بلیغ اور طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں بہت سے احکام اور سنن آپ نے بیان فرمائے۔ اسلام نے جاہلیت کے جن آثار اور نشانیوں کو باطل کیا تھا ان کو ظاہر فرما کر دوبارہ اُن کی تردید فرمادی آپ نے اپنا خطبہ مبارک اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد ان کلمات سے شروع فرمایا۔

ایھا الناس! اسمعوا قولی فلعلی لا القاکم بعد عامی ھذا بھذا الموقف ابداً	اے لوگو! میری بات سنو شاید اس سال کے بعد اس مقام پر میں تم سے کبھی نہ مل سکوں گا

اس کے بعد آپ نے تفصیل سے حج کے مناسک بیان فرمائے اور گویا آپ نے اپنی اجل کی قربت کو محسوس فرمالیا تھا اس لئے آپ نے تمام ضروری باتوں کو جو بیان فرمانا چاہتے تھے بیان فرمایا اور کسی بات کو آئندہ کے لئے اٹھا نہ رکھا آپ نے اس خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

الا ھل بلغت اللھم اشھد، فلیبلغ الشاھد منکم الغائب۔	آگاہ رہو میں نے پوری طرح سے تبلیغ کی ہے اے اللہ! تو گواہ رہ، اب چاہیئے کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں کو جو یہاں نہیں ہیں میرے احکام پہونچا دیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جامع خطبہ (جس کے چند جملے یہاں بیان کئے گئے ہیں) اور یہ عظیم اجتماع بھی عرب کے مختلف

قبائل میں آپ کے سنن و حدیث کے نشر و اشاعت کا اہم سبب اور عامل رہا، یہ اجتماع دعوت اسلامیہ کے لئے علمی اور حدیث نبوی کی اشاعت کے لئے خصوصی تھا، اسی موقع پر کتاب الٰہی کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (پ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۳)

آج تمہارے لئے تمہارا دین کو میں نے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو میں نے پسند کیا۔

الحمدللہ یہ نعمت الٰہی قرآن و سنت چودہ صدی سے فیضیاب کر رہی ہے، قرآن کی حفاظت حفاظ قرآن اور سنت کی حفاظت حفاظ حدیث اپنے سینوں میں محفوظ رکھ کے کر رہے ہیں اور قرطاس کے صفحات پر کتابت اور طباعت کے ذریعہ دنیا چیزوں کی جو حفاظت عالم اسلامی میں ہو رہا ہے وہ نور علی نور ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہو رہا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ پ ۱۴ سورۃ الحجر آیت ۹

ہم نے ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے، اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

حدیث نبوی کی روایت و اشاعت کی اجازت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشفقانہ تعلیم و تربیت سے صحابہ کی عظیم جماعت تیئیس سال کی مدت میں تیار ہوئی جو علمائے حق اور عاملین قرآن و سنت کے نام سے موسوم کئے جانے کے یقیناً لائق تھی جس طرح قرآن کریم کی اشاعت کا اس جماعت کو حکم دیا گیا تھا اسی طرح سنت کی تبلیغ کی ذمہ داری بھی اسی پر عائد کی گئی تھی، حدیث نبوی کی سماعت، روایت اور تبلیغ کے متعلق ذیل کی حدیثیں ہیں۔

۱۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبداً سمع مقالتی فوعاھا ثم اداھا الی من لم یسمعھا الحدیث۔

اللہ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میری بات سنی اور اسے یاد رکھا پھر اس بات کو ایسے شخص تک پہونچا دیا جس نے وہ بات نہ سنی ہو۔

۲۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم خذوا عنی فی غایر ما حملہ ثنت و بلغوا عنی

مجھ سے میری زبانی بیان کی ہوئی حدیث (یعنی قولی حدیث) کو بھی لو اور میری طرف سے لوگوں تک پہونچا دو۔

۳۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین

تم لوگ میری سنت کو اور خلفائے راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں ان کی سنت کو اپنے اوپر لازم کرو۔

۴۔ تسمعون ویسمع منکم۔

تم لوگ حدیث سنو گے اور تم سے بھی حدیث سنی جائے گی۔

حدیث نبوی کی روایت کرنے اور اس کو پھیلانے کے لئے صحابہ کرام آفاق میں پھیل گئے اور نہایت جانفشانی اور تن دہی سے

حدیث نبوی کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول ہوئے یہ انہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث نبوی کا پورا ذخیرہ بھی ہم تک بحفاظت تمام پہنچا ہے۔

حدیث کی روایت باللفظ اور بالمعنیٰ کی تشریح

اقتباس از کتاب السنۃ قبل التدوین

تمام صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین، حدیث کی روایت میں بہت زیادہ محتاط واقع ہوئے تھے، جب وہ کسی حدیث نبوی کی روایت کرتے تھے تو خشیت الٰہی ان پر طاری ہو جاتی تھی اور نہایت احتیاط اور تقویٰ کے ساتھ حدیث کی روایت کرتے تھے، اور حدیث کے تمام حروف اور معنی کے ضبط اور فہم کا جب انہیں وثوق ہو جاتا تھا تب وہ روایت حدیث کی جرأت کرتے تھے کیونکہ ان کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث برابر پیش نظر رہتی تھی۔

من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لینا چاہیے۔

کسی صحابی سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اس کی یہی تمنا اور خواہش ہوتی تھی کہ کاش کوئی دوسرے صحابی اس کا جواب دیدیں تا کہ وہ جواب کی ذمہ داری کے بارے سبکدوش رہے بعض صحابی حدیث بیان کرنے سے اس لئے تامل کرتے تھے کہ کہیں حدیث میں کچھ زیادتی یا کمی نہ ہو جائے، خلاد بن سعد بن مسعود کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے کسی نے کہا آپ حدیث کی روایت کیوں نہیں کرتے ہیں جس طرح دوسرے فلاں اور فلاں صحابی روایت کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں نے بھی حدیث سنی ہے جس طرح ان لوگوں نے سنی ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شریک بھی ہوا ہوں جس طرح وہ شریک ہوئے ہیں، لیکن حدیث ہنوز باقی ہے اور حاملین حدیث اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں ابھی لوگ باقی ہیں جو حدیث کی روایت کے لئے کافی ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روایت اپنے لئے اس وجہ سے پسند نہیں کرتا کہ کہیں مجھ سے حدیث میں کمی یا زیادتی نہ ہو جائے اور زیادہ تر صحابہ کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ حدیث کو بلفظہ ادا کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح تکلم فرمایا ہے بجنسہ انہیں الفاظ سے حدیث کی روایت کی جائے اور حدیث کے ادا کرنے میں ایک لفظ اور حرف کی بھی کمی اور بیشی نہ ہونے پائے، تا کہ روایت میں کسی قسم کی خطا واقع نہ ہو ورنہ گنہگار ہوں گے بعض صحابہ ایسے بھی تھے جو بوقت ضرورت بالمعنیٰ روایت کی رخصت کے قائل تھے، تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تقریباً تمام صحابہ کا دستور تھا اور اس بات کے کوشاں رہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کو جن الفاظ سے سنا ہے انہیں الفاظ کو حفظ کر کے ادا کریں اور اس امر کو کبھی روا نہ رکھتے تھے کہ حدیث نبوی میں ایک حرف بھی بدل

جائے یا ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ آجائے یا حدیث کے کسی لفظ میں تقدیم و تاخیر ہو جائے۔ حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے وہ فرماتے تھے

من سمع حدیثا فحدث بہ کما سمع فقد سلم ۔ جس نے کوئی حدیث سنی اور جیسی سنی ویسی ہی ادا کی تو وہ محفوظ رہا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور زید بن ارقم سے بھی اسی طرح کی روایت مذکور ہے۔

حدیث کی روایت باللفظ کے تشدد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بہت مشہور تھے، محمد بن سوقہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو جعفر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنتے یا کسی معرکہ میں آپ کے ساتھ ہوتے تو روایت کرنے میں نہ کچھ کمی کرتے اور نہ زیادتی کرتے تھے چنانچہ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر بیٹھے ہوئے تھے اور عبید بن عمیر اہل مکہ سے کچھ بیان کر رہے تھے۔ عبید بن عمیر نے کہا۔

مثل المنافق کمثل الشاۃ بین الغنمین ان اقبلت الی هذہ الغنم نطحتها وان اقبلت الی هذہ نطحتها۔ منافق کی مثال اس بکری کی جیسی ہے جو دو بکریوں کے درمیان میں ہو اگر ایک کے پاس آتی ہے تو وہ سینگ مار کر بھگا دیتی ہے اور جب دوسری بکری کے پاس جاتی ہے تو وہ بھی سینگ مار کر نکال دیتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سن کر کہا کہ روایت اس طرح نہیں ہے، یہ سن کر عبید بن عمیر غصہ میں آ گئے، اس مجلس میں عبداللہ بن صفوان بھی تھے، انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا اے ابو عبدالرحمن (ابن عمر کی کنیت ہے) اللہ آپ پر رحم فرمائے پھر حدیث کس طرح ہے۔ ابن عمرؓ نے کہا

قال مثل المنافق مثل الشاۃ بین الربیضین ان اقبلت الی ذا الربیض نطحتها وان اقبلت الی ذا الربیض نطحتها۔ آپ نے فرمایا، منافق کی مثال اس بکری کی جیسی ہے جو بکریوں کے دو باڑوں کے درمیان میں ہو اگر وہ اس باڑے میں آتی ہے تو بکریاں سینگ مار کر اسے بھگا دیتی ہیں اور اگر اس باڑے میں جاتی ہے تو وہاں کی بکریاں بھی اسے سینگ مار کر نکال دیتی ہیں۔

پہلی روایت میں غنم کا لفظ ہے جس کے معنی بکری کے ہیں اور ابن عمرؓ کی روایت میں غنم کے بدلے ربیض کا لفظ ہے جس کے معنی وہ بکریاں ہیں جو اپنے رہنے کی جگہ میں ہوں جسے باڑہ کہتے ہیں یعنی (بزخانہ) ابن صفوان نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے دونوں روایتیں ایک ہی ہیں ابن عمرؓ نے کہا میں نے اسی طرح سنا ہے۔ (مسند امام احمد ص ۲۹، از السنۃ قبل التدوین)

حضرت ابن عمرؓ نے روایت کی بنی الاسلام علی خمس الخ ۔ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے۔

ایک شخص نے اس حدیث کو دہرایا اور صیام رمضان کو حج البیت سے پہلے بیان کیا، ابن عمرؓ نے فرمایا نہیں جناب بلکہ لفظ صیام کو حدیث کے آخر میں رکھئے جیسا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے (۱)

اسی بنا پر اکثر محتاط رُواۃ کا حال تھا کہ روایت حدیث کے بعد کہتے تھے کذا و کذا او ایسا اور ایسا فرمایا یا کہتے تھے۔

لا ادری بایھما بدأ او ایھما قال قبل یا بعد	مجھے معلوم نہیں ان دو لفظوں میں کس لفظ سے ابتدا کی یا ان دونوں میں سے پہلا لفظ کون سا ہے۔؟

یا اسی قسم کے جملے راوی کے ہوتے تھے اسی طرح کوئی راوی یہ کہنا چاہتا ہے کہ اس نے حدیث سنی ہے بھی ہے لیکن اسے دو اسموں کی ترتیب محفوظ نہیں ہے کہ مقدم کون لفظ ہے اور مؤخر کون ہے اس لئے اس نے شک کے تقاضا کو ظاہر کر دیا ہے، اور یہ کہ شک اصل حدیث میں نہیں ہے جس کی ایک مثال یہ ہے۔

خالد بن زید الجہنی راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قریش والانصار و اسلم و غفار او غفار و اسلم (۲)

راوی کو شک تھا کہ دوسرے جملے میں پہلے اسلم تھا یا غفار، آپ نے اسلم و غفار فرمایا یا غفار پہلے اور اسلم بعد کو، بعض راوی حدیث کے الفاظ کی حفاظت میں اس قدر احتیاط برتتے تھے کہ حدیث کے کسی لفظ میں ایک حرف کی بیشی یا حذف کو بھی منع کرتے تھے، اگرچہ ایسا کرنے سے معنی میں کچھ فرق نہیں پڑتا ہے، مثلاً سفیان کی روایت ہے۔

قال علی ثنا الزہری انہ سمع انس بن مالک یقول نھیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الدباء والمزفت ان ینتبذ فیہ فقیل لسفیان ان ینبذ فیہ؟ فقال لا، ھکذا قالہ لنا الزہری "ینتبذ فیہ"	سفیان نے کہا ہم سے زہری نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے انس بن مالک سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دُبّا اور مُزفّت (ظرف ہیں) میں نبیذ نہ بنائی جائے سفیان سے کہا گیا کہ کیا "یُنبذ" کا لفظ ہے؟ انہوں نے کہا نہیں ہم سے زہری نے اسی طرح "یُنتبذ" کہا ہے۔

یُنبذ اور یُنتبذ دونوں کے معنی ایک ہیں مگر حدیث میں "یُنتبذ" ہے اس میں حرف "تا" زیادہ ہے مگر سفیان نے اس کو پسند نہیں کیا کہ حرف "تا" حذف کر کے اصل حدیث کے لفظ میں ذرا بھی تغیر کیا جائے۔

اسی طرح حدیث کے کسی حرف کی تشدید کو جزم سے یا جزم کو تشدید سے یا کسی لفظ کی حرکات و سکنات کو بدلنا بھی پسند

---

(۱) الکفایۃ للخطیب صہ ۱۰۶ (۲) الکفایۃ للخطیب صہ ۱۷۸

نہیں کرتے تھے بلکہ چہ اس قسم کی تبدیلی سے لفظ حدیث کے معنی میں فرق نہیں ہوتا تھا۔ مثلاً (نما، نمّی) حدیث یہ ہے۔

لیس الکاذبُ من اصلح بین الناس فقال خیراً او نمی خیراً (۱) — وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان میں صلح کرائے اچھی بات کہہ کے یا اچھی بات مشہور کرکے

حماد نے کہا کہ میں نے اس حدیث کو دو شخصوں سے سنا ہے ایک نے "نما خیراً" کہا بغیر تشدید کے اور دوسرے نے "نمّی خیراً" کہا تشدید کے ساتھ اور دونوں کے معنی ایک ہیں۔

بعض محدثین حدیث کو اصل لفظ کے ساتھ روایت کرنے کے اس قدر پابند تھے کہ وہ اپنے شاگردوں سے اس وقت تک حدیث نہیں بیان کرتے تھے جب تک وہ حدیث کو بلفظہ نہ لکھیں۔ انہیں اندیشہ تھا کہ بغیر لکھے ہوئے حدیث کو یاد کرنے میں کہیں طلبہ وہم میں مبتلا نہ ہو جائیں چنانچہ خطیب بغدادی اپنی سند کے ساتھ ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن دینار نے اپنے تلامذہ سے کہا بخدا میں تم سے حدیث نہیں بیان کروں گا تاوقتیکہ تم اسے نہ لکھو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم مجھ پر جھوٹ بولو گے دوسری روایت ہے کہ مجھے خوف ہے کہ تم مجھ پر غلطی کا الزام لگاؤ گے (۲)

رامہرمزی کی روایت ہے کہ طلحہ بن عبد الملک نے مجھ سے بیان کیا کہ میں قاسم کے پاس آیا اور چند باتیں ان سے پوچھیں پھر میں نے پوچھا کہ کیا ان باتوں کو میں لکھ لوں؟ انہوں نے فرمایا ہاں، اس کے بعد قاسم نے اپنے فرزند سے کہا ان کی تحریر کو تم دیکھتے رہو کہ وہ میری باتوں میں سے کچھ زیادہ تو نہیں لکھتے ہیں، میں نے کہا اے ابو محمد! اگر میرا ارادہ جھوٹ لکھنے کا ہوتا تو میں آپ کے پاس آتا ہی کیوں؟ انہوں نے فرمایا، میرا مطلب یہ نہیں ہے، مقصد صرف اس قدر ہے کہ اگر تم سے کچھ چھوٹ جائے تو وہ درست کر دیں (۳)

اعمش کہا کرتے تھے کہ یہ علم (حدیث) ایسے لوگوں کے پاس تھا کہ وہ آسمان سے گرجانا پسند کرتے تھے بہ نسبت اس کے کہ وہ اس میں واؤ یا الف یا دال کا اضافہ کریں (۴)

ابن عون نے تین آدمیوں کو دیکھا ہے کہ وہ حدیث کی روایت میں حروف کی نگرانی سختی سے کرتے تھے وہ تین آدمی یہ تھے حجاز میں قاسم بن محمد، بصرہ میں محمد بن سیرین، اور ملک شام میں رجاء بن حیوۃ (۵)

ابراہیم بن میسرۃ اور طاؤس یہ دونوں محدثین حروف کے ساتھ روایت کرتے تھے، اور طاؤس کی حالت یہ تھی کہ وہ حدیث کے ایک ایک حرف گن لیا کرتے تھے (۶)

(۱) الکفایہ صد ۱۸۵ (۲) الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع صد ۱ از السنۃ قبل التدوین (۳) المحدث الفاصل صد ۱۰ از السنۃ قبل التدوین (۴) الکفایہ صد ۱۷۸ (۵) الکفایہ صد ۲۰۶ (۶) المحدث الفاصل صد ۱۷ از السنۃ قبل التدوین

ابن عُیینہ کا یہ قول مروی ہے کہ حجاز کے محدثین میں ابن شہاب زہری، یحییٰ بن سعید اور ابن جریج حدیث کو اصل شکل میں پیش کرتے تھے (۱) اور مالک بن انسؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو حرف بحرف ادا کرتے تھے (۲)

ایک طرف حدیث کی روایت میں اتنی پابندی تھی کہ الفاظ اور حروف کی سختی سے نگرانی کی جاتی تھی اور دوسری طرف بعض صحابہ اور تابعین حدیث کی روایت بالمعنی بھی کرتے تھے یا بوقت ضرورت ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدلنے کو جائز سمجھتے تھے تاہم جب وہ بحالت اضطرار ایسا کرتے تھے تو وہ اس کا اشارہ بھی کر دیتے تھے کہ روایت میں الفاظ رسول اللہ کا نہیں ہے، یہی وجہ تھی کہ بعض صحابہ حدیث بیان کرتے وقت خطا کے ڈر سے تورّع اور تقویٰ برتتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب کہتے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس کے بعد فرماتے هكذا او نحو من هذا او قريبا من هذا یعنی ایسا ہی یا اس کے قریب قریب اور یہ کہنے کے بعد وہ کانپنے لگتے تھے (۳)

اسی طرح ابو الدرداءؓ بھی جب حدیث بیان کر کے فارغ ہوتے تو فرماتے اللّٰھم ان لا ھکذا فکشکلہ، اگر اس طرح حدیث نہیں ہے تو اسی کی جیسی ہے (۴)

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ انس بن مالکؓ بہت کم حدیث بیان کرتے تھے اور جب کبھی روایت کرتے تو فرماتے او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۵)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے اور تقریباً دس آدمی ہوتے تھے مگر ہم میں دو آدمی بھی اس طرح حدیث نہیں ادا کرتے جس طرح سنی تھی تاہم معنی سب کے ایک ہوتے تھے (۶) مکحول کہتے ہیں کہ میں ابو الازہر کے ساتھ واثلہ بن الاسقعؓ کے پاس آیا اور ان سے کہا اے ابو الاسقع! آپ ہم سے وہ حدیث بیان کیجیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور وہم کا شائبہ اس میں نہ ہو اور نہ اس میں بیشی ہو اور نہ نسیان واقع ہو، ابن الاسقع نے کہا کیا آپ میں سے کسی نے قرآن پڑھا ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں مگر ہم قرآن کے زیادہ حافظ نہیں ہیں کبھی واؤ اور کبھی الف بڑھا دیتے ہیں اور کبھی کم کر دیتے ہیں۔ ابن الاسقع نے کہا یہ قرآن جو آپ کے پاس لکھا ہوا ہے آپ اس کے حفظ کرنے میں کوتاہی بھی نہیں کرتے ہیں پھر بھی آپ کا گمان ہے کہ اس میں کچھ زیادہ یا کمی کر دیتے ہیں۔

تو پھر ان احادیث کا کیا حال ہو گا کہ ہم نے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور شاید ان احادیث کو

---

(۱) تقدمۃ الجرح والتعدیل صـ ۴۳ (۲) الکفایۃ صـ ۱۸۸ (۳) سنن ابن ماجہ (۴) الکفایۃ صـ ۲۰۵

(۵) الکفایۃ صـ ۲۰۶ (۶) الکفایۃ صـ ۲۰۵۔

ایک ہی دفعہ سنا ہوگا، جب ہم آپ سے حدیث کے معنے بیان کر دیں تو وہ آپ کے لئے کافی ہے (۱)

قتادہ روایت کرتے ہیں زرارہ بن ابی اوفیٰ سے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ سے ملا وہ سب حدیث کی روایت میں الفاظ میں مختلف تھے لیکن حدیث کے معنے میں سب کا اتفاق تھا (۲)

جریر بن حازم کا بیان ہے کہ میں نے حسن (بصری) سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا، اصل حدیث ایک تھی لیکن کلام مختلف تھا (۳)

عمران القصیر کا بیان ہے کہ میں نے ان سے (یعنی حسن بصری سے) کہا ہم حدیث سنتے ہیں لیکن جس طرح سے ہم نے حدیث سنی ہے آپ اس طرح سے نہیں بیان کرتے ہیں، حسن بصری نے جواب دیا جس طرح ہم سے حدیث سنی ہے اگر اسی طرح سے بیان کرنا چاہیں تو آپ سے دو حدیثیں بھی نہیں بیان کر سکتے ہیں، لیکن جب حلال اور حرام کا بیان درست ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (۴)

حدیث کی بالمعنی روایت کرنے کی اجازت جن صحابہ اور تابعین سے مروی ہے ان کے نام یہ ہیں:-

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابو الدرداءؓ، حضرت انس بن مالکؓ، ام المومنین حضرت عائشہؓ اور تابعین میں عمرو بن دینار، عامر الشعبی، ابراہیم نخعی، ابن ابی نجیح، عمرو بن مرۃ، جعفر بن محمد بن علی، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان (۵)

ابن عون تین ایسے تابعین سے ملے جو بالمعنی حدیث کی روایت میں رخصت سمجھتے تھے اور وہ تین یہ تھے حسن بصری، ابراہیم نخعی اور عامر الشعبی (۶)

عمرو بن دینار جلیل القدر تابعی حدیث کے حافظ فقیہ اور امام تھے مسجد سے کبھی جدا نہیں ہوتے تھے وہ بھی حدیث کی روایت بالمعنی کرتے تھے، اور فرماتے تھے جو مجھ سے حدیث سنکر لکھ لے کیا اس میں کوئی حرج ہے (۷)

جو محدثین بوقت ضرورت حدیث بالمعنی روایت کرتے تھے وہ حدیث بیان کرنے کے بعد سامعین سے کہہ دیتے تھے کہ انہوں نے حدیث کی روایت بالمعنی کی ہے، اس لئے وہ تحدیث (حدیث بیان کرنا) کے بعد کہتے تھے۔ او کما قال یعنی یا جیسا کہ فرمایا ہے! یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں نے حدیث کی بالمعنی روایت کو مباح قرار دیا ہے وہ اباحت چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے ایک

---

(۱) الجامع لاخلاق الراوی ص ۱۱ از السنۃ قبل التدوین (۲) المحدث الفاصل ص ۱۴۹ از السنۃ قبل التدوین (۳) الجامع لاخلاق الراوی ص ۱۰۲ از السنۃ قبل التدوین (۴) الجامع لاخلاق الراوی و کتاب السماع ص ۶۰ السنۃ قبل التدوین (۵) الجامع لاخلاق الراوی ص ۱۱ از السنۃ قبل التدوین (۶) الکفایۃ ص ۲۰۶ (۷) تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۱

اباحت ہر شخص کے لئے نہیں ہے اور بوقت ضرورت جائز ہے مثلاً حدیث کا لفظ حافظہ میں محفوظ نہ رہا ہو یا بوقت روایت حدیث کا لفظ یاد نہ آتا ہو تو وہ بالمعنی حدیث کی روایت کر سکتا ہے لیکن صرف ضرورت کی حد تک امام شافعی بالمعنی روایت کرنے والے راوی کی صفات کے بارے میں فرماتے ہیں

ان یکون من حدّث به ثقة فی دینه معروفا بالصدق فی حدیثه عاقلا لما یحدث به عالما بما یحیل معانی الحدیث من اللفظ وان یکون ممن یؤدی الحدیث بحروفه کما سمع لا یحدث به علی المعنی لانه اذا حدث به علی المعنی وهو غیر عالم بما یحیل معناہ لم یدر لعله یحیل الحلال الی الحرام واذا اداه بحروفه لم یبق وجه یخاف فیه احالته الحدیث(۱)

راوی حدیث ثقہ دیندار ہو سچ بولنے میں مشہور ہو حدیث سمجھتا ہو لفظ حدیث کو بالمعنی بیان کر تبدیل کرنا جانتا ہو ان لوگوں میں سے ہو جو حدیث کو بحروفہ جیسا سنا ہے، اسی طرح ادا کرتا ہو اور بالمعنی حدیث کو نہ بیان کرتا ہو کیونکہ اگر بالمعنی حدیث بیان کرے اور اس کا علم بھی نہ رکھے تو وہ بے علمی میں حرام چیزوں کو حلال کہہ دیگا لیکن اگر وہ حدیث کی روایت بحروفہ کرتا ہے تو پھر کسی اندیشہ کی وجہ باقی نہیں رہتی ہے جب وہ کبھی بالمعنی روایت کرے۔

رامہرمزی فرماتے ہیں کہ محدث کی صفات کے بارے میں امام شافعیؒ کا قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لفظ کی اتباع کی رعایت کا خیال کرتے ہیں، تاہم بغیر لفظ حدیث کے بالمعنی روایت کو مباح سمجھتے ہیں بشرطیکہ راوی عربی زبان کا عالم ہو اور عربی میں خطاب کے طریقوں سے واقف ہو معانی اور فقہ پر بصیرت رکھتا ہو معنی کی تحویل اور عدم تحویل کا علم رکھتا ہو جب وہ ان صفات کا حامل ہو تو اس کے لئے روایت بالمعنی جائز ہے کیونکہ وہ اس بات سے احتراز کرے گا کہ کہاں معنی اصل مطلب سے بدل جاتے ہیں یا کہاں احکام میں تغیر آجاتا ہے لیکن جس راوی میں مذکورہ صفات موجود نہ ہوں اس کے لئے حدیث کے اصلی الفاظ کا ادا کرنا ہی لازم ہے اور جس ہیئت لفظی سے اس نے حدیث کی سماعت کی ہے اس سے روگردانی ممنوع ہے۔ اہل علم فقہاء کا مسلک بھی یہی ہے جو لوگ حدیث کی روایت بالمعنی کو جائز سمجھتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پچھلے انبیاء علیہم السلام کے قصوں کو بیان کیا ہے، اور بعض انبیاء علیہم السلام کے قصوں کو بار بار مختلف مقامات میں ذکر کیا ہے جن کے الفاظ مختلف ہیں لیکن معنی سب کے ایک ہیں، نیز ان قصوں کو دوسری زبانوں سے عربی میں نقل کیا ہے اور تقدیم و تاخیر زیادہ اور کمی وغیرہ باتوں میں ان زبانوں کے مخالف بھی ہے صحابہ اور تابعین جو روایت بالمعنی کے جواز کے قائل ہیں ان کی یہ بدعت نہیں ہے کیونکہ انہوں نے

---

(۱) الرسالۃ ص ۳۷۰، ۳۷۱ از ادارہ سنۃ قبل التدوین۔

قرآن کریم کے طریقے سے جواز کی دلیل حاصل کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفیر دل اور خطوط ہر ملک کو سلاطین اور امراء کے پاس روانہ فرماتے تھے اور یہ لوگ آپ کے نامہ ہائے مبارک کو غیر زبانوں میں ترجمہ کر کے سناتے تھے اس بنا پر دیگر زبانوں میں احادیث کے ترجمہ کرنے کی اجازت سے مطلب ہے اس بات کی کہ حدیث کا ترجمہ حدیث ہی کی زبان عربی میں جسے روایت بالمعنی کہتے ہیں مباح ہے کیونکہ عربی ترجمہ کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک سے قریب تر ہیں غیر عربی زبانوں کے الفاظ سے۔ جب غیر عربی زبانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا ترجمہ کرنا مباح ہے تو عربی زبان میں اولیٰ ہے۔

جو لوگ روایت بالمعنی سے کراہت کرتے ہیں ان کے دلائل یہ ہیں آپ کی یہ حدیث ہے:۔

۱۔ نضر اللہ امرءً سمع مناحدیثاً فاداہ کما سمعہ

اس آدمی کو اللہ خوش رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی اور اس کو اسی طرح دوسروں تک پہونچا دیا جس طرح اس نے سنی تھی۔

۲۔ دوسری حدیث حضرت براء بن عازب سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے براء! جب تم سونے کے لئے جاتے ہو تو کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا، اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے حضور نے فرمایا جب تم اپنے بستر پر پاک صاف ہو کر لیٹو تو اپنے دائیں ہاتھ پر سر رکھ کر یہ کہو:۔

اللھم اسلمت نفسی الیک ووجھت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجات ظھری الیک رغبۃً ورھبۃً الیک لا ملجأ ولا منجیٰ منک الا الیک امنت بکتابک الذی انزلت وبنبیک الذی ارسلت

اے اللہ! میں نے اپنی ذات کو تیرے سپرد کر دیا ہے اور اپنے چہرے کو تیری طرف تابع کر دیا ہے، اور اپنے کام کو تیرے حوالہ کر دیا ہے، اور اپنی پشت کو تیری طرف لگا دیا ہے رغبت بھی تیری طرف ہے اور خوف بھی تجھی سے ہے پناہ بھی تجھی سے ملے گی اور نجات بھی تجھ ہی سے حاصل ہوگی تیری نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا اور تیرے بھیجے ہوئے نبی پر بھی ایمان لایا۔

حضرت براء کہتے ہیں اس دعا کو میں نے ویسے ہی ادا کیا جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائی بجز اس کے کہ میں نے بجائے "وبنبیک" کے "ورسولک" کہدیا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر اپنا دست مبارک رکھ کے فرمایا۔ "وبنبیک"۔ جو کوئی اس دعا کو شب میں پڑھ کے مرے اس کی موت فطرت پر واقع ہوگی،

اس دعا میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "وبنبیک" فرمایا تھا، حضرت براء نے اس کے بدلے ورسولک کہا اگرچہ دونوں ہم معنی الفاظ ہیں لیکن چونکہ ارشاد نبوی میں "وبنبیک" آیا ہے اس لئے وہی لفظ ادا کرنا چاہئے اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی زبان مبارک سے جو الفاظ ادا ہوں سننے والوں کو چاہئے کہ وہی الفاظ ادا کریں اس طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے روایت باللفظ کی تعلیم دی ہے۔

روایت باللفظ اور بالمعنی کے قائلین میں سے دونوں گروہوں نے اپنے اپنے دلائل پیش کئے ہیں جن کو خطیب بغدادی نے بھی الکفایۃ میں بیان کیا ہے لیکن تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جاہل آدمی کے لئے حدیث کی روایت بالمعنی جائز نہیں ہے اور عالم کو روایت بالمعنی کی اجازت چند شرطوں کے ساتھ ہے۔ ماوردی کا قول ہے کہ جس عالم کو حدیث کا لفظ یاد نہ ہو اس کے لئے روایت بالمعنی جائز ہے کیونکہ وہ شخص حدیث کے لفظ اور معنی دونوں کا حامل تھا جب وہ ان دونوں میں سے ایک کے ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہے تو دوسرے کے ذریعے سے حدیث کو ادا کرنا اس پر لازم ہے تاکہ احکام کو نہ بیان کرنے اور ترک کر دینے سے کتمان اور حق کے چھپانے کا الزام اس پر عائد نہ ہو۔ لیکن اگر وہ حدیث کا لفظ نہ بھول گیا ہو تو روایت بالمعنی اس کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں جو فصاحت اور بلاغت ہے وہ دوسرے کلام میں نہیں ہے۔

علامہ سیوطی کا قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ الفاظ جو برائے عبادت نہ ہوں اور جوامع الکلم سے نہ ہوں تو ان کی روایت بالمعنی کی جا سکتی ہے۔ جوامع الکلم کا مطلب یہ ہے کہ مختصر فصیح و بلیغ جملہ جو بڑی عبارت کے مفہوم کو ادا کرے حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث فعلی اور تقریری کے تمام تر الفاظ صحابہ کے ہیں کیونکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے افعال کو دیکھا صحابہ نے آپ کے ان افعال کو اپنے الفاظ میں ادا کیا ہے کسی نے پورے واقعہ کو بیان کیا ہے کسی نے مختصر کر کے بیان کیا اور ہر دیکھنے والے صحابی نے اپنے اپنے الفاظ اور طریقے پر ادا کیا اس لئے فعلی حدیث کے الفاظ میں اختلاف کا ہونا ضروری ہے مگر مفہوم سب کا ایک ہوتا ہے اور صحابہ بھی چونکہ عربی زبان کے ماہر تھے، فصاحت و بلاغت کے جوہر سے آشنا تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ تھے اور آپ کے حلقہ درس کے فارغ تھے اور مختلف اقوام کے اختلاط سے ان کے کلام میں تغیر واقع نہیں ہوا تھا اس لئے ان صحابہ کے کلام سے بھی الفاظ نبی کے نور کا ظہور ہوتا ہے، ان میں بھی حلاوت و طلاوت ہوتی ہے اور جاذب قلب اور پر اثر ہوتا ہے۔

صحابہ اور تابعین کی تمام تر روایات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ پر مشتمل ہیں کیونکہ صحابہ نہایت غور اور توجہ سے آپ کی حدیثیں سنتے تھے اور بعض صحابہ اجازت حاصل کر کے لکھ بھی لیتے تھے سماعت حدیث کے بعد حلقے بنا کر آپس میں حدیث کا مذاکرہ کرتے تھے، جن کو حدیث کا کوئی لفظ یاد نہیں رہتا دوسرے ساتھی ان کو وہ لفظ بتا دیتے اس پر بھی اگر کسی کو تشفی نہیں ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کر کے تصحیح کر لیتے تھے۔

جو تابعین اور اتباع تابعین حدیث کی کتابت نہیں کرتے تھے وہ احادیث کو زبانی یاد کرتے ایک دوسرے سے

احادیث کو دہراتے، طالبان حدیث کے سفر کرنے والے بے شمار قافلے شب و روز منزل بمنزل مسافت طے کرتے ہوئے نظر آتے تھے، جس شہر میں ایک یا چند صحابی کا قیام ہوتا وہاں وہ طلبہ ٹھہر جاتے اور صحابہ سے حدیث کی سماعت کرکے اپنے سینوں اور سفینوں میں محفوظ کر لیتے تھے قوی الحفظ چند رواۃ کے نام یہ ہیں۔ تابعین میں نافع جو حضرت ابن عمر کے مولی تھے بہت قوی قوی الحافظ تھے، اپنی یادداشت میں وہ کبھی غلطی نہیں کرتے تھے۔ عامر شعبی دیوان عصر کہے جاتے تھے اور قتادہ بن دعامہ سدوسی سرعت حفظ، ضبط اور اتقان میں ضرب المثل تھے، ہم تک روایت بالمعنی کی جو حدیثیں الفاظ کے اختلاف کے ساتھ پہونچی ہیں ان میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ایک موضوع پر مختلف مواقع اور مجلسوں میں کلام فرماتے اور مخاطبین کی صلاحیت، فہم و فراست، سمجھ بوجھ کا لحاظ کرکے مختلف الفاظ میں کلام فرماتے تاکہ مخاطبین اچھی طرح سے سمجھ جائیں ایک شہری کے ساتھ جن الفاظ میں گفتگو ہو سکتی ہے وہ ایک بدوی اور دیہاتی کے ساتھ نہیں ہو سکتی ہے اس کے لئے نہایت سادہ اور آسان الفاظ بیان کئے جاتے بغرض مقتضائے حال، سائل کی شخصیت، سوال کی اہمیت کے لحاظ سے جواب میں اور گفتگو میں الفاظ بدل جاتے لیکن مفہوم میں فرق نہیں ہوتا۔

آخر میں یہ ضروری بات قابل ذکر ہے کہ روایت بالمعنی میں الفاظ کا اختلاف اس وقت تک جائز تھا جب تک حدیث کی تدوین نہیں ہوئی تھی اور نہ کوئی کتاب حدیث کی لکھی گئی تھی لیکن جب احادیث کی تدوین عمل میں آچکی ہے اور حدیث کی کتابیں لکھی جا چکی ہیں تو اب روایت بالمعنی جائز نہیں ہے۔

ابن الصلاح کا قول ہے۔

ان ھذا الخلاف لانراہ جاریا ولا اجراہ الناس فیما نعلم فیما تضمنتہ بطون الکتب فلیس لاحد ان یغیر لفظ شئی من کتاب مصنف ویثبت فیہ لفظا آخر الخ

ہم جہاں تک جانتے ہیں کتابوں میں احادیث کے لکھے جانے کے بعد روایت بالمعنی کا اختلاف نہیں رہا ہے اور لوگوں نے اختلاف کو جاری بھی نہیں رکھا ہے اس لئے اب کسی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ کسی مصنف کی کتاب کے کسی لفظ کو بدل دے اور اپنی طرف سے دوسرا لفظ وہاں لکھ دے۔

روایت حدیث میں کذب کا ظہور اور اس کا تدارک

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی منافقین اور مخالفین اسلام بہت تھے اور آپ کی وفات کے بعد بھی ان کی تعداد بے شمار تھی عہد نبوی میں کسی مخالف اسلام کو جھوٹی حدیث (موضوع حدیث) بنانے کا موقع نہیں مل سکتا تھا کیونکہ اس موضوع حدیث کی تصدیق یا تردید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ حاصل کر سکتے تھے، نیز وحی کا نزول جاری تھا

جس کے ذریعہ سے منافقین اور مخالفین اسلام کے تمام مخالفانہ راز ہائے سربستہ فاش کر دیئے جاتے تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ اول اور دوم کی نہایت محتاط و دوراندیشانہ روش اور حدیث کی کثرت روایت پر سختی کے عمل نے شیخین کے عہد میں بھی موضوع حدیث بنانے کی جرأت کسی کو نہیں ہوئی، خلیفہ ثالث کی شہادت جو سازش کے تحت ہوئی جس میں جھوٹے یہودی عبداللہ بن سبا کا بڑا ہاتھ تھا جس نے مسلمان کے بھیس میں آکر بڑا فتنہ برپا کیا، اور پھر خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کے اعلان خلافت اور حضرت امیر معاویہ کا خلیفہ ثالث کے خون کے دعوے اور تحقیقات کے اصرار سے جس کے نتیجے میں دونوں میں ۳۶ھ ہجری میں بمقام صفین نہایت خونریز جنگ ہوئی جس میں بکثرت صحابہ شہید ہوئے، پھر تحکیم (یعنی دونوں طرف سے ایک ایک حکم یعنی ثالث مقرر کرکے اس کے متفقہ فیصلہ پر عمل کرنا) پر جنگ کو ختم کیا گیا مگر تحکیم کی ناکامی پر مسلمان کئی فرقوں میں بٹ گئے، ان واقعات نے بعض لوگوں کو موضوع حدیث بنانے کا موقع فراہم کر دیا کیونکہ ہر فرقہ اپنے مقصد کی تائید میں موضوع حدیث بنا بنا کر جمہور مسلمانوں کے سامنے پیش کرکے ان کی رایوں کو اپنی طرف ہموار کرنا چاہتا تھا جس کی وجہ سے بے شمار موضوع حدیثیں بن گئیں اور مشہور ہو گئیں۔ مہلب بن ابی صفرہ جو خلیفہ عبدالملک کے لشکر کا سالار لشکر تھا اور اگرچہ وہ پرہیزگار تھا مگر اپنے مخالف گروہ خوارج کو شکست دینے کے لئے اس نے بکثرت حدیثیں وضع کیں اور ان کو شہرت دی دوسری طرف قصاص یعنی قصہ گو کا گروہ پیدا ہو گیا جو جھوٹی جھوٹی حدیثیں بنا بنا کر لوگوں کو سنا تا رقت آمیز حدیثوں سے ان کو رلاتا اور فرحت بخش موضوع حدیثیں سنا کر ان کو ہنساتا اور خوش کرتا تھا اور اس کے صلے میں مسلمانوں سے رقم بطور انعام کے لیتا تھا، اس گروہ نے وضع حدیث کو اپنا ذریعہ معاش بنا لیا تھا، تیسری طرف حکام اور بادشاہوں کو خوش کرنے، درباروں میں رسائی حاصل کرنے اور وافر انعام و اکرام حاصل کرنے کے لئے بیحیا اور بے دین افراد نے موضوع حدیث بنا کر پیش کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے مختلف نوع اور قسم کی ہزاروں ہزار جھوٹی حدیثیں منظر عام پر آگئیں، شہر بغداد موضوع حدیثوں کا دارالضرب مشہور ہو گیا تھا جہاں راتوں کو حدیثیں مسلسل بنائی جاتی تھیں اور صبح سکہ رائج الوقت کی طرح ان کا چلن شروع ہو جاتا تھا۔

موضوع حدیثوں کی مثالیں

مولف کتاب الحدیث والمحدثون محمد محمد ابو زہو امام شعبی کا قول نقل کرکے لکھتے ہیں کہ جلیل القدر تابعی شعبی متوفی ۱۰۴ھ کا بیان ہے کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس ملک شام کے چند ممتاز افراد بیٹھے ہوئے تھے ان سے خلیفہ نے دریافت کیا کہ عراق کے لوگوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ عامر شعبی سے زیادہ علم والا اور کسی کو ہم نہیں جانتے ہیں، خلیفہ نے خط لکھ کے مجھے اپنے پاس طلب کیا میں گھر سے روانہ ہوا، اثنائے راہ میں شہر تدمر ملا جمعہ کا روز تھا اس لئے وہاں

میں ٹھہر گیا، نماز جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد میں گیا میرے پہلو میں ایک دراز ریش شیخ بیٹھے تھے، بعد نماز ان کے ماننے والوں نے ان کو مسجد میں گشت کرایا پھر وہ شیخ موصوف حاضرین کے سامنے حدیث بیان کرنے لگے۔ اور روایت کے اسناد کا سلسلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچایا اور یہ حدیث بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے دو صُور پیدا کئے ہیں، ہر ایک صور دو دفعہ پھونکا جائے گا پہلی بار صور پھونکنے سے نہایت زوردار کڑک پیدا ہوگی اور دوسری دفعہ صور پھونکنے سے قیامت آجائے گی۔ شعبی کہتے ہیں مجھ سے ضبط نہ ہوسکا میں نے اپنی نماز کو مختصر کیا اور شیخ کے پاس پہونچ کے کہا اے شیخ! اللہ سے ڈریں اور غلط حدیث نہ بیان کریں، اللہ نے صرف ایک ہی صور پیدا کیا ہے وہی دو دفعہ پھونکا جائے گا پہلی بار پھونکنے سے زوردار کڑک ہوگی اور دوسری بار پھونکنے سے قیامت آجائے گی۔ یہ شیخ نے مجھے مخاطب کر کے کہا اے فاجر! میں فلاں اور فلاں سے روایت کر رہا ہوں اور تو اس کی تردید کرتا ہے پھر اس نے اپنی پاپوش نکالی اور اس سے مجھے مارا اس کے ساتھ والوں نے بھی مجھے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ مجھ سے زبردستی ایک کی بجائے تیس پھونکے جانے والے صور کا اقرار لے کر مجھے چھوڑا اور میری جان بچی، شہر تدمر سے روانہ ہو کر میں شہر دمشق پہونچا اور خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا، خلیفہ عبدالملک نے کہا اے شعبی! اگر تم نے اپنے اس سفر کا کوئی عجیب واقعہ سنا ہو تو سناؤ، میں نے مسجد تدمر کے شیخ کا قصہ سنایا یہ سنکر خلیفہ عبدالملک خوب ہنسے یہاں تک کہ وہ ہنستے ہنستے اپنا پاؤں زمین پر مارنے لگے، علامہ سیوطی نے بھی کتاب تحذیر الخواص میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

ایک قصہ گو (قصاص) کا واقعہ علامہ ابن جوزی بیان کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین (جو بڑے ناقد حدیث مشہور تھے) دونوں نے ایک ساتھ جامع رصافہ میں نماز پڑھی جب سب لوگ نماز سے فارغ ہوگئے تو ایک قصہ گو سب کے سامنے کھڑا ہوا اور اس طرح اس نے روایت بیان کی

حدثنا احمد بن حنبل ویحیی بن معین قالا حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن قتادة عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قال لا اله الا الله خلق الله من كل كلمة طيرا منقاره من ذهب وريشه من مرجان۔

احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ہم سے کہا کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اللہ ہر ایک لفظ سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے جس کی چونچ سونے کی ہوتی ہے اور پر مرجان (مونگا) کے ہوتے ہیں۔

پھر وہ قصہ گو تقریباً بیس ورق کاغذ میں لکھے ہوئے قصے سنانے لگا قصہ گو کا بیان سنکر احمد بن حنبل اپنے رفیق یحییٰ بن معین کو دیکھنے لگے اور یحییٰ بن معین نے احمد بن حنبل کو دیکھا اور پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ انہوں نے کہا بخدا میں نے ابھی وقت یہ سنا ہے قصہ گو جب اپنے قصوں سے فارغ ہوا اور لوگوں سے عطیات لے چکا اور بقیہ عطیہ لینے کے لئے بیٹھ گیا تو یحییٰ بن معین نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اس کو اپنے پاس بلایا وہ سمجھا کہ پیسے دینے کے لئے بلاتے ہیں، وہ یحییٰ بن معین

کے پاس آیا، انہوں نے پوچھا تم سے یہ حدیث کس نے بیان کی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین سے یحییٰ نے کہا میں یحییٰ بن معین ہوں اور یہ میرے پاس والے احمد بن حنبل ہیں ہم دونوں نے ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں یہ حدیث نہیں سنی ہے، قصہ گو نے جواب دیا۔ میں سنا کرتا تھا کہ یحییٰ بن معین احمق آدمی ہیں جس کی تصدیق مجھے اس گھڑی ہو گئی، گویا آپ دونوں کے سوائے دنیا میں اور کوئی احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نہیں ہیں؟ میں نے سترہ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین سے حدیث کی کتابت کی ہے، امام احمد بن حنبل نے یہ سنکر اپنی آستین اپنے چہرے پر رکھی اور کہا اسے جانے بھی دیجئے، قصہ گو کھڑا ہوا اور ہنستا ہوا چلا گیا گویا وہ ان دونوں کو بنا رہا تھا۔ (۱)

عباسی خلیفہ مہدی کو کبوتر بازی کا شوق تھا جس کے لئے اس نے بکثرت کبوتر پال رکھے تھے ایک شخص غیاث بن ابراہیم نے خلیفہ مہدی کو خوش کرنے کے لئے حدیث میں ایک لفظ اپنی طرف سے اضافہ کر کے سنایا حدیث یہ ہے۔

لا سبق الا فی نصل، او خف او حافر

مسابقت جائز نہیں ہے مگر نیزہ بازی میں اور خف والے جانور اور سُم والے جانور میں (یعنی اونٹ اور گھوڑے میں)

اس حدیث کے آخر میں اس شخص نے اپنی طرف سے "جناح" کا لفظ بڑھا دیا، جناح پرندے کے بازو کو کہتے ہیں جناح کا لفظ اضافہ کر کے کبوتر بازی کی مسابقت کو مسنون قرار دینا چاہتا تھا تاکہ خلیفہ مہدی خوش ہو جائے خلیفہ مہدی سمجھ گیا کہ اس شخص نے صرف مجھے خوش کرنے کے لئے جناح کا لفظ بڑھایا ہے، اس لئے اس شخص کو دس ہزار درہم دے کر روانہ کر دیا اور اپنے تمام کبوتروں کو ذبح کر دیا اور اپنے شوق کبوتر بازی کو ترک کر دیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں جھوٹ بولا ہے (۲)

ہمام کا بیان ہے کہ میرے پاس ابوداؤد نابینا آیا اور کہنے لگا کہ ہم سے ابراء صحابی اور زید بن ارقم صحابی نے حدیث بیان کی ہے۔ ہمام نے یہ بات قتادہ سے کہی قتادہ نے کہا وہ جھوٹ بولتا ہے اس نے ان صحابیوں سے سماعت نہیں کی ہے یہ شخص شرجری (؟) والے ہولناک طاعون کے زمانہ میں لوگوں سے بھیک مانگا کرتا تھا، پھر ابوداؤد نابینا قتادہ کے پاس آیا اور ان کے سامنے کھڑا ہو گیا لوگوں نے قتادہ سے کہا کہ اس نابینا کا دعویٰ ہے کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابیوں سے ملاقات کی ہے، قتادہ نے کہا یہ تو ہولناک طاعون کے زمانے میں لوگوں سے بھیک مانگا کرتا تھا اور کبھی حدیث کے متعلق کوئی بات اس سے نہیں سنی گئی، بخدا حسن بصری تابعی نے کسی بدری صحابی سے بالمشافہ گفتگو کر کے ہم سے حدیث نہیں بیان کی اور نہ سعید بن المسیب تابعی نے سوائے سعد بن مالک یعنی سعد

---

(۱) السنۃ قبل التدوین (۲) السنۃ قبل التدوین

بن ابی وقاص کے کسی بدری صحابی سے بالمشافہ حدیث سُن کر ہم سے بیان کی ہے۔ یہ دونوں (حسن بصری اور سعید بن المسیب) عمر میں اس نابینا سے بڑے تھے اور صحابہ سے حدیث سننے کے کوشاں رہتے تھے اور حدیث ہی کی خدمت میں عمر گذاری تھی وہ بدری صحابی سے روایت نہ کر سکے تو اس نابینا کو جو دعویٰ کرتا ہے کہ اٹھارہ بدری صحابہ سے ملاقات کی ہے کس طرح ان سے روایت کرنے کا موقع ملا۔ یہ بالکل بہتان عظیم ہے (۱)

زہیر بن معاویہ کا بیان ہے کہ محرز ابو رجا نے جو قدریہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور پھر تائب ہو گیا تھا ہم سے کہا کہ آپ لوگ قدریہ فرقہ والوں میں سے کسی سے حدیث روایت نہ کیجئے، بخدا ہم لوگ حدیثیں بنا بنا کے اور سنا سنا کے ثواب کے خیال سے لوگوں کو اس فرقہ میں داخل کرتے تھے، میں نے چار ہزار آدمیوں کو اس فرقہ قدریہ میں داخل کیا تھا، زہیر نے پوچھا جن لوگوں کو تم نے اس فرقہ میں داخل کیا ہے ان کو کیا کرو گے؟ اس نے جواب دیا۔ میں ایک ایک کر کے اول فالاول ان سب کو اس فرقہ سے خارج کر لوں گا۔ (۲)

یہ چند واقعات بطور مثال کے موضوع حدیث کے متعلق بیان کئے گئے ہیں، مختلف طبقے اور فرقے کے افراد اور منافقین و مخالفین اسلام نے اپنے اغراض اور مقاصد کو پورا کرنے اور اپنے دعوے کو تقویت دینے کے لئے بے شمار حدیثیں وضع کیں جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے اِن ہی اہل بدعت، خود غرض اور بے ایمان لوگوں کے مقابلے کے لئے علمائے حق تابعین اور اتباع تابعین اور محدثین کرام اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت اخلاص و بے باکی، اور قوی ایمانی جذبہ کے ساتھ ان کا جم کر مقابلہ کیا، تمام موضوع حدیثوں کو بھی جمع کیا اور دلائل و براہین سے ان کے کذب کو آشکارا کیا، اور ایسے اصول اور قواعد منضبط کئے جو جن کے ذریعہ صحیح اور غیر صحیح حدیثوں کا پتہ چل جاتا ہے اور انہی اصول کے مطابق تمام حدیثوں کی تنقیح کر کے تدوین حدیث کی خدمت انجام دی جو بحمد اللہ امت اسلامیہ کے سامنے صحیح احادیث موجود ہیں اور اسلامی تشریع کے چار مصادر کتاب، سنت، قیاس اور اجماع امت میں سے کتاب اللہ کے بعد صحیح احادیث کا مجموعہ دوسرا مصدر ہے۔

قبل از اسلام عرب میں کتابت کا رواج

کتابت یعنی لکھائی تمدن اور شہریت کی ایک علامت اور نشانی ہے، اسی لئے دنیا کی تمام متمدن قومیں اس کی طرف خصوصی توجہ دیتی ہیں اور بادیہ نشین قومیں اس سے دور رہتی ہیں، عرب میں زیادہ تر بادیہ نشین قومیں تھیں وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتی تھیں اسی لئے اسلام سے پہلے زمانے کے لوگوں کو اُمّیین کہا گیا ہے۔ یعنی اَن پڑھ قوم لیکن جزیرہ نمائے عرب کے وہ علاقے

---

(۱) الحدیث والمحدثون (۲) السنۃ قبل التدوین

جہاں تمدن کی روشنی آگئی تھی جیسے یمن کا خطہ وہاں کے باشندے لکھنے پڑھنے سے کچھ واقف تھے ان کے خط کتابت کو خط مُسند کہتے تھے تاہم یمن میں کتابت عام طور سے مروج نہیں تھی یمن سے خط حیرہ اور انبار کے علاقوں میں منتقل ہوا اور خط جزم کے نام سے موسوم ہوا ان علاقوں میں باہم ارتباط کی وجہ سے یہ خط منتقل ہوا تھا۔ حیرہ سے خط مکّہ میں منتقل ہوا اور یہ کام حرب بن اُمیہ نے انجام دیا جو برابر سفر میں رہا کرتا تھا، اسی کے زمانے سے مکّہ میں خط کی ابتدا ہوئی اور قریش کے کچھ لوگوں نے لکھنا سیکھا لیکن عرب کے بادیہ نشین خط کے علم سے بالکل نابلد رہے بلکہ وہ لکھنے پڑھنے کو عار اور ذلت سمجھتے تھے، اور ان کا تمام تر اعتماد قوت حافظہ پر تھا وہ قوت حافظہ کے مالک تھے، اور اس میں بہت ملکہ رکھتے تھے، اسی قوت حافظہ کی بدولت وہ قومی اشعار، انساب، مفاخر، ایام اور واقعات کو محفوظ رکھے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے دنیا کی تاریخوں میں عرب "احفظ الامم" یعنی سب قوموں سے زیادہ حافظہ رکھنے والے مشہور تھے۔

مشیت ایزدی یہی تھی کہ اسلام سے پہلے عرب میں کتابت جاری ہو جائے تاکہ نزول قرآن کے بعد اس کی اور سنت نبوی کی کتابت ہو سکے۔

مکّہ میں ظہور اسلام کے وقت کتابت کی حالت

اسلام جب آیا اس وقت مکّہ میں گنتی کے چند آدمی لکھنا جانتے تھے، جن کی تعداد سترہ بتائی جاتی ہے اس وقت مکّہ میں جو افراد کتابت جانتے تھے ان کے نام یہ ہیں:۔

حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ حضرت طلحہؓ، حضرت یزید بن ابی سفیانؓ حضرت معاویہ بن ابی سفیان، ابو سفیان بن حرب، ابو حذیفہ ابن عتبہ بن ربیعہ، حاطب بن عمرو، ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی، اور بعض عورتیں بھی لکھنا جانتی تھیں جن کے نام یہ ہیں، شفاء بنت عبد اللہ عدویہ، حفصہ بنت عمرؓ ام المومنین، ام کلثوم بنت عقبہ، کریمہ بنت مقداد۔ ممکن ہے مکّہ کے اور کچھ لوگ لکھنا جانتے ہوں مگر شہرت نہ ہونے کی وجہ سے منظر عام پر نہ آسکے ہوں۔

مدینہ میں قدوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کتابت کا حال

مدینہ منورہ کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں کتابت کم آدمی جانتے تھے، وہاں بعض یہودنے عربی کتابت سیکھی تھی جو پہلے زمانہ میں مدینہ کے بچوں کو کتابت کی بھی تعلیم دیتے تھے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اس وقت اوس اور خزرج میں جو افراد لکھنا جانتے تھے ان کے نام یہ ہیں:۔

سعد بن عُبادہؓ، منذر بن عمرو، اُبی بن کعب، زید بن ثابت، رافع بن مالک، اُسید بن حُضیر۔ مورخ بلاذری نے

مدینہ میں لکھنے والوں کی تعداد گیارہ بتائی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کتابت کی طرف

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد کتابت کی طرف خاص توجہ فرمائی کیونکہ وحی کی حفاظت، شاہان عالم اور اطراف کے قبائل میں رسالت کی تبلیغ کے لئے تحریر کی بہت ضرورت تھی، اہل مدینہ میں کتابت کی ترویج کے لئے آپ کی توجہ مبذول ہوئی، بدر کی جنگ میں جتنے مشرکین گرفتار کئے گئے تھے ان میں جتنے افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کی رہائی کے لئے زر فدیہ کے بدلے میں آپ نے یہ حکم فرمایا کہ ایک ایک قیدی مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے اور مکمل تعلیم کے بعد ان کی رہائی عمل میں آئے گی، چنانچہ اس پر عمل ہوا اور کافی تعداد میں مدینہ کے مسلمان بچوں نے کتابت سیکھ لی۔

قرآن مجید اور مراسلات کی کتابت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی کے ساتھ ہی کتابت کا انتظام فرمایا، اسی طرح قبائل کے سرداروں اور بادشاہوں کے نام مراسلات لکھنے کے لئے بھی کاتبوں کو مقرر فرمایا، مکہ میں سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو کاتب مقرر ہوئے وہ قریش کے ایک شخص عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح تھے جب وہ مدینہ میں آئے تو مرتد ہو کر مدینہ سے مکہ چلے گئے فتح مکہ کے بعد پھر وہ دوبارہ حلقۂ اسلام میں آگئے۔

مدینہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اُبی بن کعبؓ کو کاتب مقرر فرمایا ان کی غیر حاضری میں زید بن ثابتؓ کتابت کی خدمت انجام دیتے تھے، حضرت اُبی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ دونوں وحی بھی لکھتے تھے اور مراسلات بھی، اور جب مکہ فتح ہوا اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان اسلام لائے تو یہ بھی وحی لکھنے کی خدمت انجام دینے لگے، ان کے علاوہ اور دوسرے حضرات بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتابت کی خدمات انجام دیتے تھے جیسے خلفائے راشدین، اَبان بن سعید، زید بن ارقم، حنظلہ بن ربیع (۱)

صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے:

عن انس قال جمع القرآن علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم اربعة کلهم من الانصار اُبی بن کعب معاذ بن جبل وابو زید وزید قلت لانس من ابو زید	حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انصار کے چار آدمیوں نے قرآن کو جمع کیا اُبی بن کعب، معاذ بن جبل، ابو زید اور زید بن ثابت حضرت انس سے

(۱) فتوح البلدان منقول از الحدیث والمحدثون۔

قال لنا عمرو متی. پوچھا گیا کہ ابوزید کون تھے؟ انہوں نے کہا میرے چچاؤں میں سے ایک تھے۔

مؤلف کتاب السنۃ قبل التدوین شیخ محمد عجاج خطیب مصری لکھتے ہیں کہ وحی کے کاتبوں کی تعداد چالیس تک پہونچ گئی تھی، اور صدقات، دیوان، معاملات اور مراسلات کے کاتبین اور مختلف زبانوں کے کاتب بھی تھے اور مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ کی نو مساجد میں طلبہ قرآن مجید اور تعلیم اسلام کے ساتھ ساتھ لکھنا پڑھنا بھی سیکھتے تھے، اور معلمین جو اوائل اسلام میں تعلیم دیتے تھے ان میں سعد بن ربیع خزرجی بھی جو بارہ نقباء میں ایک تھے، اور بشیر بن سعد بن ثعلبہ اور ابان بن سعید بن العاص تھے یہ سب پیغمبر ہجرت سے تعلیم دیتے تھے۔ ان مساجد کے علاوہ بھی مدارس اور مکاتب تھے؛ جہاں قرآن کے ساتھ ساتھ لکھنا پڑھنا بھی سکھایا جاتا تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن کی کتابت کھال کے ٹکڑوں، باریک چکنے پتھروں، درخت کھجور کی چوڑی شاخوں، اونٹ کی چوڑی پسلیوں پر ہوتی تھی۔

فی حدیث زید انہ جمع القرآن من العسب واللخاف وفی روایۃ والرقاع وفی اخری وقطع الادیم وفی اخری والاکتاف وفی اخری والاضلاع وفی اخری والاقتاب (الاتقان السیوطی)

حضرت زید بن ثابت کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ انہوں نے قرآن کو (بزمانہ خلیفہ اول) عُسب سے، لخاف سے رقاع سے قطع الادیم سے، اکتاف سے اضلاع سے اور اقتاب سے جمع کیا۔

عُسب درخت کھجور کی شاخوں کو، لخاف باریک چکنے پتھروں کو، رقاع چمڑے یا کاغذ کے ٹکڑوں کو قطع الادیم چمڑے کے ٹکڑوں کو اکتاف اونٹ یا بکری کی پسلیوں کی ہڈی کو اور اقتاب کجاوہ کی لکڑی کو کہتے ہیں، خطابی رقاع کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

الرقاع جمع رقعۃ وقد تکون من جلد او ورق او کاغذ رقاع رقعہ کی جمع ہے یہ چمڑے یا پتے یا کاغذ کے ہوتے تھے تمام روایات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں قرآن کی کتابت مذکورہ بالا مختلف چیزوں پر ہوئی تھی کاغذ کا استعمال قرآن کی کتابت میں نہیں ہوتا تھا لیکن بعہد خلیفہ اول پورا قرآن کاغذ پر لکھا گیا اور صحیفہ نام رکھا گیا اور بعہد عثمانی میں اس صحیفہ کی ساتھ نقلیں کرائی گئیں اور مُصحف نام رکھا گیا اور اسلامی حکومت کے مرکزی مقام پر ایک ایک مصحف کا نسخہ بھیجا گیا، راقم مؤلف کے خیال میں عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن مجید کاغذ پر اس لئے نہیں لکھوایا گیا تاکہ قرآن میں ترتیب نزولی کا شبہ بھی نہ ہو کیونکہ قرآن کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے یعنی بحکم الٰہی ہے نیز منسوخ آیتوں کو نکالنا بھی آسانی ہو کاغذ میں لکھے جانے کے بعد منسوخ آیتوں کو جدا کرنا مشکل امر تھا واللہ اعلم بالصواب۔

کتابت حدیث کی ممانعت

قرآن حکیم کی کتابت ابتدائے نزول سے برابر تسلسل کے ساتھ ہوتی رہی، لیکن حدیث کی کتابت ہجرت سے پہلے اور کچھ بعد

میں ہجرت کے بعد کئی برس تک ممنوع کردی گئی تھی، بجز ان احکام، عہد ناموں اور مراسلات کے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لکھوائے جاتے تھے جیسے یہود مدینہ کے درمیان عہد نامہ، حدیبیہ میں کفار مکہ سے صلح کا عہد نامہ اقبا کی سرداروں کے نام فرامین سلاطین عالم کے نام خطوط وغیرہ، مدینہ منورہ میں بعض صحابہ نے حدیث لکھنے کی خواہش ظاہر کی اور بعض صحابہ بغیر اجازت کے حدیث لکھنے بھی لگے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی آپ نے حدیث لکھنے کی ممانعت فرما دی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے۔

۱۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تکتبوا عنی ومن کتب شئی غیر القرآن فلیمحہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری حدیث مت لکھو اور جو شخص قرآن کے علاوہ مجھ سے لکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ اسے مٹا دے۔

۲۔ وقال ابو سعید الخدری جھدنا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یاذن لنا فی الکتاب فابی

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی کوشش کی کہ آپ ہم لوگوں کو حدیث لکھنے کی اجازت عطا فرمائیں لیکن آپ نے انکار فرمایا۔

وفی روایۃ عنہ استاذنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکتابۃ فلم یاذن لنا (۱)

ابو سعید خدریؓ سے دوسری روایت ہے کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث لکھنے کی اجازت طلب کی لیکن آپ نے اجازت نہیں دی۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔

انہ خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نکتب الحدیث فقال ما ھذا الذی تکتبون؟ قلنا احادیث نسمعھا منک قال کتاب غیر کتاب اللہ؟ اتدرون؟ ما ضل الامم قبلکم الا بما اکتتبوا من الکتب مع کتاب اللہ تعالی (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس برآمد ہوئے اس وقت ہم لوگ حدیث لکھ رہے تھے آپ نے پوچھا تم لوگ کیا لکھ رہے ہو؟ ہم لوگوں نے جواب دیا وہ احادیث لکھتے ہیں جو آپ سے سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا کتاب اللہ کے سوا کوئی کتاب؟ کیا جانتے ہو کہ تم سے پہلے قومیں اسی لئے گمراہ ہوئیں کہ انہوں نے اللہ تعالی کی کتاب کے ساتھ دوسری کتابیں بھی لکھیں

مجمع الزوائد میں مسند احمد کی روایت ہے جسے میرے دوست مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اپنی کتاب تدوین حدیث

---

(۱) المحدث الفاصل نسخہ مصحح منقولا از السنۃ قبل التدوین (۲) تقیید العلم منقولا از السنۃ قبل التدوین۔

میں نقل کی ہے وہ یہ ہے۔

۲۔ کنا نکتب ما نسمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فخرج علینا فقال ما ھذا تکتبون؟ فقلنا ما نسمع منک فقال کتاب مع کتاب اللہ؟ امحضوا کتاب اللہ واخلصوہ، قال فجمعنا ما کتبنا فی صعید واحد ثم احرقناہ

ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتے تھے اسے لکھ لیا کرتے تھے، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے سامنے برآمد ہوئے اور فرمایا یہ کیا ہے جسے تم لوگ لکھ رہے ہو ہم نے عرض کیا کہ حضور سے جو کچھ ہم سنتے ہیں اسی کو لکھ لیا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ دوسری کتاب؟ (یعنی ایسا نہ کرنا چاہئے) پھر فرمایا ستھری کرو اللہ کی کتاب کو، اور ہر قسم کے اشتباہ سے اس کو پاک رکھو، صحابی کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے جو کچھ لکھا تھا اس کو ایک میدان میں اکٹھا کیا پھر اس کو ہم نے جلا دیا۔

اوائل اسلام میں کتابت حدیث کی ممانعت کی حکمت

علمائے اسلام نے اوائل اسلام میں حدیث کے لکھنے کی ممانعت میں جو حکمت تھی اس کے متعلق اپنے خیالات ظاہر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ قرآن مجید بلحاظ بلاغت اعجاز کے جس اعلیٰ مرتبے پر ہے اس کا مقابلہ کوئی دوسرا کلام نہیں کر سکتا ہے صحابہ چونکہ فہم و ادراک میں متفاوت درجہ رکھتے تھے اس لئے یہ اندیشہ تھا کہ اگر حدیث کی کتابت ہوئی تو اکثر لوگ قرآن اور حدیث کے درمیان فرق نہ کر سکیں گے، اور حدیث کو بھی قرآن سمجھیں گے، جبکہ قرآن کی اشاعت ابھی عام طور سے نہیں ہوئی تھی اور نہ حفاظ قرآن کی تعداد زیادہ ہوئی تھی اس لئے قرآن اور حدیث میں التباس و اشتباہ ہو جائے گا، اس التباس کے عظیم خطرے کو مدنظر رکھتے ہوئے اور قرآن میں تغیر و تبدل نہ آنے کے لئے حدیث کی کتابت ممنوع قرار دی گئی تھی، جیسا کہ اسلام سے پہلے اہل کتاب یہود و نصاریٰ اس التباس و اشتباہ کے خطرے میں پڑ گئے تھے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث کی ممانعت اس وقت تک قائم رکھی جب تک قرآن کی اشاعت عام نہ ہوگئی، اور اس کے حفاظ بہت کافی تعداد میں نہ پیدا ہو گئے اس لئے آپ نے صرف حدیث کی روایت اور زبانی نقل اور زبانی حفظ حدیث کی اجازت عطا فرمائی ساتھ ہی روایت حدیث میں کذب سے منع فرمایا۔

۲۔ ابتدا میں کاتبوں کی تعداد بہت کم تھی، کتابت عام طور سے اس وقت رائج نہیں ہوئی تھی، جو اچھے کاتب تھے وہ قرآن مجید

کی کتابت میں مشغول تھے، اگر احادیث کی کتابت بھی اس وقت جاری ہو جاتی تو کاتبوں کی توجہ بٹ جاتی اور یکسوئی سے قرآن مجید کی کتابت نہیں ہو سکتی تھی اس لئے کچھ مدت کے لئے حدیث کی کتابت کی ممانعت کی گئی تھی۔

۳۔ اکثر صحابہ اعلیٰ درجہ کی قوت حافظہ کے مالک تھے، ان کے اس قدرتی قوت حافظہ کے ملکہ کو برقرار رکھنے کی خاطر کتابت حدیث کی ممانعت کی گئی تھی۔

۴۔ کتابت حدیث کی ممانعت ہجرت کے چند سال تک برقرار رہی پھر ممانعت اباحت سے بدل دی گئی کیونکہ حالات سابقہ بدل گئے تھے۔

کتابت حدیث کی اباحت

جب حفاظ قرآن کی تعداد زیادہ ہو گئی، لکھنے والے بھی زیادہ پیدا ہو گئے اور قرآن مجید کا نزول اور اس کی اشاعت بھی بڑی حد تک ہو چکی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو جنہوں نے حدیث لکھنے کی اجازت طلب کی تھی اجازت دیدی۔ کیونکہ قرآن اور حدیث میں اب التباس و اشتباہ نہیں ہو سکتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ انصار کے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور وہ حدیث سنا کرتے تھے مگر انہیں حدیث یاد نہیں رہتی تھی، وہ مجھ سے پوچھتے تھے، میں بتا دیتا تھا پھر انہوں نے اپنی کمزوری حافظہ کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی آپ نے انہیں ہدایت فرمائی۔

۱۔ استعن علی حفظک بیمینک (۱) — اپنے حافظہ کی مدد اپنے سیدھے ہاتھ سے کر (یعنی لکھ لیا کرو)۔

اس صحابی نے دوسرے صحابی کے لئے بھی حدیث لکھنے کا راستہ صاف کر دیا، اب دوسرے صحابہ کو بھی جو حدیث کے لکھنے کے شائق تھے اجازت حاصل کرنے کی جرأت پیدا ہو گئی اور انہوں نے بھی اجازت کی درخواست پیش کی چنانچہ رافع بن خدیجؓ سے روایت ہے۔

۲۔ انہ قال قلنا یا رسول اللہ انا نسمع منک اشیاء أفنکتبھا؟ قال اکتبوا ولا حرج (۲) — رافع بن خدیج نے کہا یا رسول اللہ! آپ سے ہم بہت سی چیزیں سنتے ہیں کیا ان کو لکھ لیں؟ آپ نے فرمایا لکھ لو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۔ روی عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ — انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) تقیید العلم منقول از کتاب السنۃ قبل التدوین (۲) السنۃ قبل التدوین

علیہ وسلم قیدوا العلم بالکتاب (۱)

نے فرمایا علم (حدیث) کو لکھ لیا کرو۔ اس بنا پر حضرت انس کو حدیث لکھنے کا شوق ہوا۔

مستدرک میں سعید بن ہلال کا بیان ہے۔

۲۔ کنا اذا اکثرنا علی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاخرج الینا محالا عندہ فقال ھذہ سمعتھا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکتبتھا وعرضتھا علیہ

جب ہم حضرت انسؓ سے زیادہ پوچھ گچھ کرنے لگتے تو وہ اپنے پاس سے چونگہ نکالتے اور فرماتے یہ ہیں وہ حدیثیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنیں اور ان کو لکھا اور لکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔

ہمارے محترم دوست مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم اپنی کتاب تدوین حدیث صفحہ ۷۲ میں حضرت انسؓ کے متعلق لکھتے ہیں بعض کتابوں مثلاً مستدرک اور البغوی کی کتاب میں یہ روایت جو پائی جاتی ہے کہ حضرت انس بن مالک کے پاس بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا ایک مجموعہ تھا جس کے متعلق وہ بیان کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیش کی ہوئی تھا۔ ہے (حدیث اوپر مذکور ہوئی ہے) حضرت انسؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ دس سال کی عمر میں ان کی والدہ ام سلیمؓ نے (حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قریبی رشتہ کی خالہ تھیں۔ مؤلف) ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں یہ کہتے ہوئے پیش کیا تھا کہ "ھذا ابنی وھو غلام کاتب" (ابن سعد ص۱۲ ج ۷) یہ میرا لڑکا ہے جو کاتب ہے یعنی لکھنے سے واقف ہے۔ حضرت انسؓ چونکہ آخر وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے خود فرماتے تھے نو سال تک حضور کی خدمت میں رہا، بارگاہ نبوت میں رسوخ کا یہ حال تھا کہ بسا اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو یا بُنَیَّ (اے میرے بیٹے) کے لفظ سے پکارتے تھے ان ہی وجوہ سے ان کو بھی حدیثوں کے قلمبند کرنے کی اجازت مل گئی۔

محمد بن سعید کی روایت ہے کہ محمد بن مسلمہ انصاری (م ۴۲ ھ) کی جب وفات ہوئی تو ہمیں ان کی تلوار کی نیام میں ایک تحریر ملی جس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان لربکم فی بقیۃ دھرکم نفحات فتعرضوا له (۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تمہارے رب کے بقیہ زمانے میں عطایا ہوتے رہیں گے ان کو لینے کی کوشش کرو۔

---

(۱) الجامع لاخلاق الراوی نقلا عن السنۃ قبل التدوین صفحہ ۳۰۶ (۲) المحدث الفاصل صفحہ ۱۱۲

محمد بن مسلمہ افضل صحابہ میں سے تھے اور ان تین اصحاب میں ایک تھے جنہوں نے کعب بن اشرف یہودی کو جو سخت دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا قتل کیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ کو بعض غزوات کے زمانے میں مدینہ میں اپنا جانشین بنایا تھا، یہ جمل اور صفین کے ہنگاموں میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ بعمر ۷۷ سال ۴۳ھ ہجری میں وفات پائی، غالباً انہوں نے بھی اباحت کتابت حدیث کے بعد عہد نبوی میں یہ حدیث لکھی ہوگی۔

حدیث کے لکھنے کے زیادہ خواہشمند صحابہ میں خصوصیت کے ساتھ ایک عبداللہ بن عمرو بن العاص تھے جن کی ولادت ہجرت سے سات سال پہلے ہوئی تھی، سات سال کی عمر میں ۱ھ ہجری میں وہ مدینہ آئے اس عمر میں اور وہ بھی مکہ میں رہ کر کیا لکھ پڑھ سکتے تھے، مدینہ میں آکر لکھنا پڑھنا سیکھا یہاں تک کہ سات سال کے بعد جو ۸ سال کی عمر میں جبکہ جنگ خیبر جو ۷ھ ہجری میں شروع ہو کر ختم ہو چکی تھی لکھنے پڑھنے میں ماہر ہو گئے، قرآن مجید کے حافظ بھی ہو گئے، وہ دن رات میں جملہ نازل شدہ قرآن روزانہ ختم کرتے تھے، روزانہ روزے رکھتے تھے صائم الدھر قائم اللیل مشہور ہو گئے، ایسی حالت میں اتنا وقت ان کو میسر نہیں آتا تھا کہ وہ روزانہ حدیثیں سن کر زبانی یاد کرنے کے لئے وقت نکالیں، جیسا کہ دوسرے صحابہ حدیثوں کی سماعت کر کے علیحدہ جا کر اور حلقہ بنا کر باہم احادیث کو دہراتے تھے اور زبانی بطور سبق کے یاد کرتے تھے، اس وجہ سے حضرت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر کتابت حدیث کی اجازت طلب کی اور انہیں اس کی اجازت مل گئی۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص کو کتابت حدیث کی اجازت

روی ابن سعد ایضاً عن عبد اللہ بن عمرو انہ قال استاذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کتابۃ ما سمعت منہ فاذن لی فکتبتہ فکان عبد اللہ یسمی صحیفتہ تلک الصادقۃ (۱)

ابن سعد راوی ہیں کہ عبداللہ بن عمرو نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ آپ سے سنتا اس کے لکھنے کی اجازت طلب کی آپ نے مجھے اجازت عطا فرمائی تو میں نے لکھا راوی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو نے اپنے صحیفہ کا نام "صادقہ" رکھا

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو اپنی کتابت حدیث کی مزید تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

قال عبد اللہ بن العاص کنت اکتب کل شیء سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارید حفظہ فنہتنی قریش

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ میں تمام حدیثیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا لکھتا جاتا تھا اور میری

---

(۱) الحدیث والمحدثون

وقال اکتب کل شیء من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر یتکلم فی الغضب والرضا
فامسکت عن الکتاب فذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فاومأ باصبعہ الی فیہ وقال اکتب فوالذی
نفسی بیدہ ما خرج منہ الا حق (۱)

نیت تھی کہ اسے حفظ کر لوں، قریش نے مجھے اس سے منع کیا اور
کہا کہ تم ہر چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کے لکھ لیتے
ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں غضب اور رضا کی
حالت میں کلام فرماتے ہیں، تب میں حدیث کی کتابت سے
رک گیا اور اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے
اپنی انگشت مبارک سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ
فرما کر کہا تم لکھو قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے
جو کچھ اس دہن سے نکلتا ہے وہ حق ہے۔

کتاب صادقہ کی تفصیل

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد اور مزید اجازت کے بعد ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے حدیث کی کتابت کا کام جاری رکھا اور اس مجموعہ کا نام صحیفہ صادقہ رکھا کیونکہ یہ اصدق (زیادہ سچی) روایت تھی اور عہد نبوی میں تدوین حدیث کی ابتدا تھی۔ اس صحیفہ صادقہ کو مجاہد بن جبیر (۲۱ - ۱۰۴ھ) نے عبداللہ بن عمرو کے پاس دیکھا تھا، مجاہد نے اس کو لے کر دیکھنا چاہا تھا ابن عمرو نے فرمایا مہ یا غلام بنی مخزوم ٹھہرو اے بنی مخزوم کے لڑکے، مجاہد کہتے ہیں میں نے پوچھا، کیا چیز لکھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا، یہ صادقہ ہے جس میں وہ حدیثیں لکھی ہیں جن کو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کے لکھا ہے، میرے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں اور کوئی شخص واسطہ نہیں ہے، یہ صادقہ حضرت ابن عمرو کو بہت عزیز تھا اس کے متعلق انہوں نے فرمایا میری زندگی میں صادقہ اور وہط ہی کا مرغوب ہیں (وہط ابن عمرو کے والد عمرو بن العاص کی زمین کا نام تھا) حفاظت کے لئے صادقہ کو صندوق میں رکھا کرتے تھے۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ ان کے پرپوتے عمرو بن شعیب اسی صادقہ سے روایت کرتے ہوں گے، ان کی روایت اس طرح ہے عمرو بن شعیب "عن ابیہ عن جدہ" جدہ سے مراد شعیب کے جد ابن عمرو ہیں، ابن اثیر کہتے ہیں کہ صحیفہ میں ایک ہزار حدیثیں تھیں، محدثین نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایات سے احادیث کا شمار کیا تو پانچ سو حدیثیں ثابت ہوئیں، یہ خاکسار مؤلف کہتا ہے ممکن ہے عمرو بن شعیب نے صادقہ کی تمام احادیث کی روایت نہ کی ہو جس کی وجہ سے باقی پانچ سو حدیثوں کی روایت ان سے رہ گئی ہو، اس میں اختلاف ہے کہ شعیب نے اپنے جد حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رض

(۱) سنن الدارمی ص ۱۲۵ ج ۱ منقول از السنۃ قبل التدوین۔

سے براہ راست روایت کی ہے یا نہیں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ شعیب نے اپنے جد ابن عمرو سے لادیا گیا ہے، حضرت ابن عمرو کا صادقہ جو ان کے ہاتھ کا مخطوطہ تھا منقول ہو کر ہم تک نہیں پہونچا، لیکن امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور دوسرے محدثین نے اپنی تصانیف میں کتاب صادقہ کی اکثر احادیث کو داخل کر لیا ہے۔

اس موقع پر ایک شبہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے کہ محدث ابن اثیر کے مذکورہ بیان سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمروؓ کی حدیثیں صحیفہ صادقہ میں ایک ہزار تھیں اور حضرت ابوہریرہؓ سے پانچ ہزار سے زیادہ حدیثیں مروی ہیں اور ابوہریرہؓ خود اعتراف کرتے ہیں کہ ابن عمرو کی روایت کردہ حدیثیں مجھ سے زیادہ ہیں، امام بخاری کتاب العلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت بیان کرتے ہیں۔

ما من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبد اللہ بن عمرو فانہ کان یکتب ~~ولا اکتب~~ وانا لا اکتب

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے زیادہ مجھ سے حدیث روایت کرنے والوں میں کوئی نہیں ہے سوائے عبد اللہ بن عمرو کے کیونکہ وہ حدیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

حافظ ذہبی نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں ابوہریرہؓ کا یہ قول لکھا ہے:

قال ابوہریرۃؓ لا اعرف احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احفظ لحدیثہ منی

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں حدیث نبوی کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والا مجھ سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ روایت حدیث میں تمام صحابہ پر وہ فائق تھے اور ان کی روایت کردہ حدیثیں سب سے زیادہ ہیں اور ان پر فوقیت حضرت عبد اللہ بن عمرو کو تھی کیونکہ وہ حدیث لکھتے تھے اس قول کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی روایت کردہ حدیثوں کی تعداد ابوہریرہ کی حدیث کی تعداد (۵۳۷۴) پانچ ہزار تین سو چوہتر سے زیادہ ہو حالانکہ محدث ابن اثیر کے بیان کے مطابق حضرت ابن عمرو کی حدیثیں صرف ایک ہی ہزار تھی اس تضاد کو بعض اہل علم نے واقعات کی بنا پر رفع کیا ہے اور دونوں روایتوں میں تطبیق دی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عمروؓ کی کثرت وقلت روایت میں تطبیق

۱۔ حضرت ابوہریرہؓ ۷ھ ہجری میں بزمانہ جنگ خیبر مدینہ میں آئے اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر ہی کے مقام میں تشریف فرما تھے، حدیث کی کتابت کی ممانعت کی ایک حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے جو اوپر لکھی گئی ہے وہ یقیناً ۷ھ ہجری سے پہلے کی روایت نہ ہوگی کیونکہ وہ ۷ھ ہجری سے پہلے مدینہ میں نہیں آئے تھے اس لئے یہ تصور نہیں کیا جاسکتا

ہے کہ ۴ھ ہجری سے پہلے کسی صحابی نے ممانعت کے باوجود کتابت حدیث کی جرأت کی ہو اور جن جن صحابہ نے ممانعت کی لاعلمی کی حالت میں حدیث لکھی تھی اطلاع ملنے پر وہ سب مذر آتش کردی گئی تھیں، ۸ھ ہجری کے اثنا میں یا بعد میں جب کتابت حدیث کی اباحت ہوئی تو حضرت ابن عمرو حدیث لکھنے لگے اور حضرت ابوہریرہ حدیث سنکر زبانی یاد کرنے لگے ابوہریرہؓ کو مسجد نبوی کے قریب صفہ میں جو چبوترہ پر ایک سائبان تھا رہنے کی وجہ سے شب و روز حدیث کی سماعت کا موقع ملا، مگر ابتدا میں نو وارد ہونے کی وجہ سے زیادہ حدیث حفظ نہ کرسکے ہوں گے اسی لئے ابن عمروؓ کتابت کی وجہ سے ان سے آگے بڑھ گئے حضرت ابوہریرہؓ کی وہ روایت جو ابن عمروؓ کی زیادہ روایت حدیث یا کتابت حدیث کو ظاہر کرتی ہے وہ اسی زمانہ کی ہوگی، لیکن بعد میں ابن عمروؓ بہت زیادہ عبادت میں مشغول ہوگئے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ان کو کتابت حدیث کا موقع کم ملا اور ان کی سماعت حدیث اور کتابت حدیث کم ہوگئی اور ان کے مقابلہ میں حضرت ابوہریرہؓ کی سماعت اور روایت حدیث کی تعداد زیادہ ہوگئی۔

۲۔ ۲۱ھ ہجری میں حضرت عبداللہ بن عمرو کے والد حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر کو فتح کیا اس کے بعد ابن عمروؓ اپنے والد کے ساتھ برابر مصر میں رہنے لگے لیکن حضرت ابوہریرہؓ برابر مدینہ منورہ میں مقیم رہے جس کی وجہ سے ان کو ام المومنین حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ سے مزید حدیث نبوی کی سماعت کا موقع ملا، نیز تمام اطراف اکناف اور بلاد اسلام سے طلبہ حدیث کی سماعت کے لئے زیادہ تر مدینہ منورہ میں آتے تھے اور حضرت ابوہریرہؓ سے بھی حدیث کی سماعت اور روایت کرتے تھے ان کے کثیر تلامذہ کی وجہ سے طرق حدیث میں کثرت ہوگئی اور طرق حدیث کی کثرت کی وجہ سے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت حدیث کی تعداد حضرت ابن عمروؓ کی روایت سے زیادہ ہوگئی۔

۳۔ حضرت ابن عمروؓ یرموک کی جنگ میں شریک ہوئے تھے، وہاں ان کو اسرائیلی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ دستیاب ہوا جس کا انہوں نے مطالعہ کیا، اور اسرائیلیات کی روایت بھی کرنے لگے، اس اسرائیلی روایت کی وجہ سے محدثین ابن عمروؓ سے روایت کرنے میں احتیاط کرنے لگے، کیونکہ اس کی وجہ سے اسرائیلیات اور حدیث نبوی کی روایت میں اشتباہ پیدا ہونے کا اندیشہ محدثین نے محسوس کیا، اگرچہ حضرت ابن عمروؓ اسرائیلی روایت کو حدیث نبوی کہہ کے روایت نہیں کرتے تھے، تاہم محدثین کرام کا جو طرز احتیاط تھا وہ کیسے بدل سکتا تھا، ان تمام واقعات کو ملحوظ رکھنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ کیوں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کی تعداد (۵۳۷۴) تک پہونچ گئی اور حضرت ابن عمروؓ کی روایت ایک ہزار کی تعداد سے آگے نہیں بڑھی، واللہ اعلم بالصواب۔

۴۔ اباحت کتابت حدیث کے سلسلہ میں ابھی کچھ اور عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ۸ھ ہجری میں مکہ فتح ہوا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر ایک عام خطبہ ارشاد فرمایا، اس خطبہ کے مضمون کو حضرت ابوہریرہؓ اپنی روایت

میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:-

(خطبہ فتح مکہ) "اور ابو شاہ یمنی کے لئے اس کو لکھ کے دینے کا حکم"

عن ابی ھریرۃؓ قال لما فتح اللہ علی رسولہ مکۃ قام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھم فحمد اللہ واثنی
علیہ ثم قال ان اللہ حبس عن مکۃ الفیل وسلط
علیھا رسولہ والمؤمنین وانما احلت لی ساعۃ من
نھار ثم ھی حرام الی یوم القیامۃ لا یعضد شجرھا
ولا ینفر صیدھا ولا تحل لقطتھا الا لمنشد ومن
قتل لہ قتیل فھو بخیر النظرین اما ان یفدی واما
ان یقتل فقام رجل یقال لہ ابو شاہ من اھل الیمن
فقال یا رسول اللہ اکتبوا لی، فقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اکتبوا لابی شاہ فقال عباس او قام عباس
یا رسول اللہ الا الاذخر فانہ لقبورنا وبیوتنا فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا الاذخر (۱)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ نے اپنے رسول پر مکہ فتح
کرا دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان میں کھڑے
ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا بیشک اللہ نے فیل (ہاتھی
کے لشکر) کو روک دیا اور مکہ پر اپنے رسول اور ایمان والوں کو
حاوی کر دیا، مکہ میرے لئے دن کی ایک ساعت کے لئے حلال
کر دیا گیا تھا (جنگ کی اجازت دی گئی تھی) پھر تا قیامت
تک حرمت والا ہو گیا ہے اس کا درخت کاٹا نہ جائے گا، اس
کا شکار بھڑکایا نہ جائے گا، اور یہاں کی کھوئی چیز اسی کے لئے
حلال ہوگی جو اس کا آواز دینے والا (اعلان کرنے والا) ہوگا، اور جس کا آدمی
مقتول ہو جائے اسے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہوگا یا
فدیہ لے یا قاتل کو قتل کر دے، اس وقت ایک آدمی کھڑا
ہوا جس کا نام ابوشاہ تھا اور وہ اہل یمن کا تھا اس نے کہا یا
رسول اللہ! اس خطبہ کو مجھے لکھوا دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ابوشاہ کے لئے یہ خطبہ لکھ دیا جائے۔ پھر
عباسؓ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! سوائے درخت
اذخر کے کیونکہ ہم لوگوں کو اپنی قبروں اور گھروں کے لئے اس درخت
کی ضرورت ہوتی ہے آپ نے فرمایا سوائے اذخر کے (کوئی درخت
کاٹا نہ جائے) (اذخر خوشبودار پودا ہے گھاس کی قسم سے ہے
دواؤں میں بھی مستعمل ہے)

---

(۱) الکفایۃ از خطیب بغدادی ص ۳۲

اس حدیث کے مجملہ راویوں میں ولید بن مسلم اور اس کے استاد امام اوزاعی بھی ہیں، ولید نے اوزاعی سے دریافت کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول (اکتبوا لابی شاہ) کا کیا مطلب ہے؟ امام اوزاعی نے جواب دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا منشاء یہ تھا کہ ابوشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو خطبہ سنا ہے، اسے لکھ کے دیا جائے کیونکہ ابوشاہ کا حافظہ اچھا نہ تھا جو خطبہ کو زبانی یاد رکھ سکتے، چونکہ وہ باہر سے آئے تھے اور خطبہ کی سماعت کی تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خطبہ لکھ کے دینے کی ہدایت فرمائی، اس حدیث سے واضح طور پر کتابت حدیث کا نہ صرف ثبوت ملتا ہے بلکہ اس کے حکم کا علم بھی حاصل ہوتا ہے، ہمارے محترم دوست مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کو اس خطبہ کے متعلق تسامح ہوا ہے؛ انہوں نے اپنی کتاب تدوین حدیث کے صفحہ ۷۶ میں ابوشاہ یمنی کو حجۃ الوداع کا خطبہ لکھوا کر دیا جانا تحریر فرمایا ہے جو صحیح نہیں ہے، حجۃ الوداع ۱۰ھ ہجری میں واقع ہوا تھا جس میں تقریباً نوے ہزار مسلمان شریک ہوئے۔ کسی صحابی نے اس خطبہ کو قلمبند نہیں کیا ہے بلکہ ہر صحابی نے حافظہ کی کوشش کے روایت کیا ہے، اور ابوشاہ کو جو خطبہ قلمبند کر کے دئے جانے کا حکم ہوا وہ فتح مکہ کا خطبہ تھا جو ۸ھ ہجری میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔

۸۔ اباحت کتابت حدیث میں یہ روایت بھی اہم ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری مرض سے متعلق ہے جس سے کتابت حدیث کا ثبوت بھی ملتا ہے، حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (مرض الموت کے زمانے میں) درد کی تکلیف زیادہ ہوئی، اس وقت آپ نے فرمایا

ایتونی بکتاب اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدہ ۔ میرے پاس کاغذ لاؤ میں تمہارے لئے کچھ لکھوا دوں گا جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔

حضرت عمر فاروقؓ جو اس وقت وہاں موجود تھے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درد غالب ہے ہمارے پاس اللہ کی کتاب کافی ہے، اس پر لوگوں میں اختلاف ہوا اور شور زیادہ ہوا، حضور نے ارشاد فرمایا۔

قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع (۱) ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ، میرے پاس آپس میں جھگڑنا مناسب نہیں ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کا غذ طلب کرنا واضح کرتا ہے کہ آپ قرآن کے علاوہ کچھ لکھوانا چاہتے تھے اور جو کچھ آپ لکھواتے وہ سنت ہوتی، لیکن آپ کے مرض کی وجہ سے لکھا نہ جانا آپ کے لکھوانے کا جو ارادہ تھا اس کا ناسخ نہیں ہو سکتا ہے

---

(۱) فتح الباری ص ۱۸۶ ج ۱ منقول از السنہ قبل التدوین

جو آپ کی حیات مبارک کا آخری واقعہ تھا ان تمام باتوں سے جو اوپر بیان کی گئیں حدیث کی کتابت کی اباحت عہد نبوی کے آخری عہد سے سمجھی جاتی ہے اسی بنا پر ابن قتیبہ کا خیال ہے کہ یہ منسوخ السنۃ بالسنۃ ہے، پہلے کتابت حدیث بعض حالات کے تحت ممنوع قرار دی گئی تھی لیکن جب موانع دور ہوگئے تو حدیث کی کتابت مباح کر دی گئی، اکثر علماء کی رائے یہی ہے۔

عہد نبوی میں مکتوبہ احادیث کا ذخیرہ

اب ان دستاویزات اور حوادث کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس معاہدے فرامین خطوط اور ضروری ہدایات اور احکام لکھوائے تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میثاق نامہ

ا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مشہور دستور نامہ یا میثاق نامہ ہے، جس میں وحدت ملت اسلامی کا بیان ہے جسے پہلے سال ہجری میں آپ نے اپنے کاتبوں کو لکھنے کا حکم فرمایا تھا اس دستور نامہ میں مہاجر، انصار، عرب یثرب کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے، اس دستور نامہ میں (اہل الصحیفۃ) کا فقرہ پانچ بار مکرر آیا ہے، اس دستور نامہ کے ابتدائی حصہ کی چند سطریں یہ ہیں:۔

هذا كتاب محمد النبي رسول الله من المؤمنين والمسلمين من قريش واهل يثرب ومن تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم أنهم أمة واحدة من دون الناس (۱)

یہ محمد نبی اللہ کے رسول کا نامہ ہے، تمام مومنین اور مسلمانوں کی طرف سے جو قریش اور اہل یثرب سے ہیں اور جو ان کے تابعین اور لاحقین سے ہیں اور ان کے ساتھ رہ کر جہاد میں شرکت کرتے ہیں کہ وہ سب کے سب امت واحدۃ (ایک امت ایک قوم) میں داخل ہیں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں

ب۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو پہلا کام یہ تھا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات واضح اور منضبط ہو جائیں، آپ نے انصار اور یہودیوں کو بلا کر حسب ذیل شرائط پر ایک معاہدہ لکھوایا جس کو دو فریقوں نے منظور کیا، یہ معاہدہ تاریخ ابن ہشام میں پورا مذکور ہے، خلاصہ یہ ہے۔

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ص۱۱۹ ج ۲ ومجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوی ص۱۵، منقول از السنۃ قبل التدوین ص۳۴۲۔

مدینہ کے یہودیوں سے معاہدے کے شرائط

۱۔ خونبہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا تھا اب بھی قائم رہے گا۔

۲۔ یہودیوں کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

۴۔ یہود یا مسلمان کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

۵۔ کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔

۶۔ مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق شریک یکدگر ہوں گے۔

۷۔ کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا، لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی (۱)

سنہ ۶ ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر کفار مکہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صلح کی تھی اس کے شرائط یہ لکھوائے گئے تھے۔

کفار مکہ سے معاہدہ کے شرائط

۱۔ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

۲۔ اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کرکے چلے جائیں۔

۳۔ ہتھیار لگا کر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں اور وہ بھی نیام میں اور نیام بھی جلبات (تھیلا وغیرہ) میں۔

۴۔ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں، اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

۵۔ کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے، لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں (۲)

ج۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم صحابی (۔۵۴ھ) کو یمن کا حاکم مقرر فرمایا اور انہیں ایک تحریر دی جس میں فرائض، سنن، اور دیات (خونبہا) وغیرہ کا ذکر تھا (۳)

د۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وائل بن حجر (۔۵۰ھ) کو جو علاقہ حضرموت میں اپنی قوم کے سردار تھے نامہ بھیجا جس میں

(۱) سیرت نبوی جلد اول از مولانا شبلی نعمانی (۲) سیرت نبوی جلد اول از مولانا شبلی نعمانی (۳) اصابہ ص۵۳۲ ج ۲

اسلام کے ارکان نماز روزہ اور زکاۃ کے بعض آداب، حدِّ زنا، تحریم خمر کا ذکر تھا اور یہ مذکور تھا کہ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔

ہ۔ ابن ابی لیلیٰ نے عبداللہ بن حکیم سے روایت کی ہے کہ ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکمنامہ پڑھا گیا وہ یہ تھا۔

ان لا تنتفعوا من المیتة باھاب ولا عصب — مردار کے چمڑے اور پٹھوں سے فائدہ حاصل نہ کرو۔

یہ حدیث دوسری حدیث سے منسوخ ہو چکی ہے ناسخ حدیث یہ ہے جسے حاکم نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں روایت کی ہے۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بشاۃ میتۃ فقال ھلا استمتعتم بجلدھا؟ قالوا یا رسول اللہ انھا میتۃ فقال انما حرم اکلھا

ابن عباس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک مردہ بکری کے پاس سے ہوا آپ نے فرمایا اس کے چمڑے سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ مردہ ہے آپ نے فرمایا صرف مردار کا کھانا حرام ہے۔

و۔ ابن الحنفیۃ محمد بن علی بن ابی طالب (۸۱ھ) کی روایت ہے کہ میرے والد نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ یہ نامہ لو اور عثمانؓ کے پاس لے جاؤ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان ہے جو صدقہ سے متعلق ہے (۲)

ز۔ حضرت ابوبکرؓ نے انس بن مالک کے پاس وہ نامہ بھیجا جس میں صدقات کا بیان تھا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کیا تھا، اور ایک دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس نامہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر لگی تھی (۳)

ح۔ ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کی ہوئی ایک ہدایت تھی جس میں شوہر کے دیت (خونبہا) کا حکم تھا دار قطنی اشیم نامی اس مقتول کا جس کی بیوی کو شوہر کی دیت (خونبہا) ملنے کا فرمان تحریر کر دیا تھا (ابوداؤد)

ط۔ حضرت معاذ بن جبل کو ایک تحریر بھیجی گئی تھی جس میں سبزیوں، ترکاریوں پر زکاۃ نہ ہونے کا حکم تھا (دار قطنی)

ی۔ مدینہ بھی مثل مکہ کے حرم ہے اس کے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر رافع بن خدیج صحابی کے پاس تھی۔ (مسند احمد)

ک۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین عالم اور امراء کے نام خطوط لکھوائے جن کے مضامین حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

---

(۱) اصابہ ص ۲۱۲ ج ۲ (۲) فتح الباری ص ۲۱۳ ج ۱ السنۃ قبل التدوین (۳) مسند امام احمد ص ۸۳ و ۸۴ منقول از السنۃ قبل التدوین

سنت خلافت راشدہ کے عہد میں

عہد صدیقی رض

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے تشریع اسلامی (اسلامی قانون سازی) ہوتی رہی، وحی الٰہی کا نزول ہوتا تھا جس کی مسلسل تبلیغ پورے انہماک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں فرماتے اور اس کے مقاصد کو بیان فرماتے اور سارے عالم کے اہل ادیان کو دعوت حق دیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے تمام امور قضایا، فتاویٰ، مالی، سیاسی اور عسکری تنظیم میں مرجع اعلیٰ تھے اور تمام صحابہ کے روبرو دینی اور دنیاوی تمام امور سرانجام دیتے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور وحی منقطع ہو گئی اور امت کے سامنے دو ہی چیزیں باقی رہ گئیں۔ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جس کی تصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک قول سے ہوتی ہے:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنتی (۱)

میں نے تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان دونوں کو تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم محکم ہے۔

وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا پ ۲۸ سورۃ الحشر آیت ۷

رسول جو کچھ تم کو دیں اسے لے لو اور جس سے تمہیں منع کریں اس سے باز رہو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے۔

واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون ○ پ ۴ سورہ آل عمران آیت نر ۱۳۲

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور پیروی آپ کی حیات اور بعد وفات دونوں عہد میں فرض ہے تمام صحابہ اور تابعین نے اللہ تعالیٰ کے امر کی اتباع اور اطاعت کے ساتھ سنت رسول کا بھی نہایت مضبوطی سے تمسک کیا اور اس بنا پر نہایت عقیدت کے ساتھ عامل رہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔

---

(۱) اس کی تخریج حاکم نے مستدرک میں کی ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃٌ حسنۃ — بیشک تمہارے لئے مسلمانو! اللہ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے۔

پ ۲۱ سورۃ الاحزاب آیت ۲۱

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ سقیفہ بنی ساعدہ کے عام جلسہ میں تمام مسلمانوں کے اتفاق آراء سے خلیفہ رسول منتخب کئے گئے تو آپ نے زمام خلافت ہاتھ میں لینے کے ساتھ ہی اطراف ملک کے حالات پر گہری نظر ڈالی تو دیکھا کہ مخالفین اسلام کی وہ طاقتیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں روپوش ہوگئی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنتے ہی دفعۃً نمودار ہوگئیں ایک طرف مسیلمہ کذاب تھا جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا وہ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے جرار لشکر تیار کر رہا ہے، دوسری طرف مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کا مالی نظام درہم برہم ہونے والا تھا اور مالی نظام کی کمزوری سے تمام دینی و دنیاوی کام رک جاتے۔ تیسری طرف روم کی سلطنت کی طرف سے مسلمانوں کو دھمکیاں دی جا رہی تھیں، ان متعدد خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر ؓ اللہ کا نام لے کر آمادہ ہوگئے، اور پہلے حضرت اسامہ بن زید کو طلب کیا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اسلامی لشکر کا سردار بنا کر علم دیا تھا اور وہ رومیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہونے والے تھے کہ آپ علیل ہوئے اور چند روز کی علالت کے بعد اللہ تعالیٰ سے جا ملے جس کی وجہ سے حضرت اسامہ کی روانگی ملتوی ہوگئی تھی، حضرت صدیق ؓ نے حضرت اسامہ کو دوبارہ سالار لشکر بنایا اور علم عطا کیا اور فرمایا جس جھنڈے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے اس کے کھولنے کا مجھے اختیار نہیں ہے اور دوسری طرف حضرت خالد ؓ کو جھنڈا دیا تاکہ وہ زکوٰۃ سے انکار کرنے والے مرتدین (دین سے پھرنے والوں) اور مسیلمہ کذاب اور اس کی قوم سے جہاد کریں، مانعین زکاۃ کہتے تھے کہ ہم نماز پڑھیں گے مگر زکاۃ نہیں دیں گے، مدینہ کے مسلمانوں نے کہا یا خلیفہ رسول اللہ! مانعین زکاۃ کی بات مان لیجئے اور ان سے جنگ نہ کیجئے، کیونکہ وہ سب نئے ایمان والوں میں سے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ہم کم تعداد میں ہیں ان سے جنگ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ فاذا قالوھا عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحقھا وحسابھم علی اللہ

آپ نے فرمایا مجھے حکم ملا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں جب وہ یہ کلمہ کہیں تو وہ اپنا خون اور اپنا مال مجھ سے محفوظ کرلیں گے مگر اس کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کرے گا۔

حضرت عمر فاروق ؓ بھی عام مسلمانوں کی رائے کے ہم نوا تھے، حضرت صدیق اکبر ؓ نے فرمایا کہ زکوٰۃ بھی حق المال ہے جس

کے انکار پر جنگ ضروری ہے، اور حضرت عمرؓ کی رائے کو بھی تسلیم نہیں کیا جو جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے اور اُن سے کہا۔

أجبار في الجاهلية خوّار في الاسلام يا ابن الخطاب جاہلیت کے زمانے میں تم بڑے سخت اور جابر تھے۔ اب اسلام کے زمانے میں کمزور اور بودے ہو گئے اے خطاب کے فرزند!

بخدا میں نماز اور زکاۃ میں تفریق نہیں کرتا ہوں، اگر مانعین زکاۃ ایک عقال (اونٹ کے پاؤں باندھنے کی رسی) سے بھی انکار کریں گے جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں اُن سے جہاد کروں گا، اگر کوئی میرا ساتھ نہ دے گا تو میں تنہا ان سے جہاد کروں گا تا آنکہ اللہ ہمارے اور اُن کے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ خیر الحاکمین ہے آخر اللہ تعالی نے سب مسلمانوں کے سینوں کو کھول دیا اور سب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی رائے سے متفق ہو گئے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم سب نے جنگ کی اور ہم لوگوں کی یہی رائے ہو گئی کہ یہی راستی اور سچائی تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت خالد بن الولیدؓ اور حضرت اسامہؓ کی سرکردگی میں دو اسلامی لشکر روانہ کئے تھے یہ دونوں مہمیں کامیابی سے ہمکنار ہوئیں حضرت خالدؓ کے لشکریوں نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا اور اس کی فوج پراگندہ ہو کر ملیا میٹ ہو گئی، مانعین زکاۃ بھی زکاۃ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ اور حضرت اسامہؓ کو بھی اپنی مہم میں کامیابی ہوئی مگر اُن کے لشکر میں پانچ سو حفاظ قرآن شہید ہو گئے یہ جنگ یمامہ کے مقام پر لڑی گئی تھی اسی لئے اس کو جنگ یمامہ کہتے ہیں۔

ان حفاظ کی شہادت کی خبر جب مرکز اسلام اور مہبط وحی مدینہ منورہ میں پہونچی تو مسلمانوں کو بے حد قلق اور رنج ہوا۔ حضرت عمرؓ بھی بہت متاثر ہوئے اور فوراً حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں پہونچے اور فرمایا کہ اسلامی جہاد کا سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا لیکن اگر اسی طرح حفاظ قرآن شہید ہوتے رہے تو قرآن کریم کی حفاظت مشکل ہو جائے گی کیونکہ ابھی تک قرآن کے اجزاء مختلف چیزوں پر لکھے ہوئے ہیں اس لئے میری رائے ہے کہ جلد از جلد قرآن کریم کو یکجا لکھوا لیا جائے، حضرت صدیقؓ نے نہایت غور و فکر اور سوال و جواب کے بعد حضرت عمرؓ کے مشورے کو پسند کیا اور زید بن ثابتؓ کو طلب کیا جو پہلے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کاتب وحی رہ چکے تھے اور اُن کی نگرانی میں پورے قرآن شریف کو یکجائی صورت میں لکھوایا گیا اور اس کا نام صحیفہ رکھا گیا اور یہ صحیفہ صدیق اکبرؓ کی امانت میں رکھا گیا۔

قرآن کریم کے بعد دوسرا درجہ سنت کا تھا اس کی تدوین کی طرف بھی حضرت صدیق اکبرؓ ضرور توجہ فرماتے مگر ان کی عمر نے وفا نہیں کی دو سال ۳ ماہ اُن کی خلافت کی مدت ہوئی، انھوں نے خلافت کا بار سنبھالتے ہی یہ دیکھا کہ صحابہ حدیث کی روایت میں باہم اختلاف رکھتے ہیں کیونکہ سب صحابہ فقہا نہ تھے، دینی سمجھ بوجھ رکھنے والے فقہا ہی ہوتے ہیں وہی مسائل کا استنباط کرتے ہیں، اختلافی مسائل میں تطبیق دیتے ہیں، صحابہ زیادہ تر حدیث کے راوی تھے وہ احادیث کو

انہیں الفاظ میں بیان کرنے والے تھے جن الفاظ میں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، ان کو اس سے مطلب نہ تھا کون حدیث ناسخ ہے اور کون منسوخ ہے، عزیمت والی حدیث کون ہے اور رخصت والی کون ہے اس بنا پر ایک صحابی کسی مسئلہ کی رخصت والی حدیث بیان کر کے اس پر عمل کرنے کے لئے زور دیتے تھے تو دوسرے صحابی اس کے خلاف اس مسئلہ میں عزیمت پر عمل کرنے کے لئے لوگوں کو مجبور کرتے تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی سفر میں ایک شخص کو سر میں چوٹ لگی تھی جس سے سر زخمی ہو گیا تھا اسی حالت میں اسے احتلام ہوا اس نے فتویٰ طلب کیا ساتھیوں نے بجائے تیمم کے، جو رخصت کا عمل تھا اسے غسل کرنے پر مجبور کیا جو عزیمت کا عمل تھا اس زخمی شخص نے لوگوں کے مجبور کرنے پر غسل کیا جس کے نتیجے میں وہ ہلاک ہو گیا، سفر سے واپسی پر لوگوں نے اس کی اطلاع حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی یہ سنکر آپ خفا ہوگئے، اور فرمایا کہ اس مرحوم کے لئے رخصت پر عمل کرنا کافی تھا نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو احکام دیتے تھے ان میں بعض احکام وقتی ہوتے تھے، پھر وہ وقت گزر جانے اور حالات کے مناسب ہونے پر ان کو منسوخ فرما دیتے یا کراہت کو اباحت سے بدل دیتے تھے، جیسا کہ ایک سال آپ نے قربانی کے فاضل گوشت کو تین دنوں کے بعد رکھ کر ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا تھا، دوسرے سال بھی مدینہ کے مسلمان سمجھے کہ قربانی کا فاضل گوشت تین دنوں کے بعد جو خرچ کرنے سے بچ رہتا تھا اسکو آئندہ کے لئے بطور ذخیرہ کے نہ رکھا جائے گا، جب آپ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا، حدیث کا آخری حصہ یہ ہے:-

قالوا یا رسول اللہ نہیت عن لحوم الاضاحی بعد ثلاث فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما نھیتکم من اجل الدافۃ التی دفت علیکم حضرۃ الضحی فکلوا وتصدقوا وادخروا (موطا امام مالک صہ ۱۸۸)	لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے تین دنوں کے بعد قربانی کے گوشت کے رکھنے کو منع فرما دیا ہے، آپ نے فرمایا میں نے قربانی کے روز ساکین جو باہر سے آگئے تھے ان کے خیال سے تمہیں منع کیا تھا اب کھاؤ خیرات کرو اور ذخیرہ کر کے رکھو۔

ایک سال کے لئے قربانی کے گوشت کو رکھ کر ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا تاکہ باہر سے بکثرت آنے والے مساکین کو گوشت صدقہ کا مل سکے، لیکن دوسرے سال وہ حالات باقی نہیں رہی اس لئے آپ نے پہلا حکم منسوخ فرما دیا، مگر بعض صحابی سفر میں تھے اس نسخ کی انہیں اطلاع نہ تھی جب وہ سفر سے واپس آئے اور انہیں وہ بقرعید کا ذخیرہ کیا ہوا گوشت گھر والوں نے پکا کر دیا تو یہ معلوم کر کے کہ یہ گوشت قربانی کا ہے کھانے سے انکار کیا اور کہا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنا چاہئے آپ نے تین دنوں کے بعد اس کے کھانے سے منع فرمایا ہے، متعدد صحابہ نے انہیں حکم کے منسوخ ہونے کی اطلاع دی جب جا کر انہوں نے وہ گوشت کھایا، غرض اسی قسم کے صحابہ کے اختلافات کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اول نے خیال کیا

کہ اگر اندرون ملک میں یہ اختلافات قائم رہیں گے اور زیادہ بڑھیں گے تو بیرونی دشمنوں کا مقابلہ نہ صرف مشکل ہی نہیں بلکہ غیر ممکن ہوگا اور بیرونی سخت ترین طاقتور دشمنوں کے حملوں سے اسلام کا اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے گا اور اجتماعی قوت ختم ہو جائے گی، اسی لئے آپ نے آپس کے اختلافات کو روکنے کے لئے حدیث کی روایت کرنے سے لوگوں کو روک دیا، ابن ابی ملیکہ کے مراسیل میں ہے۔

ان الصدیق رضی اللہ عنہ جمع الناس بعد وفات نبیتہم فقال انکم تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث تختلفون فیھا والناس بعدکم اشد اختلافاً فلا تحدثوا عن رسول اللہ شیئاً فمن سالکم فقولوا بیننا و بینکم کتاب اللہ فاستحلوا حلالہ وحرموا حرامہ (۱)

حضرت صدیق نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں روایت کرتے وقت آپس میں اختلاف کرتے ہیں آپ کے بعد لوگوں میں یہ اختلاف اور شدید ہو جائے گا اس لئے آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ بیان کریں آپ سے کوئی سوال کرے تو کہہ دیجئے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے اس کی حلال کردہ چیز کو حلال اور حرام کردہ شئے کو حرام سمجھو۔

ایسی حالت میں جبکہ قرآن کی کتابت اور جمع کا کام شروع بھی نہ ہوا تھا اور طاقتور دشمنوں کے حملے سروں پر منڈلا رہے تھے، روایت حدیث کو وقتی طور پر روکنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے ضروری ہو گیا تھا کیونکہ احادیث کی روایت سے باہم اختلافات ہونے لگے تھے، اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نفس حدیث کے یا اس کی کتابت کے مخالف تھے، جس کی اباحت عہد نبوی کے آخری ایام میں ہو چکی تھی، اگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کتابت حدیث کی اباحت کے قائل نہ ہوتے تو وہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ سو حدیثیں نہ لکھتے جیسا کہ حافظ ذہبی نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ جلد اول میں حاکم کی روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی پانچ سو جمع کردہ حدیثیں

حدثنی القاسم بن محمد قالت عائشۃ جمع ابی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت خمسمائۃ حدیث

قاسم بن محمد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پوتے، کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جمع کی

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ص ۳ ج ۔

فبات لیلۃ یتقلب کثیراً قالت فغمنی فقلت اتتقلب لشکوی او لشئ بلغک فلما اصبح قال ای بنیۃ ھلمی الاحادیث التی عندک فجئتہ بھا فدعا بنار فحرقھا فقلت لم احرقتھا قال خشیت ان اموت وھی عندی فیکون فیھا احادیث عن رجل قد ائتمنتہ ووثقت ولم یکن کما حدثنی فاکون قد نقلت ذاک فھذا لایصح (۱)

جس کی تعداد پانچ سو تھی، ایک شب رات بھر میرے والد بہت کروٹیں بدلتے رہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا مجھ بڑا غم ہوا پوچھا کیا آپ کسی تکلیف سے کروٹیں بدل رہے ہیں یا کوئی چیز آپ تک پہونچی ہے؟ جب صبح ہوئی حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے بیٹی؟ وہ احادیث لاؤ جو تمہارے پاس ہیں، چنانچہ میں لائی، پھر میرے والد نے آگ منگوائی اور اس سے احادیث کو جلا دیا، میں نے پوچھا آپ نے ان کو کیوں جلا دیا؟ انہوں نے جواب دیا مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ حدیثیں میرے پاس رہیں گی اور میں مر جاؤں گا، ان میں ایسی بھی حدیثیں ہوں گی جنہیں میں نے ایسے شخص سے لی ہونگی جس پر میں نے اعتما کر لیا تھا اور باوثوق سمجھا تھا درانحالیکہ وہ حدیثیں اصل حدیث کے مطابق نہ ہوں اور میں نے ان کو نقل کر لیا تو یہ اچھا نہیں ہے۔

امام حاکم کی روایت سے جسے حافظ ذہبی نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے یہ منکشف ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کتابت حدیث کی اباحت کے قائل تھے، جب ہی تو انہوں نے پانچ سو حدیثیں دوسرے صحابہ سے نقل کر کے یا لکھوا کے اپنے پاس رکھی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کم از کم چار پانچ ماہ کی درمیانی مدت تک محفوظ رکھی تھیں یہ مدت اس لئے متعین کی گئی ہے کہ حضرت عائشہؓ اپنے والد حضرت ابوبکرؓ کے گھر چار ماہ دس دن عدت گزار کر ہی گئی ہوں گی اتنی مدت تک پانچ سو حدیثیں حضرت عائشہؓ کے پاس بطور امانت کے رکھی رہیں، پہلے حضرت صدیقؓ نے قرآن مجید کی حفاظت کے خیال سے صحابہ کو حدیث کی روایت سے منع فرمایا کیونکہ اس وقت تک قرآن کریم جمع ہو کر ایک صحیفہ میں نہیں آیا تھا اول اس کا انتظام ضروری تھا جسے حضرت صدیقؓ نے بخوش اسلوبی پورا کیا اسی اثنائیں انہیں جمع کی ہوئی پانچ سو حدیثوں کا خیال آیا اور انہیں منگوا کر نذر آتش کر دیا اور جلانے کی وجہ بتادی کہ حدیثیں ایسے راوی صحابہ سے نقل کی تھیں جنہیں معتمد اور باوثوق خیال کیا تھا لیکن بعد کو یہ خیال آیا کہ خود ان سے نقل کرنے میں شاید غلطی ہوگئی ہو یا راوی حدیث سے نادانستہ روایت میں کمی یا بیشی واقع ہوگئی ہو اور

(۱) تذکرۃ الحفاظ صفحہ ج ۱

بجنسہٖ وہ حدیث اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہی ہو جیسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تھا، شک کے آجانے سے حدیث مشکوک ہو گئی ایسی مشکوک حدیث کا مجموعہ جو پانچ سو احادیث پر مشتمل تھا حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہ جاتا آئندہ اُمت اسلامیہ کے لئے شدید اختلاف کا باعث ہوتا کیونکہ امت اسلامیہ اسی مجموعۂ احادیث کو حجت سمجھتی اور دوسرے حفاظ حدیث اس مجموعۂ احادیث کی کسی حدیث کے خلاف روایت کرتے تو دونوں روایتوں میں اختلاف پیدا ہوتا اور یہ اختلاف اُمت اسلامیہ کے لئے فتنہ کا باعث ہوتا جس کے مواخذہ سے بچنے کے لئے حضرت ابوبکرؓ نے اپنی جمع کردہ پانچ سو حدیثوں کو نذر آتش کر کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری الذمہ ہونے اور مواخذہ سے بچنے کی صورت نکال لی۔ لیکن اس سے ہرگز یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت ابوبکرؓ حدیث و کتابت حدیث کے مخالف تھے۔ پانچ سو حدیثوں کا جمع کرنا حدیث کی حجت کی بنا پر تھا اور پھر ان کو مشکوک ہو جانے کے بعد نذر آتش کرنا دوسری علّت کی بنا پر تھا حدیث یا کتابت حدیث کی مخالفت کی بناء پر نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حدیث نبوی پر جس قدر جاں نثار اور شیفتہ حضرت صدیق اکبرؓ رفیق غار تھے ان کی مثال پیش کرنی مشکل ہے، وہ قضایا، فتاویٰ اور مقدمات کے متعلق قرآن مجید میں اگر حکم نہیں ملتا تو صحابہ سے حدیث دریافت کر کے اور اس کی تصدیق دوسرے صحابہ سے کر کے اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے، حضرت ابوبکرؓ سابقین اولین میں سے تھے بلکہ ایمان لانے والے مردوں میں پہلے شخص تھے اور سفر و حضر میں ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہے تھے، ان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا جاننے والا کون ہو سکتا ہے مگر وہ بنظر احتیاط حدیث کی روایت بہت کم کرتے تھے، اور ایک لفظ اور حرف کے فرق کو بھی گوارا نہیں کرتے تھے پھر بھی ان سے احادیث مروی ہیں جن کی تعداد (۱۴۲) بتائی گئی ہے، ایک دفعہ حضرت علیؓ سے ایک حدیث بیان کی اس کے متعلق حضرت علیؓ نے فرمایا، حدثنی ابوبکر و صدق ابوبکر، مجھ سے ابوبکر نے حدیث بیان کی اور ابوبکرؓ نے سچ کہا ایک موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت براء کے والد عازب کو ہجرت کے پورے واقعات سنائے، اس طرح حضرت ابوبکرؓ نے اس حدیث کی روایت کی۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکنا صدقۃ نبی صلعم نے فرمایا ہمارے وارث نہیں ہوں گے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے ممتاز صحابہ جو صدیق اکبرؓ کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی اور کہا کہ ہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انتظاماً صحابہ کو حدیث کی روایت سے منع کر دیا تھا، اگر ان کی خلافت کی مدت طویل ہوتی تو جس طرح انہوں نے قرآن کے اجزاء لکھوا کر ایک صحیفہ میں جمع کروا دیئے تھے اسی طرح قرآن کریم کے بعد احادیث نبوی کو صحابہ کے سینوں سے اور مکتوبہ اجزاء سے جمع کرا کے تدوین حدیث کی خدمت بھی انجام دیتے اور روایات کے اختلافات کو تطبیق دے کر مٹا دیتے لیکن اللہ تعالیٰ کی یہی مشیت تھی کہ تدوین حدیث کی خدمت دوسرے صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین

اور محدثین کا طبقہ اپنی مسلسل کوششوں اور جد و جہد سے انجام دے تاکہ حدیث کی طلب میں نشاطی حرکت تیز تر ہو اور اس حرکت و طلب اور جستجو سے حدیث کے بہت سے دوسرے علوم متعلقہ بھی پیدا ہوں جس سے اللہ کے محبوب رسول کی شان عرش بریں تک بلند ہوتی رہے جو بحمدہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔

سنت عہد فاروق میں

حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ اول کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کا عہد خلافت آیا، آپ نے بھی اپنے عہد خلافت میں قرآن مجید کی تعلیم، ترویج اور اشاعت میں انتہائی کوشش کی، ساتھ ہی سنن کے جمع کرنے اور کتابت کرکے تدوین حدیث کا خیال کیا، صحابہ سے مشورہ بھی کیا انہوں نے کتابت حدیث کی تائید کی، مگر مزید غور و فکر کے بعد اپنے زمانے کے موجودہ حالات کا لحاظ کرکے آپ نے کتابت و تدوین حدیث کے خیال کو بدل دیا، جلیل القدر تابعی عروۃ بن الزبیر حضرت عمر بن الخطابؓ کے ان دونوں ارادوں کے متعلق بیان کرتے ہیں:۔

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اراد ان یکتب السنن فاستفتی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک فاشاروا علیہ بان یکتبها فطفق عمر یستخیر اللہ فیها شهرا ثم اصبح یوما وقد عزم اللہ فقال انی کنت ارید ان اکتب السنن وانی ذکرت قوما کانوا قبلکم کتبوا کتبا فاکبوا علیها وترکوا کتاب اللہ وانی واللہ لا اشوب کتاب اللہ بشیء ابدا (۱)

حضرت عمر بن الخطابؓ نے سنن کے لکھوانے کا ارادہ کیا اس بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا انہوں نے مشورہ دیا کہ سنن لکھے جائیں، اس سلسلے میں حضرت عمرؓ ایک ماہ تک اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتے رہے، پھر ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک عزم پیدا کر دیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا میں سنن کی کتابت کرانا چاہتا تھا کہ ایک قوم یاد آگئی جو تم سے پہلے تھی جس نے بہت کتابیں لکھیں اور ان کتابوں پر جھک گئی اور اللہ کی کتاب کو چھوڑ دیا، بخدا میں اللہ کی کتاب میں کبھی کوئی چیز ملانا نہیں چاہتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے سنن کی عدم کتابت کا فیصلہ عجلت کے نتیجہ میں نہیں بلکہ کامل غور و فکر اور ایک ماہ تک اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرنے کے بعد فرمایا، آپ کا مقصد بھی وہی تھا جو خلیفہ اول کا تھا کہ پہلے اللہ کی کتاب کی پوری اشاعت ہو جائے اور حفاظ قرآن بھی بکثرت پیدا ہو جائیں اس کے بعد سنت کی تدوین عمل میں آئے، بیک وقت دو اہم کام جاری نہیں رہ

---

(۱) جامع بیان العلم وفضلہ ص ۶۴ ج ۱ منقول از السنۃ قبل التدوین

سکتے ہیں، سنت کے محافظین حفاظ حدیث کی کافی تعداد میں موجود ہیں انہوں نے اپنے سینوں میں محفوظ طریقے سے سنن کو رکھا ہے، اور مسلسل مذاکرہ کی وجہ سے اس کی حفاظت ہوتی رہے گی یہانتک کہ مناسب وقت میں اس کی تدوین بھی عمل میں آجائے گی، مگر ضرورت اس کی تھی کہ حدیث کی روایت میں اعتدال آجائے اگر کثرت سے حدیث کی روایت اس زمانے میں کی جائے جبکہ تدوین حدیث عمل میں نہیں آئی ہے مخالفین اور منافقین اسلام کو موضوع حدیث کے بنانے کا موقع مل جائے گا اس خیال سے حضرت عمرؓ نے روایت حدیث کی کثرت کو روکا اور اس پر سختی سے عمل کیا۔

قال ابن قتیبة: کان عمرؓ شدید الانکار علی من اکثر الروایة، او اتی بخبر فی الحکم لا شاهد له علیه وکان یامرهم بان یقلوا الروایة (۱)

ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ زیادہ روایت کرنے والوں کو سختی سے روکتے تھے اور ایسے لوگوں کے ساتھ بھی سختی برتتے تھے جو کسی حکم میں کوئی خبر بغیر شاہد (گواہ) کے لاتا تھا۔

اور یہ ہرگز خیال نہ کرنا چاہئے کہ کثرت روایت پر سختی کا عمل حضرت عمرؓ کی تنہا ذاتی رائے کا نتیجہ تھا بلکہ دوسرے جلیل القدر صحابہ کا بھی اس زمانے میں یہی خیال تھا، چنانچہ ابن قتیبہ مذکورہ بالا بیان کے بعد لکھتے ہیں:۔

وکان کثیر من جلة الصحابة واهل الخاصة برسول الله صلی الله علیه وسلم کابی بکر والزبیر وابی عبیدة و العباس بن عبد المطلب یقلون الروایة عنه بل کان بعضهم لا یکاد یروی شیئا کسعید ابن زید بن عمرو بن نفیل وهو احد العشرة المعهود لهم بالجنة۔

اور اکثر جلیل القدر صحابہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خاص بھی جیسے ابوبکر، زبیر، ابو عبیدہ عباس بن عبد المطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کم روایت کرتے تھے، بلکہ بعض تو تقریباً روایت ہی نہیں کرتے تھے جیسے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

حضرت عمرؓ نے قرظہ بن کعبؓ کو وفد کی صورت میں کوفہ روانہ کرتے وقت وصیت کی تھی کہ روایت کم کرنا، قرظہ کا بیان یہ ہے۔

بعثنا عمر بن الخطاب الی الکوفة وشیعنا الی موضع قرب المدینة یقال له صرار قال: اتدرون لم مشیت معکم قال قلنا لحق صحبة رسول الله صلی الله علیه وسلم

ہمیں عمر بن الخطابؓ نے کوفہ روانہ کیا اور موضع صرار تک جو مدینہ کے قریب ہے ہمارے ہمراہ رہے انہوں نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ کیوں یہاں تک تمہارے ساتھ ہم آئے ہیں

---

(۱) تاویل مختلف الحدیث ص ۴۸۔ ص ۴۹ از السنة قبل التدوین

وبحق الانصار قال لکنی مشیت معکم لحدیث

اس دت ان احدثکم به فاردت ان تحفظو ہ

لمشائی معکم انکم تقدمون علی قوم للقرآن فی

صدورهم هزیز کهزیز المرجل فاذا راوکم مدّوا الیکم

اعناقهم وقالوا اصحاب محمد، فاقلوا الروایة عن

رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وانا شریککم (۱)

وفی روایة فلما قدم قرظة بن کعب قالوا

حدثنا فقال نهانا عمر رضی اللہ عنه

ہم نے جواب دیا رسول اللہ کے صحابی ہونے کا اور انصار کے حق کا خیال کر کے آپ آئے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا میں آپ کے ساتھ یہاں تک اس لئے آیا ہوں کہ ایک بات کہوں جسے آپ محفوظ رکھئے یہی وجہ ہے یہاں تک میرے آنے کی وہ بات یہ ہے کہ آپ ایسی قوم کے پاس جا رہے ہیں جس کے دل میں قرآن کی آواز ایسی ہی کھلبلی ہے جیسی دیگچی میں سنسناہٹ کی ہوتی ہے اور جب آپ کو دیکھیں گے تو آپ کی طرف اپنی گردنیں بڑھا کر کہیں گے کہ یہ اصحاب محمدؐ ہیں، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی روایت ان لوگوں سے کم کریں، ایسی حالت میں میں آپ کا شریک حال رہونگا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب قرظہ بن کعب وہاں پہونچے تو ان سے لوگوں نے کہا ہمیں حدیث سنائیے: انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عمر نے ہمیں اس سے منع کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے جب حضرت ابو موسیٰؓ سے یہ حدیث سنی،

اذا سلم احدکم ثلاثا فلم یجب فلیرجع

جب تم میں سے کوئی کسی کو تین بار سلام کرے اور جواب نہ ملے تو اسے واپس چلا آنا چاہیئے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ سے یہ حدیث سنی تو کہا،

لتاتینی علی ذلک ببینة اولافعلن بک

اس حدیث پر تم بینہ (شہادت، گواہی) لاؤ ورنہ تمہارے ساتھ کچھ کردوں گا۔

جب دوسرے صحابہ نے حضرت ابو موسیٰ کی روایت کی تصدیق کی تو حضرت عمرؓ نے اسے قبول کر لیا اور ابو موسیٰ سزا

---

(۱) سنن ابن ماجہ ص ۹ ج ۱ از السنة قبل التدوین

حافظ ذہبی کی روایت کہ حضرت اُبیؓ نے ایک حدیث حضرت عمرؓ سے بیان کی انہوں نے اس پر بینہ (گواہی) طلب کیا جب انصار کے چند لوگوں نے کہا کہ ہم نے بھی یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابیؓ سے فرمایا۔

اما انی لم اتھمک ولکن احببت أن اثبت

اے ابی! میں تمہیں متہم نہیں کرتا ہوں میں صرف تثبت (پورا ثبوت، استحکام) چاہتا تھا۔

ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا۔

اکنت تحدث فی زمان عمر ھکذا؟ فقال لو کنت احدث فی زمان عمرؓ مثل ما احدثکم لضربنی بمخفقته (۱) وفی روایة قال: لقد حدثتکم باحادیث لو حدثت بھا زمن عمرؓ لضربنی عمرؓ بالدرۃ (۲)

کیا آپ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس طرح حدیث بیان کرتے تھے؟ ابوہریرہ نے جواب دیا اگر میں حضرت عمرؓ کے زمانے میں جس طرح آپ سے حدیث بیان کرتا ہوں۔ حدیث بیان کرتا تو وہ مجھے کوڑے سے مارتے اور ایک روایت میں ہے آپ لوگوں سے میں حدیث بیان کرتا ہوں اگر میں ان حدیثوں کو حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیان کرتا تو حضرت عمرؓ مجھے کوڑے لگاتے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ اپنے عہد خلافت میں حدیث کی روایت میں بہت زیادہ احتیاط کو مدنظر رکھتے تھے اور کثرت روایت کے خلاف سختی کرتے تھے تاکہ صحابہ کی اختلافی روایات کی وجہ سے مخالفین اسلام کو فتنہ انگیزی کا موقع نہ ملے۔

منکرین حدیث اور اہل بدعت حضرت عمرؓ کی سختی پر جو وہ روایت حدیث کی کثرت کے خلاف کرتے تھے یہ الزام لاتے ہیں کہ حضرت عمرؓ صرف قرآن مجید کو اسلامی تشریع کا مصدر قرار دیتے تھے اور وہ حدیث سے (نعوذ باللہ) بے رغبت تھے بلکہ اسے باطل کرتے رہتے تھے اور قرآن کے مسائل کو رایوں سے فیصلہ کرنے کی کوشش کرتے تھے جس کے ثبوت میں وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کثرت روایت کی بنا پر تین جلیل القدر صحابہ کو قید کر دیا تھا جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۷ میں ہے:

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۷ (۲) جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۲۱ منقول از السنۃ قبل التدوین

ان عمر حبس ثلاثة ابن مسعود و ابا الدرداء و ابا مسعود الانصاری فقال قد اکثرتم الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عمرؓ نے ابن مسعودؓ، ابوالدرداء اور ابو مسعود انصاری کو قید میں ڈال دیا اور کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کثرت سے روایت کرتے ہو۔

اور منکرین حدیث اپنے دعوے کے ثبوت میں حدیث قرظہ (جو اوپر بیان کی گئی ہے) کو بھی پیش کرتے ہیں جو شعبی نے قرظہ سے روایت کی ہے، منکرین کے اس فرضی الزام کا جواب یہ ہے کہ حافظ ذہبی کی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں تین صحابہ کے متعلق حبس کا لفظ آیا ہے یہاں حبس کے معنی قید کرنے کے نہیں ہیں ۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے رامہرمزی نے اپنے شیخ ابو عبداللہ ابن البری کی یہ روایت بیان کی ہے :-

ان عمر بن الخطاب حبس بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیھم ابن مسعود و ابوالدرداء فقال قد اکثرتم الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابو عبد اللہ ابن البری یعنی منعھم الحدیث ولم یکن لعمر حبس (۱)

حضرت عمر بن الخطابؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب کو حبس کر دیا تھا جن میں ابن مسعود اور ابوالدرداء تھے اور فرمایا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روایت میں کثرت کر دی ہے، ابو عبداللہ بن البری کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان اصحاب کو حدیث کی روایت کرنے سے صرف منع کیا تھا، کیونکہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں کوئی قید خانہ نہیں تھا

ابن البری کی یہ تفسیر اچھی ہے، حضرت عمرؓ کی ممانعت کثرت حدیث کی روایت میں اس لئے ہوتی تھی کہ سامعین حدیث میں زیادہ ماہر نہ کر سکیں گے، اور راویان حدیث بوجہ کثرت روایت ضبط، تثبت اور اتقان کے اصول کو ملحوظ نہ رکھیں گے جس کی وجہ سے حدیث میں کمی اور بیشی کا اندیشہ رہے گا، نیز لوگ حدیث کی روایت میں مشغول رہ کر قرآن کریم کے حفظ و تلاوت سے بے پرواہ ہو جائیں گے، جبکہ قرآن کریم کی اشاعت مفتوحہ ممالک میں پوری طرح پر نہیں ہوئی ہے، حضرت عمرؓ کے نزدیک کثرت روایت مذموم نہ تھی کیونکہ خود ان سے بکثرت حدیث کی روایت ثابت ہے حضرت عمرؓ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اپنی وفات کے درمیان میں پانچ سو سے زیادہ حدیثوں کی روایت کی ہے، اور چند صحابہ کو چھوڑ کر تمام صحابہ سے زیادہ حدیث کے راوی ہیں اور معاذ اللہ یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ میں سب سے زیادہ حدیث کے

(۱) المحدث الفاصل صد ۱۳۳: از السنۃ قبل التدوین

راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں وہ قید نہ ہوں اور تین جلیل القدر صحابہ قید کر دیئے جائیں، حضرت ابوہریرہؓ نے (۵۳۷۴) پانچ ہزار تین سو چوہتر، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے (۸۴۸) آٹھ سو اڑتالیس، حضرت ابوالدرداءؓ نے (۱۷۹) ایک سو اناسی اور ابو مسعودؓ نے (۱۰۲) احادیث کی روایت کی ہے، اصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ مکثرین صحابہ (حدیث کے زیادہ روایت کرنے والے) کی جانچ کیا کرتے تھے، جب انہیں اس بات کا اطمینان ہو جاتا تھا کہ مکثر صحابی کا حافظہ قوی ہے اور اس میں تثبت ہے یعنی حدیث صحیح طریقہ سے روایت کی جاتی ہے اور اس میں کمی اور بیشی نہیں ہوتی ہے تو اسے حدیث کی روایت کی عام اجازت دیتے تھے، جو اجازت نامہ اور سند کی حیثیت ہوتی تھی چنانچہ حافظ ذہبی ابوہریرہؓ کی روایت بیان کرتے ہیں۔

روى الذهبي عن ابي هريرة قال بلغ عمر حديثي فارسل الي فقال كنت معنا يوم كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيت فلان؟ قلت نعم وقد علمت لاي شئ سألتني قال ولم سألتك؟ قلت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ قال من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار قال اما لا فاذهب فحدث (۱)

حافظ ذہبی حضرت ابوہریرہؓ کی روایت بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے پاس میری روایت حدیث کی خبر پہونچی انہوں نے مجھے طلب کیا اور کہا کیا تم ہمارے ساتھ اس دن تھے جس دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فلاں شخص کے گھر میں تھے، میں نے کہا جی ہاں اور میں سمجھ چکا آپ کس لئے مجھ سے سوال کر رہے ہیں انہوں نے فرمایا کس لئے میں نے تم سے سوال کیا ہے؟ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اب مجھے اطمینان ہے) جاؤ اور حدیث کی روایت کرو۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کو جو حدیث کی روایت میں سب سے زیادہ مشہور ہیں محض ان کے حفظ، تثبت اور اتقان کے امتحان کے لئے طلب کیا تھا جب وہ حضرت عمرؓ کے امتحان میں پورے اترے تو انہیں حدیث کی روایت کی عام اجازت دیدی گئی اسی طرح تین صحابہ مذکورینؓ کو حفظ تثبت اور اتقان کے امتحان اور جانچ کے لئے کچھ دنوں کے لئے حدیث کی روایت سے منع کر دیا گیا تھا اس مفہوم کی تائید خطیب بغدادی کی اس

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ص ۴۳۴ ج ۲ از السنۃ قبل التدوین۔

روایت سے ہوتی ہے۔

قال: بعث عمر بن الخطاب الی عبد اللہ بن مسعود والی ابی الدرداء والی ابی مسعود الانصاری فقال ما ھذا الحدیث الذین تکثرون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فحبسھم بالمدینۃ حتی استشھد فقطھم سوا ۲ (۱)	خطیب بغدادی بیان کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی نے عبداللہ بن مسعود ابوالدرداء اور ابو مسعود انصاری کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا یہ کیا حدیث ہے جس کی روایت آپ لوگ کثرت سے کر رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کو مدینہ میں روایت کرنے سے منع کر دیا تھا تا آنکہ حضرت عمرؓ کو شہادت مل گئی کہ ان سب کی روایت میں الفاظ برابر اور یکساں ہیں۔

خطیب بغدادی کی اس روایت سے واضح ہو گیا کہ حبس کے معنے صرف قید کرنے ہی کے نہیں ہیں بلکہ منع کرنے کے بھی ہیں چنانچہ حضرت عمرؓ کو جب ان تینوں کی روایت میں الفاظ متفق اور یکساں نظر آئے اور روایت میں اختلاف نہیں پایا تو ان تینوں کے لئے روایت کی ممانعت باقی نہیں رہی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت معاذ بن جبل کے متعلق بھی حبس کا لفظ استعمال کیا تھا، جو ابن سعد کی روایت میں ہے، ابن سعد نے روایت کی ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبلؓ ملک شام جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان کے چلے جانے سے مدینہ میں فقہ اور فتویٰ دینے میں خلل ہو گا اس لئے حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اول سے ان کے روکنے کے لئے کہا عبارت یہ ہے۔

لقد کلمت ابا بکر رحمہ اللہ ان یحبسہ لحاجۃ الناس الیہ فابی علی فقال رجل اراد الجھاد یرید الشھادۃ فلا احبسہ الخ	حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے ابوبکرؓ سے لوگوں کی ضرورت کا خیال کر کے معاذ بن جبل کو روکنے کے لئے کہا مگر انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ وہ جہاد اور شہادت چاہتے ہیں اس لئے میں انہیں نہیں روک سکتا۔

اس عبارت میں دو جگہ حبس کا لفظ آیا ہے جس کے معنی قید میں ڈالنے کے نہیں ہیں بلکہ روکنے کے ہیں اسی طرح تینوں صحابہ کا ذکر اوپر ہوا ہے ان کے متعلق بھی راوی نے حبس کا لفظ استعمال کیا ہے وہاں بھی معنی روکنے ہی کے ہیں نہ کہ قید خانہ میں ڈالے جانے کے۔

(۱) شرف اصحاب الحدیث صہ ۹ : از السنۃ قبل التدوین

حضرت عمرؓ ان تینوں صحابہ کی قدر و منزلت کو جانتے تھے، اُن کے زہد و تقویٰ سے واقف تھے ان کے علمی رتبے سے آگاہ تھے چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کو تعلیم دینے کے لئے کوفہ روانہ کیا تو کوفہ والوں کے نام خط میں حضرت ابن مسعودؓ کا اس طرح تعارف کرایا۔

کتب الی اهل الکوفة: انی والله الذی لا اله الا هو اثرتکم به علی نفسی فخذوا منه (۱)

اہل کوفہ کے نام خط میں حضرت عمرؓ لکھتے ہیں قسم ہے اللہ کی کہ نہیں ہے اکوئی معبود سوائے اس کے میں نے ابن مسعود کو بجائے اپنے پاس رکھنے کے تمہارے پاس بھیجنے کے لئے ترجیح دی ہے ان سے علم حاصل کرو۔

ایک دوسرے موقع پر حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعود کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

کنیف ملئی علماً، آثرت به اهل القادسیة (۲)

ابن مسعود وہ ظرف ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے انہیں اہل قادسیہ کے لئے ترجیح دی ہے۔

حضرت ابوالدرداء کو بھی اپنی اعلیٰ شخصیت اور علمی خصوصیت کی بناء پر بلاد شام میں قاضی اور معلّم قرآن بنائے گئے تھے کیا ایسی بلند تر ہستیوں کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں کثرت روایت کی بناء پر قید خانہ میں ڈال دیا تھا معاذ اللہ! حضرت عمرؓ جیسی جلیل القدر ہستی کی شان میں یہ تصور کرنا حد درجہ کی مذموم اور شرمناک بات ہے جبکہ حضرت عمرؓ خود بھی حدیث کی اشاعت میں اسی طرح کوشاں تھے جس طرح وہ قرآن کی تعلیم اور اشاعت میں تھے، وہ اپنے تمام فیصلوں میں خلیفہ اول حضرت صدیقؓ کے طریق کار اور منہج پر عمل کرتے تھے پہلے وہ قرآن کریم کی طرف رجوع کرکے اس سے ہدایت حاصل کرتے اگر کسی مسئلے میں قرآن میں حکم نہ ملتا تو حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے اور صحابہ سے بھی سنت کے احکام حاصل کرتے تھے اس کے متعلق چند واقعات حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ املاص (وہ جنین جو کسی حاملہ کے بطن سے کسی کی ضرب یعنی مار سے ساقط ہو جائے) کے متعلق قرآن میں کوئی حکم نہیں ملا تو حدیث کی طرف رجوع کیا، خود انہیں اس کے متعلق حدیث کا علم نہ تھا۔

عن طاؤس: ان عمر قال: اذکر الله امرأ سمع من النبی صلی الله علیه وسلم فی الجنین شیئاً؟ فقام حمل بن مالک

طاؤس سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کا نام یاد دلا کے پوچھتا ہوں کیا کسی شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

(۱) سیر اعلام النبلاء صہ ۱/۳۵ ج ۱ از السنۃ قبل التدوین (۲) سیر اعلام النبلاء

ابن النابغة فقال کنت بین جاریتین لی یعنی ضرتین فضربت احداھما الاخری بمسطح فألقت جنینا میتا فقضی فیه رسول اللہ بغرة فقال عمر لو لم اسمع فیه لقضینا بغیرہ (۱)

جنین کے متعلق کچھ سنا ہے ؟ حمل بن مالک بن نابغہ نے سنا تو کھڑے ہو کر کہا میری دو بیویاں ہیں یعنی دو سوکنیں ایک نے دوسرے کو خیمہ کی لکڑی سے مارا جس سے اس کا مردہ جنین (یعنی حاملہ کے رحم کا مردہ بچہ) ساقط ہو گیا اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غرّہ ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں یہ حدیث نہیں سنتا تو دوسرا فیصلہ کرتا، غُرّہ کی تفسیر میں اختلاف ہے کسی نے ایک غلام یا لونڈی کی قیمت کا دسواں حصہ بتایا ہے جو بطور تاوان کے دیا جائے اور جمہور نے ایک مدیہ عُشر کا نصف لکھا ہے امام مالک مؤطا صہ ۱۶۲ میں لکھتے ہیں الغرة خمسون دینارا وذلک عشر دیة امه یعنی غُرّہ پچاس دینار کا ہوتا ہے اور یہ جنین کی ماں کا دسواں حصہ ہے۔

۲۔ ملک شام کے طاعون میں سرغ کے مقام پر تمام صحابہ سے حضرت عمرؓ نے مشورہ کیا آخر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جو اس وقت وہاں موجود نہ تھے آ جانے پر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنی تو اس کے مطابق فوج کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔

۳۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے خفین پر مسح کی حدیث سن کر قبول فرمایا اور اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حکم دیا۔

اذا حدثت سعد بشئی فلا ترد علیه فان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یمسح علی الخفین (۲)

جب تم سے سعد کسی چیز کے متعلق حدیث بیان کریں تو اسے رد نہ کرو بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین پر مسح فرمایا ہے

۴۔ حضرت عمرؓ نے ایک مجنونہ (پاگل عورت) کو رجم (سنگسار) کرنا چاہا لیکن انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول معلوم ہوا تو اپنے ارادے کو بدل دیا۔

رفع القلم عن ثلاثة عن المجنون المغلوب علی عقله حتی یبرأ وعن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم (۳)

تین شخصوں سے حکم اٹھا لیا گیا ہے پاگل جو مغلوب الحال ہو یہاں تک کہ وہ اچھا ہو جائے، سویا ہوا آدمی یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے نابالغ لڑکا یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔

---

(۱) الرسالة صہ ۲۶۴ از السنة قبل التدوین (۲) مسند امام احمد (۳) اخرج امام احمد وابوداؤد والحاکم۔

۵. حضرت عمر بن الخطاب کعبہ میں رکن پر کھڑے ہوئے اور حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا۔

انی لاعلم انک حجر ولو لم ار حبیبی صلی اللہ علیہ وسلم قبلک واستلمک ما استلمتک ولا قبلتک لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (۱)

میں یقیناً جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، اگر میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تقبیل اور استلام کرتے نہ دیکھتا تو میں تیرا استلام نہ کرتا اور نہ تیرا بوسہ لیتا۔ بیشک اللہ کے رسول میں تمہارے لئے نیک نمونہ ہے۔

۶. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اور جو لوگ فتح مکہ کے روز آپ کے ساتھ تھے ان سب کو حکم دیا کہ وہ اپنے کندھوں کو کھول کے اور تیز چل کے طواف کریں تاکہ مشرکین ان کی قوتوں کو دیکھیں اور اسلامی حکومت کی طاقت کا اظہار ہو، حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں خیال کیا کہ رمل (طواف میں تیز چلنا) کی علت اب جا چکی ہے لیکن انہوں نے فرمایا۔

فیم الرملان والکشف عن المناکب وقد اطاء اللہ الاسلام ونفی الکفر واھلہ ومع ذلک لا ندع شیئاً کنا نفعلہ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۲)

اب رمل اور کندھوں کا کھولنا کس واسطے ہو اللہ نے اسلام کو طاقت بخشی کفر اور کفار چلے گئے باوجود اس کے ہم اس چیز کو نہیں چھوڑیں گے جسے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کرتے تھے۔

ان تمام واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ سنت کے مخالف تھے اور اس کو باطل کرنا چاہتے تھے؟ اور ملاحظہ فرمائیے۔

۷. حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں عبداللہ بن سعدی ان کے پاس آئے حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم بھی والی (حاکم) بنائے جاتے ہو اور اس خدمت کے معاوضہ میں جو حق خدمت ملتا ہے اسے ناپسند کرتے ہو؟ عبداللہ بن سعدی نے کہا ہاں ایسا ہی ہے! حضرت عمر نے سوال کیا کیوں ایسا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا میرے پاس گھوڑے نوکر چاکر ہیں میں اچھی حالت میں ہوں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میرا معاوضہ جو حق الخدمت کے طور پر ہے وہ مسلمانوں کو صدقہ کے طور پر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ایسا نہ کرو کیونکہ میں نے بھی ایسا ہی ارادہ کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجھے کچھ عطا فرماتے تھے تو میں کہتا تھا جو مجھ سے زیادہ محتاج ہیں ان کو دیجئے۔ ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ مال عطا فرمایا میں نے عرض کی جو مجھ سے زیادہ حاجت مند ہیں انہیں عطا فرمائیے

---

(۱) مسند امام احمد (۲) مسند امام احمد

یہ سنکر آپ نے فرمایا۔

خذہ فتمولہ وتصدق بہ فما جاءک من ھذا المال وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ ومالا فلا تتبعہ نفسک (۱)

لیے لو اور مالدار بن کر اسے خیرات کردو اور جو مال تمہارے پاس آئے اور تمہاری نظر اس پر نہیں تھی اور نہ تم اس مال کے سائل تھے تو لے لو اور جو مال نہ آئے تو اس کے پیچھے اپنے آپ کو نہ ڈالو۔

۸۔ حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں ایک مرتبہ مسجد جا رہے تھے کہ ایک جگہ کچھ طعام (غلہ) پھیلا ہوا دیکھا آپ نے دریافت کیا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا یہ ہمارے پاس لایا گیا ہے، آپ نے فرمایا اللہ اس میں برکت دے اور لانے والوں کو بھی برکت دے اس وقت کسی نے کہہ دیا یا امیر المومنین! یہ احتکار (ذخیرہ اندوزی) کا طعام ہے، آپ نے دریافت کیا کس نے ذخیرہ اندوزی کی ہے لوگوں نے کہا فروخ مولیٰ عثمان نے اور ایک دوسرے شخص مولیٰ عمر نے، حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ مسلمانوں کے کھانے کی چیزیں تمہیں ذخیرہ اندوزی پر کس نے آمادہ کیا ہے؟ ان دونوں نے جواب دیا امیر المومنین! ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں حضرت عمرؓ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے

من احتکر علی المسلمین طعامھم ضربہ اللہ بالافلاس او بجذام (۲)

جس شخص نے مسلمانوں کے کھانے کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کی اللہ اسے افلاس یا جذام سے مارے گا۔

فروخ نے کہا یا امیر المومنین! میں اللہ سے اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اب کھانے کی چیزوں میں ایسا نہ کروں گا لیکن مولیٰ عمر نے کہا ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں، ابو یحییٰ کا بیان ہے میں نے مولیٰ عمر کو جذام میں مبتلا دیکھا۔

۹۔ جنگ یرموک میں اسلامی لشکر کے قائدین نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی کہ موتیں بہت ہو رہی ہیں امداد روانہ کیجئے حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھ بھیجا۔

انی ادلکم علی من ھو اعز نصرا واحضر جندا اللہ عز وجل فاستنصروہ فان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قد نصر یوم بدر فی اقل من عدتکم فاذا اتاکم کتابی ھذا فقاتلوھم ولا تراجعونی

میں تمہیں ایسی ذات کو بتلاتا ہوں جو مدد دینے میں غالب ہے اور جس کے پاس بہت لشکر موجود ہے وہ اللہ عز وجل ہے اس سے مدد مانگو بے شبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر کی جنگ میں مدد دی گئی تھی جبکہ تمہاری تعداد سے بھی کم تھی جب میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو دشمن سے لڑو اور میری طرف رجوع نہ کرو۔

---

(۱) مسند امام احمد (۲) مسند امام احمد

۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقیب اور صحابی حضرت عُبادہ بن صامت انصاری حضرت امیر معاویہ کے ساتھ سرزمین روم کے جہاد میں شریک تھے وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگ سونے کے ڈلوں کو دیناروں سے اور چاندی کے ٹکڑوں کو درہموں سے خرید و فروخت کر رہے ہیں، حضرت عبادہؓ نے کہا اے لوگو! تم سود کھا رہے ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

لا تبتاعوا الذھب بالذھب الا مثلاً بمثل لا زیادۃ بینھما ولا نظرۃ — سونے کو سونے کے بدلے میں خرید و فروخت نہ کرو مگر جب کہ برابر برابر ہو دونوں میں زیادتی نہ ہو اور نہ مدت مقرر ہو۔

ان سے حضرت معاویہ نے کہا اے ابو الولید (حضرت عبادہ کی کنیت ہے) میری رائے میں یہ سود نہیں ہے مگر اس وقت ہے جب مدت مقرر ہو، حضرت عبادہ نے کہا، میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور آپ اپنی رائے پیش کر رہے ہیں، اگر اللہ یہاں سے نکالے تو میں ایسی سرزمین میں سکونت اختیار نہیں کروں گا جہاں آپ کی حکومت مجھ پر ہوگی، جب حضرت عبادہ مدینہ منورہ واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے پوچھا اے ابو الولید! آپ کیسے تشریف لائے؟ حضرت عبادہ نے پورا قصہ بیان کیا اور اپنی سکونت کا ذکر کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو الولید! آپ اپنی زمین کی طرف واپس جائیے، اللہ ایسی زمین کو برا کر دے گا جس میں آپ اور آپ جیسے لوگ نہ ہوں اور حضرت معاویہ کو خط لکھا تمہاری حکومت عبادہ پر نہیں ہوگی، اور ربا (سود) کے متعلق جو عبادہ نے کہا ہے وہی حکم (سنتا ہے) اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کیا (۱)

ان واقعات سے جو سیکڑوں میں سے چند بطور مثال کے لکھے گئے ہیں ان سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ بھی سُننِ نبوی کے کس قدر دلدادہ تھے اور ان کا عمل سنت نبوی کے مطابق ہوتا تھا اور سُنتِ نبوی صحیح طور سے رائج کرنے میں کوشاں رہتے تھے اور جب اُن کے عہد خلافت میں قرآن مجید کی مفتوحہ ممالک میں بھی اشاعت کافی ہوگئی جس کی تصدیق ابن حزم کی اس روایت سے ہوتی ہے۔

وان لم یکن عند المسلمین اذ مات عمرؓ مائۃ الف مصحف من مصر الی العراق الی الشام الی الیمن فما بین ذلک فلم یکن اقل — جس وقت حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی تو مصر سے عراق تک اور عراق سے شام تک اور شام سے یمن تک قرآن کے نسخے جو پھیلے ہوئے تھے ان کی تعداد اگر ایک لاکھ سے زیادہ نہ تھی تو کم بھی نہ تھی (تدوین حدیث مولانا مناظر احسن گیلانی)

---

(۱) سنن ابن ماجہ۔

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ قرآن کا وہ نسخہ جو عہد صدیقی میں مرتب کرا کے محفوظ کر لیا گیا تھا اور اس کی نقلیں اسلامی مراکز میں نہیں بھیجی گئی تھیں بلکہ حفاظ قرآن سے سنکر عہد فاروقی میں کتاب اللہ کی اشاعت ہو رہی تھی حضرت عمرؓ کو جب قرآن کی اشاعت پر اطمینان ہو گیا اور حدیث اور قرآن میں التباس کا خوف انہیں بھی نہ رہا تو حدیث کی روایت اور کتابت میں حضرت عمرؓ کا جو تشدد تھا اس میں اعتدال پیدا ہو گیا اور سنت نبوی کی روایت اور ترویج میں کوشش فرمانے لگے حضرت عمرؓ کا قول ہے

۱۔ خیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم — بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے

نیز حضرت عمرؓ کا قول ہے۔

۲۔ سیأتی قوم یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ — عنقریب تمہارے پاس ایک قوم آئے گی جو قرآن میں شبہات ڈال کر تم سے جھگڑے گی انہیں سنن کے ذریعہ ماخوذ کیا کرو کہ اصحاب سنن کتاب اللہ کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔

۳۔ نیز حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔

تعلموا الفرائض والسنۃ کما تعلموا القرآن — فرائض اور سنت کو اسی طرح سے سیکھو جس طرح سے قرآن سیکھتے ہو۔

عہد فاروقی میں کتابت احادیث پر عمل

حضرت عمرؓ نے جب حدیث کی روایت اور کتابت کے تشدد میں کمی کر دی تو خود بھی انہوں نے حدیث لکھ کے دوسرے کے پاس بھیجی ابو عثمان نہدی کا بیان ہے۔

۱۔ کنا مع عتبۃ بن فرقد فکتب الیہ عمرؓ باشیاء یحدثہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکان فیما کتب الیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یلبس الحریر فی الدنیا الا من لیس لہ فی الآخرۃ منہ شئی الا ھکذا وقال باصبعیہ السبابۃ والوسطی (۱) — ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ ہم عتبہ بن فرقد کے پاس تھے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ حدیثیں لکھ کے بھیجیں ان احادیث میں ایک یہ حدیث تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ریشمی کپڑا دنیا میں کوئی شخص نہیں پہنے گا سوائے اس شخص کے کہ جسے آخرت میں ریشمی کپڑا نہیں ملے گا صرف ریشم کی اتنی مقدار جائز ہے شہادت اور درمیانی انگلی کے برابر

---

(۱) مسند امام احمد ج ۱ ص ۱۵ منقول از السنۃ قبل التدوین ص ۹۲

اس سے حضرت عمرؓ کا منشا صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ روایت اور کتابت حدیث کے مخالف نہیں تھے بلکہ ان کی نیت قرآن مجید کی عام اشاعت اور سنت کی روایت اور کتابت میں کامل احتیاط پر مبنی تھی، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اسی طرز عمل کو اختیار کیا تھا جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کا تھا۔

اجرائے احکام میں شیخین (حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ) کا طریق کار

روزانہ کے احکام اور مسائل کے تصفیہ اور اجراء میں شیخین کا جو طریق کار تھا وہ میمون بن مہران کے ذیل کے بیان سے واضح ہو جاتا ہے:۔

میمون بن مہران یحدث عن ابی بکر الصدیقؓ انہ کان اذا ورد علیہ حکم نظر فی کتاب اللہ فان وجد فیہ ما یقضی بہ قضی بہ، وان لم یجد فی کتاب اللہ نظر فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان وجد فیہ ما یقضی بہ قضی بہ فان اعیاہ ذلک سأل الناس ھل علمتم ان رسول اللہ قضی فیہ بقضاء؟ فربما قام الیہ بعض القوم فیقولون قضی فیہ بکذا او کذا فان لم یجد سنۃ سنھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع رؤس الناس فاستشارھم فاذا اجتمع رأیھم علی شئی قضی بہ

میمون بن مہران حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بابت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیقؓ کے پاس کوئی فیصلہ کی بات آتی تو وہ اللہ کی کتاب میں دیکھتے تھے اگر اس میں حکم پاتے تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے، اور اگر اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو دیکھتے تھے اگر اس میں حکم پاتے تو اس کے مطابق حکم دیتے تھے اور اگر سنت میں نہیں پاتے تو لوگوں سے پوچھتے تھے کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہے؟ اشخاص کھڑے ہو کر کہتے تھے کہ اس مسئلہ میں یہ اور یہ فیصلہ کیا گیا ہے، اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں ملتی تو سرداروں کو جمع کرتے تھے اور ان سے مشورہ لیتے تھے، اگر ان سب کی رائے ایک چیز پر جمع ہو جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔

قال فکان عمر یفعل ذلک فاذا اعیاہ ان یجد ذلک فی الکتاب والسنۃ سأل ھل کان ابو بکر قضی فیہ بقضاء فان کان لابی بکر قضاء قضی بہ والا جمع علماء الصحابۃ واستشارھم فاذا اجتمع رأیھم علی شئی قضی بہ

پھر میمون بن مہران نے کہا کہ حضرت عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے اگر وہ کتاب اور سنت میں حکم نہیں پاتے تو دریافت کرتے کیا ابو بکرؓ کا اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ ہے؟ اگر حضرت ابو بکرؓ کا فیصلہ ہوتا تو اس کے مطابق اپنا فیصلہ صادر کرتے ورنہ پھر علماء سے

صحابہ کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ لیتے تھے اگر سب کی رائے ایک چیز پر قائم ہو جاتی تو اسی کے مطابق حضرت عمرؓ فیصلہ کرتے تھے۔

ان تمام واقعات سے جو منجملہ اور بہت سے واقعات کے بیان کئے گئے ہیں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کثرت روایت پر سختی کے عمل میں حضرت عمرؓ حق بجانب تھے اور وہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل پیرا تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت محتاط طریقہ سے حدیث کی روایت کا حکم دیا تھا مثلاً

۱۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: ایاکم وکثرۃ الحدیث ومن قال علی فلا یقولن الا حقاً (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تم لوگ حدیث کی کثرت سے بچو اور جو شخص مجھ سے حدیث کی روایت کرے اسے چاہئے کہ وہی کہے جو حق ہو۔

(۲) من قال علی مالم اقل فقد تبوا مقعدہ من النار (۲)

جو شخص مجھ پر ایسی بات کہے جسے میں نے نہیں کہی تھی اس نے اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لیا۔

(۳) من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار (۳)

جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے۔

(۴) وفی روایۃ من کذب علی فلیتبوأ مقعدہ من النار (۴)

اور ایک روایت میں ہے جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے۔

(۵) من روی عنی حدیثاً وھو یری انہ کذب فھو احد الکذابین (۵)

جو شخص مجھ سے حدیث کی روایت کرے اور اس کا خیال ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ شخص بڑا کذاب ہے۔

(۶) عن ابی ھریرۃ کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع (۶)

کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ تمام باتیں جو سنے کہتا جائے (یعنی بغیر تحقیق کے)

حضرت عمرؓ کی شہادت

حضرت عمرؓ کا طریقہ کار سنت نبوی پر مبنی ہوتا تھا آپ کے عہد مبارک میں کسی کو موضوع (جھوٹی) حدیث بنانے کا موقع

(۱) (۲) قبول الاخبار والحدیث بالمجاز فی مسند احمد (۳) سنن ابن ماجہ (۴) الکفایۃ (۵) مقدمۃ التمہید لابن عبدالبر (۶) مقدمۃ التمہید

انہیں ملا دس برس چھ ماہ چار دن خلافت کا بار عظیم سنبھالنے کے بعد ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ ہجری مطابق ۶۴۴ء کو حضرت مغیرہ بن شعبہ کے مجوسی غلام فیروز نامی نے دشمنی کی بنا پر صبح کی نماز میں جب آپ امامت کے لئے کھڑے ہوئے۔ زہر آلود خنجر سے چھ وار کرکے آپ کو زخمی کر دیا، تین روز کے بعد آپ نے وفات پائی، وفات سے پہلے اُن سے کہا گیا آپ اپنا جانشین کسی کو کیوں نہیں مقرر کر دیتے آپ نے جواب دیا اگر میں اس مسئلے کو چھوڑ دوں تو اس ذات گرامی نے اُسے چھوڑ دیا تھا جو مجھ سے بہتر تھی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اگر اپنا جانشین مقرر کر دوں تو اُس شخص نے اپنا جانشین مقرر کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی حضرت ابوبکرؓ آپ نے چھ آدمیوں کی مجلس مشاورت مقرر کر دی اور فرمایا کہ یہ مجلس کثرت آراء سے جسے مقرر کر دے وہی میرا جانشین ہوگا، چنانچہ اس مجلس مشاورت نے حضرت عثمان غنیؓ کو حضرت عمرؓ کا جانشین مقرر کیا۔

سنت عہد خلافت عثمانی میں

عہد عثمانی میں قرآن مجید کی نقول اور ان کی اشاعت

حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کا یہ اہم کارنامہ ہے کہ جب آپ کو اسلامی مملکت کے مختلف گوشوں سے یہ اطلاع دی گئی کہ قرآن کریم کی قراءت میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے ہیں اور نزاع نے سخت صورت اختیار کر لی ہے تو اس اطلاع کے بعد آپ نے وہ صحیفہ قرآن منگوایا جو حضرت صدیقؓ کے عہد میں یکجا کتابی شکل میں مرتب کرکے رکھا گیا تھا اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت کی نگرانی میں اس کی سات نقلیں کرائی گئیں اور ان نقول کا ایک ایک نسخہ مملکت اسلامی کے مرکزی مقام کو روانہ کیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ اسی صحیفہ کے مطابق عمل کیا جائے جس سے لوگوں کے اختلافات ختم ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ نے بھی کثرت روایت حدیث کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کے طریقے پر چلنے کی کوشش کی، محمود بن لبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا:

لایحل لاحد یروی حدیثا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم اسمع بہ فی عھد ابی بکر ولا عھد عمر فانہ لم یمنعنا ان نحدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا اکون اوعی لاصحابہ عنہ الا انی سمعتہ یقول من قال علی مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النار (۱)

کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیث روایت کرے جسے میں نے عہد ابوبکرؓ اور عہد عمرؓ میں نہ سنی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں مجھے یہ امر مانع نہیں ہے کہ میں آپ کے اصحاب کے مقابلہ میں زیادہ حافظ حدیث نہیں ہوں بلکہ

---

(۱) قبول الاخبار والحدیث بایجاز فی مسند الامام احمد

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سنا
ہے جو شخص مجھ پر ایسی بات کہے جسے میں نے نہیں کہی ہو تو
اس نے اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لیا۔

لیکن اس خیال سے کہ حدیث کا ذخیرہ صحابہ کے سینوں میں محفوظ ہے ان کی وفات کے بعد یہ ذخیرہ فنا ہو جائے گا اس لئے آپ نے حدیث کی روایت اور کتابت میں نرمی اختیار کی آپ کے نرم طریقہ اختیار کرنے سے صحابہ حدیث کی روایت اور کتابت زیادہ کرنے لگے دوسری طرف دشمنان اسلام کو بھی موضوع حدیث کے بنانے کا موقع ملا چنانچہ حمیری یہودی، عبداللہ ابن سبا مسلمانوں کے بھیس میں کوفہ، بصرہ، اور مصر وغیرہ کی اسلامی فوجی چھاؤنیوں میں کثرت سے آنے جانے لگا جہاں قبائل عرب کے بدوی فوج میں داخل تھے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف دیدار سے محروم تھے اس لئے وہ حدیث نبوی سننے کے مشتاق رہتے تھے، عبداللہ بن سبا نے انہیں لوگوں کو موضوع حدیث بنا بنا کر اور سنا سنا کر کافی تعداد میں افراد کو اپنا ہمخیال بنا لیا اور آخر کار اسی عبداللہ بن سبا کی فتنہ انگیزی سے حضرت عثمان خلیفہ ثالث رضی کی شہادت ۳۵ھ ہجری میں واقع ہوئی، حضرت عثمان رضی نے منبر پر جو خطبہ دیا اس سے واضح ہو گیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے علم میں دوسرے تمام صحابہ سے واقفیت میں کم نہ تھے مگر بہ نظر احتیاط وہ بہت کم روایت کرتے تھے تاہم دوسرے صحابہ ان کے پاس آتے اور حدیث نبوی سناتے اور حضرت عثمان رضی سے اس کی تصدیق چاہتے تھے، ایک دفعہ حضرت ابوذر امیر المومنین حضرت عثمان رضی کی خدمت میں اجازت لے کر حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں لاٹھی تھی حضرت عثمان رضی نے کعب سے جو وہاں موجود تھے پوچھا اے کعب! عبدالرحمن کا انتقال ہو گیا ہے اور انہوں نے مال چھوڑا ہے اس کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟ کعب نے کہا اگر وہ اس مال میں اللہ کا حق (زکوٰۃ) ادا کرتے تھے تو کوئی حرج نہیں ہے، یہ سنکر ابوذر رضی نے اپنی لاٹھی اٹھائی اور اس سے کعب کو مارا اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

ما احب ان لی ھذا الجبل ذھبا انفقه ویتقبل منی
آذر خلفی منه ست اواقی

میں اس کو محبوب نہیں رکھتا کہ اس پہاڑ کے برابر سونا میرے پاس ہو جائے اور میں اسے خرچ کر دوں اور وہ مقبول بھی ہو جائے اور میں اس سونے میں سے چھ اوقیہ سونا اپنے پیچھے چھوڑ جاؤں۔

حضرت ابوذر رضی نے کہا میں آپ کو اے عثمان اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟

تین دفعہ پوچھا، حضرت عثمانؓ نے کہا ہاں (یعنی میں نے یہ حدیث سنی ہے)۔

عہد خلافت مرتضویؓ اور سیاسی حالت

حضرت عثمان غنی خلیفہ ثالث کی شہادت کے بعد حضرت علی مرتضیٰ خلیفہ بنائے گئے، یہ خلفائے راشدین میں چوتھے خلیفہ تھے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں آپ (یعنی عثمانؓ) کی طرف سے حضرت معاویہ شام اور مصر کے وسیع علاقے کے والی (گورنر) بنائے گئے تھے، ان کے زیر اثر بہت بڑی فوج تھی جس پر ان کا پورا اقتدار تھا، شام اور مصر کے علاوہ باقی علاقے حضرت علی مرتضیٰؓ کے زیر نگین آگئے جن میں کوفہ اور بصرہ کی فوجی چھاؤنیاں بھی داخل تھیں، حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمان غنی خلیفہ ثالثؓ کے خون کا دعویٰ کیا اور مطالبہ کیا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو گرفتار کر کے قصاص کے تحت قتل کر دیا جائے، حضرت علیؓ کے طرف سے جواب دیا گیا کہ ابھی پورے ملک میں بدامنی پیدا ہو گئی ہے، امن قائم ہو جانے کے بعد تحقیقات کر کے حضرت عثمانؓ کے قاتل گرفتار کئے جائیں گے اور انہیں قرار واقعی سزا دی جائے گی، مگر حضرت امیر معاویہ اپنے مطالبہ پر مُصر رہے، نزاع بڑھی، پھر طرفین میں جنگ چھڑ گئی یہاں تک کہ ۳۶ ہجری میں صفینؓ کے مقام میں گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں کافی تعداد میں صحابہ شہید ہوئے، آخر تحکیم پر فیصلہ ٹھہرا جس کا مطلب یہ تھا کہ دونوں طرف کے ایک ایک نمائندہ حکم (ثالث) بنائے جائیں اور یہ دونوں جو فیصلہ کر دیں اس پر عمل کیا جائے گا، حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت امیر معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر حکم بنائے گئے مگر یہ تحکیم بھی ناکام ہو گئی، جس کے بعد لوگ مختلف گروہوں میں بٹ گئے کچھ حضرت امیر معاویہ کے طرفدار ہو گئے کچھ حضرت علیؓ کے ہی خواہ ہو گئے اور کچھ دونوں سے الگ ہو کر اپنا ایک جتھا بنا لیا جو خوارج کے نام سے مشہور ہو گئے اور جمہور مسلمان غیر جانبدار رہے، جمہور مسلمانوں کو اپنی طرف ملانے کے لئے ہر گروہ نے انتہائی کوششیں شروع کر دیں اور اس سلسلے میں موضوع (جھوٹی) حدیثیں بنا بنا کے اور مسلمانوں کو سنا سنا کے اپنی طرف مائل کرنے کی تدبیریں کرنے لگے مگر جتنے صحابہ تھے وہ موضوع حدیث بنانے میں بالکل ملوث نہ ہوئے بلکہ اُن کے رد کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ خوارج موضوع حدیث بنانے سے اجتناب کرتے رہے کیونکہ موضوع حدیث میں کذب (جھوٹ) کو دخل ہوتا ہے اور کذب خوارج کے نزدیک شرک کے برابر گناہ کبیرہ میں داخل ہے لیکن اُن کے خیال میں ملک میں پائدار امن اس وقت ہو سکتا تھا کہ لڑنے والی دونوں جماعتوں کے سرگروہ قتل کر دیئے جائیں اس منصوبے کے تحت حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کے قتل کرنے کی خفیہ سازش کی گئی اور ان تینوں حضرات میں ہر ایک کے لئے ایک ایک آدمی خوارج کے گروہ سے منتخب کر کے کام پر لگایا گیا، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص اس سازش سے بچ گئے مگر حضرت علیؓ کو عبد الرحمٰن بن ملجم نامی خارجی نے اُس وقت تلوار کا وار کر کے شدید زخمی کیا جب آپ کوفہ کی مسجد سے شب کی نماز سے فارغ ہو کر واپس آ رہے تھے، جس کے نتیجے میں آپ کی شہادت واقع ہوئی یہ ۴۰ھ ہجری (جمادی الاولیٰ) کا واقعہ ہے، آپ کی شہادت

کے بعد آپ کے بڑے فرزند حضرت امام حسنؓ نے خلافت کا بار سنبھالا، مگر آپ مسلمانوں کی مزید خونریزی دیکھنے کے لئے تیار نہ تھے اس لئے چھ ماہ کے بعد حضرت معاویہ سے مصالحت کر کے ان کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے، جس کے بعد پوری اسلامی مملکت حضرت امیر معاویہؓ کے زیر اقتدار آ گئی۔

سنت عہد مرتضوی میں

حضرت علی مرتضیٰؓ کرم اللہ وجہہ کو جو خصوصیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں تھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق کے اعلان پر کمسن افراد میں سب سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ نے لبیک کہا، آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی عم زاد بھائی اور داماد بھی تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائے نبوت سے آپ کی وفات تک برابر ساتھ رہے اور ہر معرکہ میں آپ کے شریک رہے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے محبوب ترین فرد تھے، اس لئے حضرت علیؓ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع بہت زیادہ ملا اور آپ سے حضرت علیؓ نے احادیث کی سماعت بہت زیادہ فرمائی جن کو آپ نے محفوظ رکھا جب آپ ۳۵ھ ہجری میں حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کی شہادت کے بعد خلیفہ بنائے گئے تو حضرت امیر معاویہ سے شدید اختلاف کی وجہ سے اسلامی مملکت کا ایک بڑا علاقہ مصر اور شام کا آپ کی حدود خلافت سے کٹ گیا تھا تاہم اسلامی مملکت کے بڑے حصہ پر آپ کی خلافت قائم ہو گئی، جہاں آپ نے نہایت عدل و انصاف سے نظم قائم رکھا اور خانہ جنگیوں کے باوجود عادلانہ احکام میں فرق نہ آنے دیا، قرآن کریم کی اشاعت کے ساتھ ساتھ احادیث نبوی کی ترویج کی طرف بھی توجہ فرمائی کیونکہ آپ کو اندیشہ لاحق ہو گیا تھا کہ حدیث کی تدوین منوز نہیں ہوئی ہے اور یہ ذخیرۂ حدیث زیادہ تر صحابہ کرام کے صدور میں محفوظ ہے ان کی وفات پا جانے کے بعد یہ خزانہ مٹ جائے گا اس لئے آپ نے بجائے سختی کے حدیث کی روایت اور کتابت کی قدر افزائی فرمائی تاکہ صحابہ کے ذریعہ حدیث کی تعلیم کی رفتار تیز ہو اور خود بھی علم یعنی حدیث کی تعلیم دینے کے لئے آمادگی ظاہر فرمائی ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ

ان علی بن ابی طالب خطب الناس فقال من یشتری علماً بدرہم؟ فاشتری الحارث الاعور صحفا بدرہم ثم جاء بہا علیا فکتب لہ علما کثیرا (ص ۱۱۶ ج ۶)

ایک دن (کوفہ) میں حضرت علیؓ خطبہ دے رہے تھے اسی خطبے میں فرمایا کہ ایک درہم میں کون علم خریدنا چاہتا ہے حارث اعور ایک درہم میں کچھ کاغذ خرید کر لائے اور ان کاغذوں کو لئے ہوئے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت والا نے حارث کے لائے ہوئے اوراق میں بہت سا علم حدیث لکھ دیا

اس کا پتہ بھی چلتا ہے کہ حضرت علیؓ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ کے پاس بھی حضرت علیؓ کی حدیثوں کا کوئی مجموعہ تھا، عبدالاعلیٰ بن عامر کے ترجمہ (حالات زندگی) میں لکھا ہے کہ

کل شئی یروی عبد الاعلیٰ عن ابن الحنفیة انما ھو کتاب اخذہ ولم یسمعہ	عبدالاعلیٰ جو کچھ روایت محمد بن حنفیہ سے کرتے ہیں وہ در اصل ایک کتاب تھی اور عبدالاعلیٰ نے براہ راست محمد بن الحنفیہ سے ان روایتوں کو نہیں سنا تھا۔

بظاہر اس روایت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ابن الحنفیہ کے پاس حدیثوں کا جو مجموعہ تھا اسے خود حضرت علیؓ نے لکھا تھا اور یا اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو لکھوا دیا تھا۔

حضرت علیؓ صحیح احادیث کی ترویج اور اشاعت کے لئے اس لئے بھی زیادہ آمادہ ہو گئے کہ حدیث کے وضع کرنے کا طوفان زور و شور سے بلند ہو چکا تھا، نیک دل مسلمان حدیث نبوی سمجھ کر سنتے اور جو لکھنا جانتے تھے وہ ان موضوع حدیثوں کو لکھ بھی لیتے تھے، اس فتنے کا بانی عبداللہ بن سبا تھا جیسا کہ پہلے اس کے متعلق کچھ لکھا گیا ہے، یہاں اس کی مزید تفصیل دی جاتی ہے

عہدِ مرتضوی اور فتنۂ ابنِ سبا

مولانا مناظر احسن گیلانی (مرحوم) نے اپنی کتاب "تدوین حدیث" میں فتنہ ابن سبا کو بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ یہاں اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

کتاب "لسان المیزان" اٹھا کر دیکھئے، عبداللہ بن سبا کا ذکر کرتے ہوئے حافظ نے جہاں یہ لکھا ہے کہ صحابیت کے خلاف وہ طوفان عام جس میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو شریک کر لیا گیا تھا بلکہ بنیاد ہی اسی پر رکھی گئی تھی کہ ان ہی دونوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے منشا کے خلاف کاروبار خلافت شروع کیا اور صحابہ کی عمومیت نے ان کا ساتھ دیا۔ گویا بنیادی الزام ان ہی دونوں پر لگایا گیا تھا اسی واقعے کے ذکر کرنے کے بعد تصریح کی ہے کہ

کان عبد اللہ بن سبا اول من اظھر ذلک ص ۲۹۰ ج ۳	عبداللہ بن سبا ہی پہلا آدمی ہے جس نے اس خیال کو ظاہر کیا

حافظ نے عامر شعبی کے حوالہ سے ان کا دعویٰ نقل کیا ہے۔

اول من کذب عبد اللہ بن سبا (ص ۲۸۹ ج ۳)	اور سب سے پہلے جو جھوٹ بولا (یعنی جھوٹی بنائی ہوئی حدیث) وہ عبداللہ بن سبا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ خلافت عثمانی سے پہلے بھی مخالفانہ قوتیں جو عرب کے مختلف گوشوں میں پوشیدہ تھیں موقع پا کر سر اٹھاتی رہتی تھیں، عہد صدیقی کا واقعہ ردۃ (یعنی مرتد ہونے کا واقعہ) ان مخالفانہ مخفی قوتوں سے بے تعلق نہیں ہو سکتا تھا۔

اور گو حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتوحات کی وسعت کی وجہ سے بادیۂ عرب کے ان سپاہیوں کو جنہیں کسی ایک جگہ سمٹ کر بیٹھنے کا موقع نہ ملتا تھا ان کو دنیا کے طول و عرض میں پھیلا دیا گیا جس کا دامن ایک طرف مغربی افریقہ کی حدود سے اور دوسری طرف مشرق میں چینی ترکستان سے ملا ہوا تھا ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ کسی دوسرے مسئلہ کی طرف سپاہیوں کو توجہ کرنے کی گنجائش ہی کب پیدا ہوتی تھی، ان کی حالت جیسا کہ تاریخوں میں بیان کیا گیا ہے یہ تھی کہ

لا یکون ھمُّ احدھم الا نفسہ وما ھو فیہ من ہو برۃ دابتہ او قمل فروتہ (طبری ص ۱۵۰ ج ۵)

ان کے سامنے اپنی جان اور جس جانور پر سوار ہوتے تھے اس کے کپڑے اور اپنی پوستین کی جوں کے سوا اور کسی طرف توجہ کرنے کا موقع ہی نہ تھا۔

لیکن حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخر زمانے میں پہلی بات تو یہی نظر آتی ہے کہ جہاں تک جہادی مہموں کی سرگرمیوں پر ایک قسم کا جمود طاری ہو گیا ۳۳ ہجری سے ۳۵ ہجری تک یعنی جس سال حضرت والا کی شہادت کا واقعہ پیش آیا اس سے دو سال پہلے کی روداد پڑھئے ان میں آپ کو کسی فوجی مہم یا دشمنوں سے مسلمانوں کی آویزش کا کوئی تذکرہ نہ ملے گا خود اس سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے علاوہ اس کے جب ملک کے مختلف اطراف و جوانب سے فتنوں کی خبریں آنے لگیں اور حضرت عثمانؓ نے مختلف صوبوں کے والیوں (گورنروں) کو جمع کر کے مشورہ فرمایا تو مشورہ دینے والوں میں سے بعضوں نے مرض تشخیص کر کے اپنی طرف سے علاج کی تدبیر بھی پیش کی تھی۔

اری لک یا امیر المومنین ان تشغلھم بالجھاد عنک (کامل ج ۳ ص ۷۵)

اے امیر المومنین! میرا خیال یہ ہے کہ ان لوگوں کو جہاد میں مشغول کر کے اپنی طرف سے ہٹا دیجئے۔

اور حضرت عثمانؓ نے ان کی تجویز کے مطابق حکم بھی دیا جیسا کہ لکھا ہے

امرھم بتجھیز الناس فی البعوث (کامل)

حکم دیا کہ لوگ فوجی مہموں میں شریک ہونے کے لئے تیار ہو جائیں۔

لیکن ثابت ہوا کہ یہ علاج بعد از وقت ہے، بنانے والے لوگ فوجیوں کے بیکار اور خالی دماغوں میں فتنوں کے جن گھونسلوں کو بنانا چاہتے تھے بنا چکے تھے، اس پر بھی جس قسم کی کامیابی ان کو ہوئی شاید نہ ہوتی اگر حکومت کی باگ ڈور عہد فاروقی کے بیدار مغز حکام کی جگہ اس قسم کے لوگوں کے ہاتھوں میں نہ ہوتی جو چوکس اور مستعد نہ تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ یہی عبد اللہ بن سبا جب شروع شروع اسلامی چھاؤنیوں میں داخل ہوا اور بصرہ میں پہلی دفعہ اس نے سر نکالا تو حالانکہ جس قسم کے لوگوں میں وہ ٹھہرا تھا حکومت کی نگاہوں میں وہ خود مشتبہ تھے تاہم ان لوگوں نے ابن سبا کے

مشکوک طرزِ عمل کی خبریں اس وقت بصرہ کے حاکم ایک قریشی نوجوان عبداللہ بن عامر تک پہونچائیں بھی لیکن انھوں نے زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ اس کو بلوایا پوچھا کہ بھائی تم کہاں سے آئے ہو؟ جواب میں ابن سبا نے کہا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں پہلے یہودی تھا اور اب مذہب اسلام کو میں نے قبول کرلیا ہے اور آپ کی پناہ میں آیا ہوں ابن عامر نے یہ سن کر کہا جس قسم کی خبریں تمہارے متعلق مجھے مل رہی ہیں ان کا اقتضاء ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ (ص ۵۵) جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بصرہ سے وہ کوفہ چلا آیا، کوفہ میں بھی اس کے ساتھ بظاہر کسی قسم کی سختی نہیں کی گئی صرف کوفہ سے باہر ہو جانے کا حکم دیا گیا، وہ مصر پہنچا گیا، یہاں کی حکومت ایسے حالات میں مبتلا تھی کہ اس نے اتنی زحمت بھی گوارا نہ کی کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے، اور مصر میں کیا کر رہا ہے، اطمینان کے ساتھ اس کو موقع مل گیا تاریخ کامل ابن اثیر وغیرہ میں ہے۔

فاستقر بمصر فجعل یکاتبھم ویکاتبونہ ویختلف الرجال بینھم (ص ۵۵ ج ۳)

مصر میں ابن سبا ٹھہر گیا اور (اس کی سازش میں جو شریک تھے) ان سے وہ خط و کتابت کرنے لگا وہ انہیں لکھتا اور وہ اسے لکھتے اور لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

مصر ہی سے اس نے صحابیت کے خلاف طوفان اٹھایا اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے۔

بث دعاتہ وکاتب من استفسد فی الامصار وکاتبوہ ودعوا فی السر الی ما علیہ رأیھم (ص ۵۹)

اسی نے اپنے نمائندوں کو (اطراف ملک میں) بھیجا اور ان لوگوں سے خط و کتابت شروع کی جو الامصار (فوجی چھاؤنیوں میں) بگڑ چکے تھے وہ بھی انہیں لکھتا اور وہ اس کو لکھتے۔ اور پوشیدہ طریقوں سے لوگوں کو ان ہی باتوں کی دعوت دینے لگے جو ان کی رائے تھی۔

آخر فتنے نے زور پکڑا، حضرت عثمانؓ شہید ہوئے، ان کے شہید ہونے کے بعد بھی فتنہ نہ دبا مسلمان خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو گئے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سبا جن لوگوں کو اپنے زیر اثر لے آنے میں کامیاب ہوا تھا اصطلاحاً جنہیں "السبائیۃ" کہتے تھے ان خانہ جنگیوں میں گھُسا یہ حضرت علیؓ کی فوج میں گھلے ملے رہتے تھے، مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ پہلا معرکہ جو اس سلسلہ میں جنگ جمل کے نام سے پیش آیا قطعاً پیش نہ آتا اگر غلط فہمی میں طرفین کو مبتلا کر کے عین وقت پر سبائیوں کی جماعت صلح کو جنگ سے بدل دینے میں کامیاب نہ ہو جاتی، جمل کے بعد صفین اور خوارج وغیرہ کی لڑائیوں کا سلسلہ یکے بعد دیگرے جاری رہا، یہ بات آخر کار تک چھپی نہ رہی کہ سبائی اندر اندر کیا کر رہے ہیں اور مسلمانوں میں کس قسم کے خیالات اور بے سروپا حدیثیں پھیلا رہے ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جماعت کے مشہور بزرگ مسیب بن نجبۃ ایک دن عبداللہ بن سبا کو پکڑے ہوئے

کوفہ کی جامع مسجد میں منبر کے سامنے کھڑا کرکے اعلان کر رہے تھے کہ۔

یکذب علی اللہ و علی رسولہ (لسان المیزان ص ۲۸۹) یہ (یعنی ابن سبا اللہ اور اس کے رسول کی طرف جھوٹی باتیں بنا بنا کر منسوب کرتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بھی اس کی سیہ کاریوں کا راز آخر میں واضح ہوا صحابیت کے خلاف جس طوفان کو اس نے اٹھایا تھا آپ نے پہلے تو اس فتنہ کی طرف توجہ فرمائی، اعلان عام آپ کی طرف سے کرا دیا گیا کہ اس قسم کی باتیں کرنے والوں کو کوڑے کی سزا دی جائے گی، خود ابن سبا کو بلا کر آپ نے پہلے بہت کچھ سمجھایا بجھایا یہ جو وہ پھیلاتا پھرتا تھا کہ قرآن کے سوا کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی علوم حضرت علیؓ تک پہنچے ہیں بھری مجلس میں آپ نے اس کے سامنے انکار فرمایا، لیکن پھر بھی وہ اپنے حرکات سے جب باز نہیں آیا تو اس کے منبر پر آپ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے تیس دجالوں کے پیدا ہونے کی جو خبر دی گئی ہے ان میں سے ایک تو یہی ہے، اور حکم دیا کہ کوفہ سے اس کو باہر کر دیا جائے لیکن ایک اس کے باہر ہونے سے کیا ہوتا وہ تو ایک گروہ اپنا پیدا کر چکا تھا جو ہر طرف فتنے کی آگ سلگاتے پھرتے تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے مسلمانوں میں جھوٹی حدیثوں کو رواج دے رہے تھے، بیان کیا گیا ہے اور حافظ ابن حجر نے بھی لکھا ہے کہ آخر میں

قد احرقھم علی خلافتہ (لسان ص ۲۹۰ ج ۳) جلا دیا حضرت علی نے ان لوگوں کو اپنی خلافت کے زمانے میں

قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ ان جلنے والوں میں خود ابن سبا بھی شریک تھا یا نہیں لیکن الذہبی کا بیان ہے۔

احسب ان علیا احرقہ بالنار (ص ۲۹۰) میرا گمان ہے کہ حضرت علی نے ابن سبا کو بھی آگ میں جلا دیا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت علیؓ کی طرف سے دار و گیر میں سختی سے اگر کام نہ لیا جاتا اور کچھ دن اور بھی فرصت ان بدبختوں کو اگر مل جاتی تو خدا ہی جانتا ہے کہ کیا کچھ کر گزر جاتے تاہم کم و بیش چار یا پانچ سال کے عرصے میں کام کرنے کا جو موقع ان کو مل چکا تھا اس کی بنا پر دوسرے مقاصد کے ساتھ ساتھ یہ سرمایہ حدیثوں کا وہ ذخیرہ بھی تھا جسے مسلمانوں کے امصار اور فوجی نو آبادیوں کے اندر وہ پھیلا چکے تھے، جعل سازی و افترا پردازی کی اس مہم میں یا آپ کے بعض صحابیوں میں جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوا ابوذر غفاری، سلمان فارسی، مقداد بن اسود وغیرہم حضرات بھی تھے ان کے ناموں سے بھی کام لیا گیا تھا۔ لوگ حضرت علیؓ کے پاس آکر عبداللہ بن سبا اور اس کے رفقاء کے کار کا ذکر کرتے تو حضرت والا بے چین ہو جاتے، بے ساختہ زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہو جاتے۔

مالی ولھذا الخبیث الاسود (لسان ص ۲۹۰ ج ۳) اس سیاہ کالے گندے خبیث کو مجھ سے کیا تعلق

لیکن قصہ کسی ایک جگہ کا تو نہیں تھا، کوفہ، بصرہ، شام، حجاز، مصر ان تمام مقامات میں ابن سبا خود گھوما تھا اور ہر جگہ

اس کے نمائندے اور دُعاۃ (دعوت دینے والے) بکھرے ہوئے تھے (یہاں تک تدوین حدیث کا بیان ہے) غالباً انہیں حالات کی بنا پر جو اوپر بیان کئے گئے حضرت علیؓ نے اپنے ایک خطبہ میں لوگوں سے کہا۔

اعزم علی کل من کان عندہ کتاب الا رجع فمحاہ انما ھلک الناس حیث اتبعوا احادیث علمائھم وترکوا کتاب ربھم (۱)

میں ہر اس شخص سے بزور کہتا ہوں جس کے پاس کوئی لکھی ہوئی چیز ہے وہ واپس جا کر اُسے مٹا دے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنے علماء کی باتوں کی پیروی کی اور اپنے رب کی کتاب کو چھوڑ دیا۔

اور پھر حضرت علیؓ کی احتیاط اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ کسی سے حدیث نبوی سنتے تو اس سے قسم لینے کے بعد اس حدیث کی تصدیق کرتے تھے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں، ذہبی کی روایت اسماء بن الحکم الفزاری سے ہے۔

انہ سمع علیا یقول کنت اذا سمعت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثا فنفعنی اللہ بما شاء ان ینفعنی بہ و کان اذا حدثنی غیرہ استحلفتہ فاذا حلف صدقتہ (۲)

فزاری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تھا تو مجھے اللہ جتنا نفع اس سے دینا چاہتا تھا، دیتا تھا اور جب کوئی دوسرا شخص حدیث نبوی مجھ سے بیان کرتا تو میں اس سے حلف لیتا تھا جب وہ قسم کھاتا تو میں اس حدیث کو سچ سمجھتا۔

فتنہ پردازوں نے موضوع احادیث کا جو طوفان اٹھایا تھا اس کے مٹانے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو کوششیں شروع کی تھیں وہ یقیناً بار آور ہوتیں مگر ۴۰ ہجری میں آپ کی شہادت واقع ہوئی جو تاریخ اسلام کا بڑا سخت المیہ ہے جس کی وجہ سے فتنہ پردازوں اور ریشہ کاروں کا قلع قمع نہ ہو سکا، لیکن آپ کے بعد دوسرے صحابہ اور ان کے تربیت یافتہ تلامذہ جو تابعین کے نام سے مشہور ہیں جو گروہ در گروہ ہر اسلامی شہر میں تعلیم و تربیت سے فارغ ہو کر علم و فضل کے اونچے منازل اور رتبوں پر پہونچ گئے تھے وہ سب کے سب آگے بڑھے اور سنت و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج و اشاعت میں منہمک ہو گئے اور وضاعین یعنی جھوٹی حدیث کے بنانے والوں کا مقابلہ کرنے کے لئے سینہ سپر ہو گئے اور ایک ایک موضوع حدیث کو جرح و تعدیل کے اصول کی چھلنی سے چھان کر نکال کر پھینک دیا۔ جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

---

(۱) السنۃ قبل التدوین ص ۳۱۳ (۲) از تدوین حدیث مؤلفہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم۔

صحابہ کرام کی مدت حیات بعد وفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم[1]

نقشہ اُن صحابیوں کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تقریباً سو سالہ مدت میں زندہ رہے ہیں اور حدیث کی تعلیم اور اشاعت کی خدمت انجام دی ہے۔

نمبر شمار	نام صحابی	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہنے کی مدت	جائے قیام و وفات
۱	ابو الطفیل رضؓ	۱۰۰ سال تک	مکہ مکرمہ
۲	انس بن مالک رضؓ	۸۳ "	بصرہ
۳	ہرماس بن زیاد باہلی رضؓ	۹۲ "	
۴	محمد بن ربیع رضؓ	۸۹ "	
۵	سائب بن یزید رضؓ	۸۴ "	مدینہ منورہ
۶	مرثد بن عبد اللہ رضؓ	۷۹ "	"
۷	عبد اللہ بن بسر المازنی رضؓ	۸۶ "	حمص (شام)
۸	سہل بن سعد الساعدی رضؓ	۸۱ "	مدینہ منورہ
۹	عبد اللہ بن ابی اوفی رضؓ	۷۷ "	کوفہ
۱۰	عتبہ بن عبد السلمی رضؓ	۷۷ "	"
۱۱	مقدام بن معدیکرب رضؓ	۷۷ "	شام
۱۲	عبد اللہ بن الحارث بن جزء رضؓ	۷۷ "	مصر
۱۳	ابو امامۃ الباہلی رضؓ	۷۶ "	شام (حمص)
۱۴	عبد اللہ بن جعفر رضؓ	۸۰ "	مدینہ منورہ
۱۵	عمرو بن حریث رضؓ	۷۵ "	کوفہ
۱۶	ابو واقد اللیثی رضؓ	۷۵ "	"
۱۷	عمرو بن سلمہ الجرمی رضؓ	۷۵ "	بصرہ
۱۸	واثلہ بن الاسقع رضؓ	۷۵ "	مصر
۱۹	عتبہ بن المنذر رضؓ	۷۴ "	قیام بصرہ

(۱) تدوین حدیث مولفہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم

۲۰	عبداللہ بن الحارث رضؓ	۷۸ سال تک	بادیۃ العرب
۲۱	زید بن الخالد الجہنی رضؓ	۶۸ "	حمص (شام)
۲۲	عرباض بن ساریۃ رضؓ	۶۵ "	شام
۲۳	ابو ثعلبۃ الخشنی رضؓ	۶۵ "	مدینہ منورہ
۲۴	ابو سعید الخدری رضؓ	۶۴ "	بادیہ
۲۵	سلمۃ بن الاکوع رضؓ	۶۴ "	مدینہ منورہ
۲۶	رافع بن خدیج رضؓ	۶۴ "	"
۲۷	محمد بن حاطب رضؓ	۶۴ "	"
۲۸	ابو جحیفۃ رضؓ	۶۴ "	"
۲۹	سعد بن خالد الجہنی رضؓ	۶۳ "	"
۳۰	اسماء بنت ابی بکر رضؓ	۶۲ "	"
۳۱	عبداللہ بن عمر رضؓ	۶۲ "	"
۳۲	عوف بن مالک الاشجعی رضؓ	۶۳ "	"
۳۳	براء بن عازب رضؓ	۶۲ "	"
۳۴	جابر بن عبداللہ انصاری رضؓ	۶۸ "	"
۳۵	عبداللہ بن عباس رضؓ	۶۸ "	
۳۶	ابوہریرۃ رضؓ	۴۹ "	
۳۷	ام المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ متوفی ۱۰۲ھ	۴۸ "	مدینہ منورہ

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدری ذخیرہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو تحریری ذخیرہ آپ کی حیات مبارکہ میں سفینوں میں محفوظ ہوا اس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے اور جو ذخیرہ آپ کے صحابہ کرام نے اپنے اپنے سینوں میں جان کی طرح محفوظ اور مصئون رکھا اور نہایت صیانت وحفاظت کے ساتھ بذریعہ روایت دوسروں تک پہونچایا اس کی تفصیل ذیل کی جدول میں پیش کی جاتی ہے۔

صحابہ کی روایات کی تعداد

سلف صالحین نے باعتبار روایت صحابہ کے چار طبقے قرار دیئے ہیں (۱)

۱ مُکثرین ۔ جن کی روایات کی تعداد ہزار یا اس سے زیادہ ہے یہ سات اصحاب ہیں۔

۲ متوسطین ۔ جن کی روایات کی تعداد پانچ سو یا اس سے زیادہ ہے یہ چار ہیں۔

۳ مُقلّین ۔ جن کی روایات پانچ سو سے کم ہیں یہ ۵۹ ہیں

۴ اقلّین ۔ جن کی روایات چالیس سے کم ہیں۔ یہ ۴۰ ہیں

مُکثرین صحابہ

نمبر شمار	نام	تعداد روایات
۱۔	حضرت ابو ہریرہ رضؓ	۵۳۷۴
۲۔	حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ	۲۶۶۰
۳۔	حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ	۲۲۱۰
۴۔	حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ	۱۶۳۰
۵۔	حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ	۱۵۴۰
۶۔	حضرت انس بن مالک رضؓ	۱۲۸۶
۷۔	حضرت ابوسعید خدری رضؓ	۱۱۷۰

متوسطین صحابہ

نمبر شمار	نام	تعداد روایات
۱	حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ	۸۴۸
۲	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ	۷۰۰
۳	حضرت علی بن ابی طالب رضؓ	۵۸۶
۴	حضرت عمر بن الخطاب رضؓ	۵۳۹

مُقلین صحابہ

۱	حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ	۳۷۸
۲	حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ	۳۶۰
۳	حضرت براء بن عازبؓ	۳۰۵
۴	حضرت ابوذر غفاریؓ	۲۸۱
۵	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	۲۱۵
۶	حضرت سہل انصاریؓ	۱۸۸
۷	حضرت عبادہ بن صامتؓ	۱۸۱
۸	حضرت ابوالدرداءؓ	۱۷۹
۹	حضرت ابوقتادہؓ	۱۷۰
۱۰	حضرت اُبی بن کعبؓ	۱۶۴
۱۱	حضرت بریدہ بن حصیب اسلمیؓ	۱۶۴
۱۲	حضرت معاذ بن جبلؓ	۱۵۷
۱۳	حضرت ابوایوب انصاریؓ	۱۵۰
۱۴	حضرت عثمان غنیؓ	۱۴۶
۱۵	حضرت جابر بن سمرةؓ	۱۴۶
۱۶	حضرت ابوبکر صدیقؓ	۱۴۲
۱۷	حضرت مغیرہ بن شعبہؓ	۱۳۶
۱۸	حضرت ابوبکرةؓ	۱۳۰
۱۹	حضرت عمران بن حصینؓ	۱۳۰
۲۰	حضرت امیر معاویہؓ	۱۳۰
۲۱	حضرت اُسامہ بن زیدؓ	۱۲۸
۲۲	حضرت ثوبان مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۷

۴۶	حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضؓ	۵۵
۴۷	حضرت فضالۃ بن عبید انصاری رضؓ	۵۰
۴۸	حضرت عمر بن علیدہ رضؓ	۴۸
۴۹	حضرت کعب بن عمر رضؓ	۴۷
۵۰	حضرت فضالۃ بن عبید اسلمی رضؓ	۴۶
۵۱	حضرت ام المؤمنین میمونہ رضؓ	۴۶
۵۲	حضرت ام ہانی رضؓ	۴۶
۵۳	حضرت ابو جحیفہ بن وہب سوائی رضؓ	۴۵
۵۴	حضرت بلال رضؓ	۴۴
۵۵	حضرت عبد اللہ بن مغفل رضؓ	۴۳
۵۶	حضرت مقداد بن اسود کوفی رضؓ	۴۲
۵۷	حضرت ام عطیۃ انصاریہ رضؓ	۴۱
۵۸	حضرت حکیم بن حزام اسدی رضؓ حزام	۴۰
۵۹	حضرت سلمہ بن حنیف انصاری رضؓ	۴۰

اقلین صحابہ

۱	حضرت زبیر رضؓ	۳۸
۲	حضرت فاطمہ بن قیس رضؓ	۳۸
۳	حضرت خباب بن الارت رضؓ	۳۲
۴	حضرت عیاض بن حماد تیمی رضؓ	۳۰
۵	حضرت ملک بن ربیعہ ساعدی رضؓ	۲۸
۶	حضرت عبد اللہ بن سلام رضؓ	۲۵
۷	حضرت فضل بن عباس رضؓ	۲۵
۸	حضرت ام قیس بنت محصن رضؓ	۲۴

۹	حضرت عامر بن ربیعہؓ	۲۲
۱۰	حضرت رُبَیِّع بنت مُعَوِّذؓ	۲۱
۱۱	حضرت اسید بن حضیر اشہلیؓ	۱۸
۱۲	حضرت خالد بن ولیدؓ	۱۸
۱۳	حضرت عمرو بن حریثؓ	۱۸
۱۴	حضرت خولہ بنت حکیمؓ	۱۵
۱۵	حضرت ثابت بن ضحاکؓ	۱۴
۱۶	حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ	۱۳
۱۷	حضرت عروۃ بن جعدۃ الاسدیؓ	۱۳
۱۸	حضرت بُسرۃ بنت صفوانؓ	۱۱
۱۹	حضرت عروۃ بن مضرسؓ	۱۰
۲۰	حضرت مُجمّع بن یزیدؓ	۱۰
۲۱	حضرت سلمہ بن قیس	۷
۲۲	حضرت قتادہ بن نعمان	۷
۲۳	حضرت قبیصہ بن مُخارق عامریؓ	۶
۲۴	حضرت عاصم بن سلامی قضاعیؓ	۶
۲۵	حضرت سلمہ بن نعیم اشجعیؓ	۵
۲۶	حضرت مالک بن صعصعۃؓ	۵
۲۷	حضرت سائب بن خلّادؓ	۵
۲۸	حضرت محجن بن ادرعۃؓ	۵
۲۹	حضرت خفاف غفاریؓ	۵
۳۰	حضرت ذو مخبر حبشیؓ	۵
۳۱	حضرت مالک بن ہبیرہ کندیؓ	۴

۳۲	حضرت زید بن حارثہ رضؓ	۴
۳۳	حضرت ثابت بن ذریعہ رضؓ	۲
۳۴	حضرت کعب بن عیاض اشعری رضؓ	۲
۳۵	حضرت کلثوم بن حصین رضؓ	۲
۳۶	حضرت دحیۃ کلبی رضؓ	۲
۳۷	حضرت جدامۃ بنت وہب رضؓ	۲
۳۸	حضرت مالک بن یسار رضؓ	۱
۳۹	حضرت عبداللہ بن زمعۃ رضؓ	۱
۴۰	حضرت کلثوم بن علقمہ رضؓ	۱

خلفائے راشدین کا روایت حدیث میں تثبت اختیار کرنا

تمام خلفائے راشدین روایت حدیث میں نہایت سختی سے تثبت پر عمل کرتے تھے۔ تثبت کا مطلب یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح حدیث کی سماعت کی ہے بجنسہ حدیث کے الفاظ اور حرکات و سکنات کی پابندی کے ساتھ اس کی روایت کی جائے، تثبت کے لئے حفظ، ضبط اور اتقان لازمی اجزاء ہیں، امام زہری کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ایک شخص کو ایک حدیث سنائی اس شخص نے اس حدیث کو سمجھنے کے لئے کچھ سوال کیا، حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا۔

ھو کما حدثتک ای ارض تقلنی اذا انا قلت ما لم اعلم (۱)

یہ حدیث اسی طرح ہے جس طرح تم سے میں نے بیان کیا ہے کون سی زمین مجھے اٹھائے گی جب میں وہ بات کہوں جسے میں نہیں جانتا ہوں۔

اور یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت صدیق رضؓ نے اپنے خطبے میں لوگوں سے کہا

ایاکم والکذب فان الکذب یھدی الی الفجور

تم لوگ جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ص ۱۵۲ ج ۱

والفجور یھدی الی النار) رہنمائی کرتا ہے اور فجور آگ کی طرف لے جاتا ہے

حضرت عمرؓ بھی تثبت پر سختی سے عامل تھے، انہوں نے اس کا ایک اعلیٰ اصول بنایا تھا اسی اصول پر دوسروں کو بھی عمل کرنے کی ہدایت کرتے تھے وہ یہ ہے۔

(من سمع حدیثاً فحدث بہ کما سمع فقد سلم) جس نے کوئی حدیث سنی اور جیسی سنی ویسی ادا کی تو وہ محفوظ رہا۔

اسی اصول پر وہ دوسرے صحابہ کو جانچتے تھے اور جو صحابی حضرت عمرؓ کے امتحان اور جانچ میں پورے اترتے تھے ان کو روایت کی اجازت دیتے ان کا اجازت نامہ کاغذی نہیں ہوتا تھا بلکہ زبانی اجازت عطا فرماتے کبھی وہ اجازت عمومی میں صرف "حدث" کہتے تھے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ کو جانچنے کے بعد کہا تھا اور کبھی کسی کو "لا بتثبتک" کہتے تھے (میں تمہارا تثبت معلوم کرنا چاہتا تھا) جیسا کہ حضرت ابیؓ کو کہا تھا اور امتحان لینے سے پہلے تمام صحابہ کو "اقلوا الروایۃ" روایت کم کرو کہہ کے پابندی عائد کر دی تھی، اور پھر رفتہ رفتہ حضرت عمرؓ نے اپنے اس تشدد کو کم کر دیا تھا جب تمام صحابہ نے روایت کم کر دی تھی، اور نہایت احتیاط سے تثبت پر وہ عمل کرتے ہوئے روایت کرنے لگے تھے حضرت عثمانؓ بھی شیخین کے اصول پر عمل کرتے اور تثبت کی ہدایت فرماتے تھے، اگرچہ وہ صحابہ کو روایت سے نہیں روکتے تھے۔ حضرت علیؓ نے حدیث نبوی کی اشاعت میں کافی حصہ لیا اور آپ نے لوگوں کو حدیث حاصل کرنے کی ترغیب دی ساتھ ہی تثبت کی بھی ہدایت فرماتے تھے تاکہ حدیث کی اشاعت صحیح طریقے سے ہو حضرت علیؓ کا قول ہے۔

اذا حدثتکم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثاً فلئن اخرمن السماء احب الی من ان اکذب علیہ (۱) جب میں تم لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کروں تو آسمان سے گر جانا مجھے محبوب ہے، بہ نسبت اس کے کہ میں آپ پر جھوٹ بولوں۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی نظر جس طرح قرآن مجید پر عالمانہ تھی اسی طرح حدیث کے راویوں پر بھی اُن کی نظر ناقدانہ تھی کبھی کبھی وہ بھی کسی صحابی کے تثبت کا امتحان لیتی تھیں، صحیحین میں آیا ہے کہ ایک روز حضرت عائشہؓ نے اپنے بھانجہ عروۃ بن الزبیر سے کہا کہ اے میری بہن کے بیٹے تم عبداللہ بن عمرو بن العاص کے پاس جاؤ وہ ہمارے ساتھ حج کے سفر میں چلنے رہے ہیں اور اس لئے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کافی حدیثیں سننے اور حاصل کرنے کا موقع ملا ہے، عروۃ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس گئے اور اُن سے حدیث نبوی کے متعلق سوال کیا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے منجملہ اور

(۱) مسند الامام احمد صہ ۱ ص ۲۵

مدنیوں کے یہ حدیث سنائی۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ لاینزع العلم من الناس انتزاعا ولکن یقبض العلماء فیرفع العلم معھم ویبقی فی الناس رؤس جھال یفتوھم بغیر علم فیضلون ویضلون

بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ لوگوں سے علم یونہی نہیں کھینچے گا بلکہ علماء کو اٹھالے گا جس سے علم بھی ان کے ساتھ اٹھ جائے گا اور لوگوں میں جاہل لوگ سردار بنے رہیں گے بغیر علم کے لوگوں کو فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

عروہ کہتے ہیں کہ جب میں نے حضرت عائشہؓ کو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی تمام حدیثیں سنائیں تو انہوں نے ان کو قبول کرنے سے انکار کیا، اور عروہ سے پوچھا کیا تم سے عبداللہ بن عمرو نے کہا ہے کہ یہ حدیثیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں؟ عروہ نے کہا جی ہاں۔ ایک سال گزرنے کے بعد پھر حضرت عائشہؓ نے عروہ کو حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم ان سے صرف علم والی حدیث پوچھو عروہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمرو سے ملا اور علم والی حدیث پوچھی انہوں نے بجنسہ بغیر کسی کمی و بیشی کے وہ حدیث سنائی، عروہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کی اطلاع حضرت عائشہؓ کو دی تو انہوں نے فرمایا۔

ما احسبہ الا قد صدق اراہ لم یزد فیہ شیأ ولم ینقص (۱)

میرا خیال ہے کہ عبداللہ بن عمرو نے سچ ہی کہا ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ اس حدیث میں نہ کچھ زیادہ ہے اور نہ کم۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرو کی علم والی حدیث کی مکرر روایت میں ایک سال کے بعد بھی کوئی فرق نہیں دیکھا تو ان کے تثبت کو تسلیم کیا۔

خلفائے راشدین کا دور ۴۰ ہجری میں ختم ہوگیا۔ اس کے بعد بھی تمام دوسرے صحابہ اور ان کے تلامذہ یعنی تابعین اور پھر اتباع تابعین نے بھی تثبت کے التزام کو قائم رکھا اور حدیث نبوی کی صیانت اور حفاظت اسی طرح کی جس طرح قرآن مجید کی حفاظت کی جس کی تفصیل آگے رہی ہے۔

اسلامی فتوحات کی وسعت اور صحابہ کا ہر جگہ پہنچنا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام کے مبارک ہاتھوں سے اسلامی فتوحات کا سلسلہ دراز

ہونے لگا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا الآیۃ۔
پ ۱۸ سورہ النور آیت ۵۵

اللہ کا وعدہ ہے کہ جو لوگ تم میں ایمان لا چکے ہیں اور نیک عمل کیا ہے ان کو زمین کا جانشین کر دے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا اور ان کے اس دین کو جسے اللہ نے پسند کیا ہے ان کے لئے مضبوط بنا دے گا اور ان کے خوف کو یقیناً امن سے بدل دے گا۔

چنانچہ پورا ملک شام (اردن، فلسطین، لبنان، اور سوریا) اور پورا ملک عراق ۱۶ھ ہجری میں فتح ہوئے مصر ۲۰ھ ہجری میں فتح ہوا، ملک فارس ۲۱ھ ہجری میں فتح ہوا، ۵۶ھ ہجری میں مسلمان سمرقند پہونچ گئے اور ۹۲ھ ہجری میں اسپین حکومت اسلامیہ کے زیر نگین ہوا، ان فتوحات کے سلسلے میں مفتوحہ ممالک کے بکثرت باشندے حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے اور اسلامی تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی، ان کی خواہش کو پورا کرنے اور کتاب اور سنت کی اشاعت کے لئے خلفائے اسلام نے صحابہ کرام کو تعلیم دینے کے لئے تمام مفتوحہ اور مقبوضہ ممالک میں روانہ کیا اور کافی تعداد میں صحابہ تبلیغ و تعلیم دین کے لئے خود بھی وہاں پہونچے اور ان میں سے اکثر نے وہیں سکونت اختیار کی اور مطمئن ہو کر کتاب اور سنت کی تعلیم اور نشر و اشاعت میں منہمک ہو گئے۔

صحابہ جن شہروں میں فروکش ہوتے وہ قرآن اور حدیث کی درسگاہیں بنا لیتے تھے، ان دینی معاہد اور درسگاہوں میں طلبہ جوق در جوق شریک ہوتے تھے اور اپنی علمی پیاس کو بجھاتے تھے۔

یہ درسگاہیں مسجدوں میں قائم ہوتی تھیں جہاں بغیر اجرت اور معاوضے کے تعلیم دی جاتی تھی عموماً دس دس طلبہ کا ایک حلقہ بنا دیا جاتا تھا اور ہر حلقہ میں ایک عریف (جسے آجکل انگریزی اصطلاح میں مانیٹر کہتے ہیں) مقرر کیا جاتا تھا، تمام حلقوں کی نگرانی ہر حلقہ کا عریف کرتا تھا اور تمام عریفوں کی نگرانی ایک صحابی کرتے تھے جو مسجد کی محراب میں کھڑے رہتے تھے جس کی تصدیق ذیل کے ایک واقعہ سے ہوتی ہے۔

حضرت ابوالدرداء صحابی کی درسگاہ

ان ابا الدرداء رضی اللہ عنہ المتوفی سنۃ ۳۲ الھجری کان اذا صلی الغداۃ فی جامع دمشق یجتمع الناس للقراءۃ علیہ فکان یجعلھم عشرۃ عشرۃ و

حضرت ابوالدرداء متوفی ۳۲ھ ہجری جب جامع دمشق میں فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو لوگ ان سے پڑھنے کے لئے جمع ہو جاتے تھے حضرت ابوالدرداء نے دس دس طلبہ کی

وعلى كل عشرة عريفا وتقف هو في المحراب يرمقهم بعينه فاذا غلط احدهم رجع الى عريفهم واذا غلط عريفهم رجع الى ابى الدرداء فسأله عن ذلك (۱)

جماعت بندی کی تھی اور ہر ایک جماعت میں ایک عریف انہیں طلبہ میں سے مقرر کرتے تھے اور خود ابوالدرداء مسجد کی محراب میں کھڑے وہ کر سب کی نگرانی کرتے تھے جب کوئی طالب علم غلطی کرتا تو اپنے عریف سے پوچھتا اور جب عریف غلطی کرتا تو حضرت ابوالدرداء سے سوال کرتا۔

ایک دفعہ حضرت ابوالدرداء نے طلبہ کا شمار کرایا تو سولہ سو سے زیادہ طلبہ کی تعداد ظاہر ہوئی جس کی شہادت ذیل کی روایت سے ملتی ہے۔

قال مسلم بن مشکم. قال لی ابوالدرداء اعدد من یقرأ عندی القرآن فعددتهم بالعشرة الفا وستمائة ونيفا وكان لكل عشرة مقرئ وابوالدرداء عليهم قائما اذا احكم الرجل منهم تحول الى ابى الدرداء (۲)

مسلم بن مشکم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالدرداءؓ نے کہا جتنے طلبہ میرے پاس قرآن پڑھ رہے ہیں ان کو شمار کرو میں نے طلبہ کا شمار کیا تو سولہ سو سے کچھ زیادہ تھے اور ہر دس طلبہ پر ایک قاری معلّم ہوتا تھا اور ابوالدرداء ان سب کے نگراں کار تھے جب ان طلبہ میں سے کوئی پختہ کار ہو جاتا تو آخری تعلیم کے لئے ابوالدرداء کے حوالہ کر دیا جاتا۔

حضرت ابوالدرداء کی طرح دوسرے صحابہ کی بھی مختلف شہروں میں درسگاہیں تھیں جن میں قرآن اور سنت کی تعلیم دی جاتی تھی، ان صحابہ سے تعلیم حاصل کر کے ہر مفتوحہ ملک اور شہر میں ان کے تلامذہ یعنی شاگردوں کا ایک مستند طبقہ پیدا ہوا جو حدیث اور سنت کے بڑے حامی اور محافظ بنے اس طبقہ کو اصطلاح میں تابعین کہتے ہیں، صحابہ کی درسگاہوں کے لئے آج کل کی طرح کی بڑی بڑی شاندار عمارتیں نہیں ہوتی تھیں بلکہ خانۂ خدا یعنی مساجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی اپنے اوقات میں کی جاتی تھی اور یہیں قرآن اور حدیث کی تعلیم بھی دی جاتی تھی جس کی وجہ سے تعمیر پر رقم صرف نہیں ہوتی اور مالی بچت ہوتی، صحابہ کرام اپنے اپنے قلب و سینہ میں قرآن اور سنت کے علوم کو محفوظ رکھتے تھے اور انہی سرچشموں سے طلبہ کو سیراب کرتے تھے، یہ معاہد دینی اور مدارس علمی جو مختلف شہروں میں قائم ہو گئے، ان میں بعض کے حالات درج ذیل ہیں۔

---

(۱) غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء صہ ۶۰۶ ج ۱ و تہذیب التاریخ الکبیر لابن عساکر صہ ۲۱۹ ج ۱ (۲) غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء صہ ۶۰۲ ج ۱

۱۔ دار الحدیث مدینہ منورہ

مدینہ منورہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر صحابہ کا مقام ہجرت تھا، آپ کی زیادہ تر حدیثیں یہیں ظہور پذیر ہوئیں اور تشریع اسلامی بھی زیادہ تر یہیں وجود میں آئی، تمام مہاجرین مدینہ منورہ میں رہنے کو محبوب سمجھتے تھے اور کوئی یہاں سے واپس جانا نہیں چاہتا تھا، امت اسلامیہ کا دار الحکومت اور خلفائے راشدین کے عہد میں دار الخلافت بنا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اور بعد وفات بھی تمام صحابہ یہاں کے قیام کو فضیلت دیتے تھے تاکہ یہاں کی برکت سے بہرہ اندوز ہوتے رہیں، مگر جب اسلامی حکومت کو انہیں باہر روانہ کرنے کی ضرورت پیش آتی یا تعلیمی یا معاشی حاجت درپیش ہوتی تو وہ مدینہ سے باہر جاتے تاہم کوئی مہاجر مدینہ سے مکہ واپس نہیں گیا، ابن سعد طبقات میں محمد بن عمر سے راوی ہیں۔

لا نعلم احدا من المهاجرين من اهل بدر رجع الى مكة — ہم اہل بدر کے مہاجرین میں سے کسی کو نہیں جانتے ہیں جو مکہ واپس گیا ہو۔

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بدری مہاجر مدینہ کی سکونت ترک کر کے مکہ واپس نہیں گیا، البتہ ابو سبرہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ کی سکونت ترک کر کے مکہ جا بسے جسے مسلمانوں نے اچھا نہیں خیال کیا، اگرچہ ابو سبرہ کی اولاد اس کی تردید کرتی تھی، مدینہ میں جن صحابہ کو فقہ اور حدیث میں عبور تھا ان کی تعداد کافی تھی جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، ام المومنین حضرت عائشہؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور زید بن ثابت نمایاں تھے، حضرت زید بن ثابتؓ کتاب اور سنت کے احکام کی فہم اور اصابت رائے میں شہرت رکھتے تھے، حضرت عمرؓ حضرت زید بن ثابت کی رائے سے برابر استفادہ کرتے تھے، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت کے عہد میں حضرت زید بن ثابت قضا، فتویٰ، قرأت اور فرائض کے منصب پر صدارت کی حیثیت سے تھے یہاں تک کہ ۴۵ھ ہجری میں بزمانہ خلافت حضرت معاویہ ان کی وفات ہوئی۔

ان افاضل صحابہ کی تعلیم و تربیت سے اُن کے تلامذہ کا مدینہ منورہ میں تابعین کا ایک ممتاز گروہ تیار ہوا جن میں چند مشہور تابعین کے نام یہ ہیں:۔

سعید بن المسیب، عروۃ بن الزبیر بن العوام، ابن شہاب الزہری، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود، سالم بن عبد اللہ ابن عمر، قاسم بن محمد بن ابی بکر، نافع مولی ابن عمر ان کے علاوہ اور بھی تابعین ہیں جن کا ذکر آئندہ اپنے مقام پر آئے گا یہ تابعین سنت کے محافظ تھے، حدیث نبوی اور فتویٰ کے لئے ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

عہد نبوی میں سب سے بڑی درسگاہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی تھی، جہاں شب و روز کے اکثر اوقات میں قرآن کریم اور حدیث کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

صفہ اور اصحاب صفہ

اسی درسگاہ کے سلسلہ میں صفہ کو بھی خاص اہمیت حاصل تھی جو بے خانماں صحابہ کے لئے دار الطلبہ اور دار العلم کی حیثیت رکھتا تھا، صفہ سائبان کو کہتے ہیں، یہ ایک سائبان تھا جو مسجد نبوی کے ایک کنارہ پر مسجد سے ملا ہوا تیار کیا گیا تھا چند لوگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت پذیری کی نذر کر دی تھی ان لوگوں کے بال بچے نہ تھے اور جب شادی کر لیتے تھے تو اس حلقہ سے نکل آتے تھے، یہ لوگ دن کو بارگاہ نبوت میں حاضر رہتے اور حدیثیں سنتے اور رات کو اسی چبوترے (صفہ) پر پڑ رہتے، اور باہم مل کر یہاں حدیث کا مذاکرہ کرتے، حضرت ابوہریرہؓ بھی انہی لوگوں میں سے تھے جو ۷ ہجری میں یمن میں اسلام لائے اور وہاں سے مدینہ منورہ پہنچے، رات کو یہ حضرات عبادت کرتے اور قرآن مجید پڑھا کرتے تھے ان کے لئے ایک معلم مقرر تھا اس کے پاس جا کر پڑھتے تھے اسی بنا پر ان میں سے اکثر قاری کہے جاتے تھے، دعوت اسلام کے لئے کہیں بھیجنا ہوتا تو یہ لوگ بھیجے جاتے، غزوہ بئر معونہ میں انہی میں سے ستر آدمی اسلام سکھانے کے لئے بھیجے گئے تھے جن کو کفار نے سوائے ایک کے سب کو شہید کر دیا تھا ان اصحاب صفہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی اور مجموعی تعداد چار سو تک پہنچی تھی، لیکن کبھی ایک زمانہ میں اتنی تعداد نہیں ہوئی تھی اور نہ صفہ میں اس قدر گنجائش تھی، بہ یک وقت زیادہ سے زیادہ ستر تک تعداد پہنچی تھی ان اصحاب صفہ کا مفصل حال ابن الاعرابی احمد بن محمد البصری متوفی ۳۴۰ ہجری (جو ابن مندۃ کے استاد تھے) نے ایک الگ تصنیف میں لکھا ہے، السلمی نے بھی ان کے حالات میں ایک الگ کتاب لکھی ہے (۱)

۲۔ دار الحدیث مکہ مکرمہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا، تو حضرت معاذ بن جبلؓ کو یہاں رکھا تاکہ وہ یہاں کے لوگوں کو حلال و حرام، دین اور قرآن کی تعلیم دیں، حضرت معاذ بن جبلؓ علم و حلم اور سخاوت میں مشہور تھے، اور انصار کے افضل نوجوانوں میں سے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے تھے، اور وہ تمام صحابہ کے مقابلہ میں حلال و حرام کی دلالت میں بہت مشہور تھے، اس سے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ

---

(۱) از سیرت نبوی مؤلفہ مولانا شبلی نعمانی جلد اول۔

نے روایت کی ہے، آخر میں مکہ کے دار الحدیث کی علمی صدارت پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ فائز ہوئے جب وہ بصرہ میں امارت کے منصب پر فائز رہ کر واپس آئے تھے ان کے علاوہ مکہ میں اور بھی کافی تعداد میں صحابہ تھے مثلاً عبداللہ بن السائب مخزومیؓ جو مکہ میں صحابہ کے قاری تھے، عتاب بن اسیدؓ جو مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جانشین مقرر کئے گئے تھے، اور ان کے بھائی خالد بن اسیدؓ تھے نیز حکم بن ابی العاصؓ اور عثمان بن طلحہؓ وغیرہ تھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تعلیم سے کافی تعداد میں تابعین فارغ ہوئے جن میں زیادہ مشہور مجاہد بن جبیر، عکرمہ مولی ابن عباس اور عطاء بن ابی رباح وغیرہ تھے، عالم اسلامی میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو جو مرکزی علمی حیثیت ابتداء میں حاصل تھی وہ بفضلہ تعالی اب تک حاصل اور قائم ہے، ہر سال حج کے موقع پر تمام جہاں کے مسلمان علماء اور محدثین کا بھی اجتماع یہاں ہوتا ہے اور ایک دوسرے کو علمی، دینی مباحث میں اور حدیث وقرآن کی تبلیغ وتعلیم میں تبادلۂ خیال کا موقع ملتا ہے، اور حدیث وسنت کے دروس اور اسناد بھی اہل علم کو دئے جاتے ہیں۔

۳۔ دار الحدیث کوفہ

اسلامی فتوحات کے سلسلے میں جب کوفہ اسلامی حکومت کے زیر نگیں ہوا تو یہ جیش اسلامی کا صدر مقام بن گیا جس کی وجہ سے کافی تعداد میں صحابہ وہاں پہونچے، ان میں بڑی تعداد میں صحابہ نے وہاں مستقل سکونت اختیار کی اور ان میں اکثر یہیں مدفون بھی ہوئے، جو صحابہ یہاں سکونت پذیر ہو گئے تھے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت سعید بن زیدؓ حضرت خباب بن الارتؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت البراء بن عازبؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ حضرت ابو الطفیلؓ حضرت ابو جحیفہؓ وغیرہم۔

کوفہ میں قرآن وحدیث کی تعلیم اور اشاعت کی سیادت حضرت عبداللہ بن مسعود کو حاصل تھی، یہ اپنے علم وفضل میں بہت ممتاز تھے اور کوفہ میں زیادہ ٹھہرنے اور قیام کرنے کا آپ کو موقع ملا آخر میں وہ کسی ضرورت سے مدینہ منورہ تشریف لائے، اور یہیں مدینہ میں ۳۲ھ ہجری میں ان کی وفات واقع ہوئی، حضرت ابن مسعودؓ کی تعلیم وتربیت سے بکثرت تابعین فارغ ہوئے ان میں جو زیادہ مشہور ہوئے ان کے نام یہ ہیں، مسروق بن الاجدع ہمدانی، عبیدہ بن عمرو سلمانی (جن کے متعلق امام شعبی کا قول ہے کہ وہ قضا میں قاضی شریح کے مدمقابل تھے) سعد بن یزید نخعی، شریح بن الحارث کندی جنہیں حضرت عمرؓ

---

(۱) از سیرت نبوی مولفہ مولانا شبلی نعمانی جلد اول

نے کوفہ کا قاضی بنایا تھا اور یہ حجاج کے زمانہ تک وہاں قاضی رہے اور اپنی وفات سے ایک سال پہلے ملازمت سے استعفاء دیا تھا، ابراہیم بن یزید نخعی فقیہ العراق، سعید بن جبیر، عامر بن شرحبیل جو علامۃ التابعین کہے جاتے تھے، اور امام اور حافظ الحدیث تھے (۱)

۴۔ دار الحدیث بصرہ

بصرہ کے دار الحدیث کی صدارت پر حضرت انس بن مالکؓ تھے اس شہر میں کثیر تعداد میں صحابہ فروکش ہوئے جن میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بھی تھے، جو حضرت علی خلیفہ رابع کی طرف سے والی مقرر کئے گئے تھے دوسرے چند صحابہ کے نام یہ ہیں: عتبہ بن غزوانؓ عمران بن حصینؓ، ابو برزہ اسلمیؓ، معقل بن یسارؓ، ابو بکرۃؓ عبد الرحمن بن سمرۃؓ عبد اللہ بن الشخیرؓ، جاریہ بن قدامہؓ وغیرہم۔

بصرہ کے دار الحدیث سے جو تابعین تحصیل علم کر کے فارغ ہوئے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

ابو العالیہ رفیع بن مہران ریاحیؒ، حسن بصریؒ، حضرت حسن بصری نے پانچ سو صحابہ کا زمانہ پایا ہے، محمد بن سیرینؒ، ابو الشعثاء جابر بن زید تلمیذ حضرت ابن عباسؓ، قتادہ بن دعامۃ سدوسی، مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر، ابو بردہ بن ابی موسیٰ وغیرہم۔

۵۔ دار الحدیث شام

مسلمانوں نے جب ملک شام کو فتح کیا تو یہاں کے باشندے کثیر تعداد میں حلقہ اسلام میں داخل ہوئے، خلفائے اسلام نے اس دیار کی طرف خاص توجہ کی اور ان کی تعلیم و تربیت کے لئے فضلائے صحابہ کو روانہ کیا جن میں حضرت معاذ بن جبلؓ تھے جن کا علمی رتبہ بہت بلند تھا، انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضی بنا کر یمن بھیجا تھا، اور مکہ کے لوگوں کو حلال و حرام کی تعلیم کے لئے انہیں کو مامور فرمایا تھا، اور حضرت عمرؓ نے بھی حضرت معاذؓ کو دین اور فقہ کی تعلیم کے لئے ملک شام روانہ کیا تھا، حضرت معاذؓ کے علم دین کی اعلیٰ صلاحیت اس روایت سے اچھی طرح واضح ہوتی ہے جسے ابن سعد نے طبقات میں ابو مسلم خولانی سے بیان کیا ہے۔

قال۔ دخلت مسجد حمص فاذا فیه نحو من ثلاثین کهلا من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم واذا فیهم شاب اکحل العینین، براق الثنایا ساکت لا یتکلم فاذا

ابو مسلم خولانی کا بیان ہے کہ میں شہر حمص (شام) کی مسجد میں داخل ہوا اور وہاں تقریباً تیس ۳۰ ادھیڑ عمر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تشریف رکھتے تھے، جن

---

(۱) اعلام الموقعین (۱۔ ۲۰) منقول از کتاب الحدیث والمحدثون۔

امتری القوم فی شئی اقبلوا علیه فسألوه فقلت لجلیس لی من هذا؟ قال معاذ بن جبل۔

میں ایک جوان صحابی تھے جن کی آنکھیں سرمگیں اور دانت چمکدار تھے اور وہ خاموش تھے کسی سے بات نہیں کرتے تھے لوگوں کو کسی چیز میں شک ہوتا تو ان کی طرف متوجہ ہوتے اور سوال کرتے تھے میں نے اپنے ہم جلیس سے دریافت کیا یہ کون شخص ہیں انہوں نے کہا یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔

نیز ابن سعد نے حضرت معاذ بن جبل کے متعلق حضرت عمر بن الخطاب کا قول نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔

عن عمر بن الخطابؓ انه قال حین خرج معاذ الی الشام لقد اخل خروجه بالمدینة واهلها فی الفقه وما کان یفتیهم به ولقد کنت کلمت ابا بکر رحمه اللہ ان یحبسه لحاجة الناس الیه فابی علیّ وقال رجل اراد جهادا یرید الشهادة فلا احبسه، فقلت واللہ ان الرجل لیرزق الشهادة وهو علی فراشه

حضرت معاذ جب ملک شام جانے کے لئے نکلے اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان کے چلے جانے سے مدینہ اور اہل مدینہ کے لئے فقہ اور فتویٰ حاصل کرنے میں خلل پڑ جائے گا میں نے حضرت ابوبکر سے گفتگو کی کہ وہ حضرت معاذ کو لوگوں کی ضرورت کا خیال کر کے جانے سے روک دیں مگر انہوں نے میری بات نہ مانی اور فرمایا کہ معاذ جہاد میں شریک ہو کر شہادت حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لئے میں انہیں نہیں روک سکتا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ کو جواب دیا، بخدا یہ اپنے بستر پر رہ کر بھی شہادت کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں۔

ملک شام کے لوگوں کی تعلیم کی ذمہ داری جن صحابہ نے سنبھالی ان میں مشہور تر صحابی حضرت عبادۃ بن صامت بھی تھے جو قرآن کے جمع کرنے میں امتیاز رکھتے تھے، اور لوگوں میں افقہ (زیادہ فقیہ) تھے، معاملات میں سخت واقع ہوئے تھے اور اللہ کی راہ میں کسی لومۃ لائم کی گرفت میں نہیں آئے، اور حضرت معاویہؓ کے امور میں اکثر انکار کیا کرتا تھا دوسرے صحابی معلم ابوالدرداء انصاری تھے، جن کا شمار حفاظ حدیث اور فقہائے صحابہ میں ہوتا تھا، انہیں حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت معاذ بن جبل کے ساتھ ملک شام روانہ کیا تھا، کیونکہ ان حضرات کے لئے ملک شام سے یزید بن ابی سفیان نے حضرت عمر بن الخطاب کو مراسلہ لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اہل شام کی قرآنی اور فقہی تعلیم کے لئے معاذ، عبادہ اور ابوالدرداء کو بھیج دیجئے، اس کا ذکر امام بخاری نے اپنی تاریخ میں کیا ہے، یہ تینوں حضرات ملک شام میں علمی حرکت اور سنت نبوی کی اشاعت میں سنگ زاویہ ثابت ہوئے، نیز اس دیار میں تعلیمی خدمت کے لئے حضرت عمرؓ نے عبدالرحمن بن غنم

کو بھی بھیجا جو حضرت معاذ کے تلمیذ کہے جاتے تھے، یہ حضرت معاذ کی صحبت میں بہت رہ چکے تھے، ان کے صحابی رسول ہونے کے بارے میں اختلاف ہے، اختلاف کے معنی یہ ہوئے کہ ایک جماعت کی رائے میں وہ صحابی رسول تھے، ان کے علاوہ دوسرے صحابہ نے بھی شام میں معلم اور ہادی کی حیثیت سے خدمات انجام دیں جن میں شرجیل بن حسنہ اور فضل بن عباس بن عبد المطلب تھے، امام حاکم کی روایت ہے کہ فضل بن عباس اردن میں مدفون ہیں۔ اور ابو مالک اشعری اور دوسرے بکثرت صحابہ اس دیار میں علم دین کی اشاعت کے رہنما بنے تھے۔

ملک شام کے مختلف مدارس میں صحابہ کرام سے تعلیم حاصل کر کے جو تابعین فارغ ہوئے تھے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ ابو ادریس خولانی عائذ اللہ، قبیصہ بن ذویب، مکحول بن ابی مسلم، رجاء بن حیوۃ کندی، رجاء بڑے عالم فاضل اور فقیہ تھے۔

٤۔ دار الحدیث مصر

مصر جب فتح ہوا تو یہاں کے باشندے بھی کثرت سے حلقہ اسلام میں داخل ہوئے، اور صحابہ بھی بڑی تعداد میں دینی احکام اور اسلامی تعلیم کی اشاعت کے لئے وہاں پہونچ گئے، جن میں زیادہ مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص تھے جو صحابہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کے زیادہ راوی تھے، اور حدیث نبوی کو لکھنے کی وجہ سے دوسرے صحابہ سے ممتاز تھے، یہ اپنے والد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصر میں اس وقت پہونچے جب اُن کے والد کو امیر معاویہ نے مصر کا والی مقرر کیا تھا، اور جب ان کے والد کا انتقال ہو گیا اس کے بعد بھی وہ مصر میں مقیم رہے حج وعمرہ کے لئے حرمین آتے تھے اور اس کے فارغ ہو کے مصر واپس چلے جاتے تھے، ایک روایت کی بنا پر ان کی وفات مصر میں ہوئی ہے لیکن دوسری راجح روایت ہے کہ طائف میں اُن کا انتقال ہوا ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرو کے علاوہ دوسرے صحابہ جو دینی تعلیم دینے کے لئے مصر پہونچے اور اپنا علمی فیض پہونچایا ان میں سے چند صحابہ کے نام یہ ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ، خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ، محمیۃ بن جزء، عبد اللہ بن الحارث بن جزء، ابو نضرہ غفاری رضی اللہ عنہ، ابو سعید الخیر رضی اللہ عنہ، معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ عنہ ان کے علاوہ اور دوسرے صحابہ تھے جن کی فہرست محمد بن ربیع الجیزی نے اپنی ایک تالیف میں لکھی ہے جس میں ایک سو چالیس سے زیادہ صحابیوں کے نام درج ہیں اور ان کی روایت کردہ احادیث کا بھی اس تالیف میں ذکر کیا ہے۔

مصر میں صحابہ کی تعلیم و تربیت سے تابعین کی بڑی تعداد تیار ہوئی جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں، ابو الخیر مرثد بن عبد اللہ الیزنی مفتی اہل مصر یہ حضرت ابو ایوب انصاری، ابو نضر غفاری اور عقبہ بن عامر الجہنی سے روایت کرتے ہیں،

دوسرے تابعی یزید بن ابی حبیب ہیں جو بعض صحابہ سے روایت کرتے ہیں مگر ان کی زیادہ روایت تابعین سے ہے ایہ بربری الاصل ہیں لیکن نشو و نما مصر میں پائی ان کے والد "دنقلہ" کے رہنے والے تھے۔

عہد صحابہ میں اسلامی شہروں کے علمی معاہد یعنی مدارس اور حدیث کی درسگاہوں پر ان صفحات میں ہلکی سی روشنی ڈالی گئی ہے تاہم اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ اور اُن کے تلامذہ تابعین نے حدیث نبوی کی اشاعت میں کس قدر بلیغ حصہ لیا ہے اور کتنے بلند مقام پر قرآن اور حدیث کی تعلیمات کو پہونچایا اور فروغ دیا تھا۔

طلب حدیث میں علماء کا سفر

اسلامی فتوحات کا دائرہ جوں جوں وسیع ہوتا گیا ویسے ہی دین اسلام اور قرآن و احادیث کی تعلیمات کے نشر و اشاعت کے لئے صحابہ بھی دور دراز شہروں اور مقامات میں پھیلتے چلے گئے۔ حفظ حدیث اور سنن کے جمع کرنے میں سب صحابہ ایک درجے کے نہیں تھے، بلکہ اُن میں بہت تفاوت اور فرق تھا، کسی کے پاس ایک حدیث تھی کسی کے پاس دو اور کسی کے پاس زیادہ حدیثیں تھیں، جس کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثیں کچھ لوگوں کے سامنے بیان کیں اس وقت اور دوسرے لوگ وہاں موجود نہ ہوتے تھے، یا حوادث، واقعات اور محاربات جو رونما ہوتے رہے ان میں سب صحابہ کی شرکت نہیں ہوتی تھی ان حوادث میں جو ارشادات نبوی ہوتے تھے سب کو سننے کا موقع نہیں ملتا تھا اس لئے یہ حدیثیں اُن کی سماعت سے رہ جاتی تھیں، یا سماعت ہوئی بھی تو وہ حفظ نہ کر سکے اسی بنا پر مشہور تابعی مسروق کا قول ہے کہ میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نشینی کی ان کو حوض کی مانند پایا کسی حوض سے ایک آدمی سیراب ہوا، کسی سے دو آدمی، کسی سے دس آدمی، کسی سے سو آدمی اور کسی سے پوری زمین کے آدمی سیراب ہوئے"۔ متفرق ملکوں اور شہروں میں صحابہ کے پھیل جانے سے حدیثیں بھی پھیلیں مگر منتشر ہو کے پھیلیں جو حدیثیں ایک شہر میں پہونچیں وہ دوسرے شہر میں نہ پہونچیں کیونکہ تمام صحابہ تمام احادیث کے جامع اور حامل نہیں تھے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اور نہ تمام احادیث اس وقت تک مدون ہوئی تھیں، جیسا کہ قرآن مجید عہد نبوی میں ضبط کتابت میں آگیا تھا، اور عہد ابو بکر میں وہ ایک صحیفہ کی شکل میں بصورت مکتوب جمع ہوا اس لئے قرآن کی تعلیم میں ہر جگہ یکسانیت رہی لیکن احادیث کی تدوین نہ عہد نبوی میں ہوئی تھی اور نہ خلفائے راشدین کے عہد میں ہوئی اس وقت تک ایک جگہ اور ایک دفتر میں نہ ہونے کی وجہ سے کسی ایک مقام میں حدیث کی مکمل تعلیم کا انتظام نہ ہو سکتا تھا، اور نہ تشریع اسلامی (اسلامی قانون سازی) ہو سکتی تھی اس لئے طلب حدیث کے دلدادگان شوق طلب حدیث بلبا اور علمائے حدیث اور طالبان حدیث دور دراز کا سفر اختیار کر کے اور بڑی بڑی مسافتیں طے کر کے اُن صحابہ اور تابعین کے پاس پہونچتے رہے جن کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں تھیں اور

اس طرح تکملہ کرکے حدیث کی کمی کی تلافی کرنے اور تمام متفرق احادیث کو سمیٹ کر ایک مرکز پر لانے کی سعی بلیغ کرنے لگے، اس زمانے میں سوائے اس طریقہ سفر کے حدیث کے جمع کرنے اور حاصل کرنے کا کوئی اور دوسرا ذریعہ نہ تھا، عربی زبان میں بہت زیادہ سفر کرنے والے کو "رحّالۃ" کہتے ہیں طلب حدیث کے رحّالہ ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں تن تنہا یا جماعت کے ساتھ شب و روز سفر کرتے رہتے تھے اور پھر کسی شہر کی درسگاہ حدیث میں کسی صحابی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرکے بیٹھ جاتے تھے، اور اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے، ان کے طعام و قیام کا انتظام مخیر مسلمانوں کے ذریعہ ہو جاتا تھا، طلب حدیث کے شوق کا یہ عالم تھا کہ اثنائے سفر میں جنگل، بیابان، کوہ و دریا، گرمی اور سردی، درندے اور حشرات الارض چور اور ڈاکو کی پرواہ کئے بغیر اپنی جان جوکھیں میں ڈال کر سفر کرتے اور پا بجولاں رہتے تھے اور خدا کے فضل و کرم کے سہارے پر آخر کار اپنی منزل مراد پر پہونچ کے دم لیتے تھے، آپ ان جاں فروش طالبانِ علم کے حالات اربابِ تاریخ کی کتابوں میں پڑھیں گے کسی کے متعلق مثلاً یہ لکھا ہو ملے گا، فلاں بن فلاں مکی مدنی، ثم کوفی، ثم بصری، ثم شامی، ثم مصری، یعنی ایک شخص جو مکہ کا رہنے والا تھا، طلب علم کے سلسلہ میں مدینہ پہونچا، وہاں تعلیم حاصل کرکے پھر وہاں سے کوفہ گیا، وہاں مزید تعلیم حاصل کی پھر وہاں سے بصرہ گیا، اور شام اور پھر مصر گیا اور ان تمام جگہوں میں علم حدیث حاصل کیا اس لئے ہر جگہ کی نسبت سے وہ مشہور ہوتا گیا۔

علمی سفر کا اثر

طالبان علم، علماء اور محدثین کے علمی سفر سے غیر معمولی فوائد حاصل ہوئے علم حدیث کو فروغ حاصل ہوا منتشر حدیثیں جمع ہوتی رہیں ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کا موقع ملا۔ بحث و تمحیص سے شکوک و شبہات دور ہوتے رہے۔ طالبان حدیث کے علم میں اضافہ ہوا، ہر شہر کے راویوں کے حالات سے آگاہی ہوئی، ان کے صدق و کذب کا پتہ چلا، دنیاوی مقاصد کے لئے جو افراد حدیثیں وضع کرکے شہرت حاصل کر رہے تھے ان کی تردید کا موقع ملا، "رحّالۃ" جماعت کی وجہ سے علم رجال (راویان حدیث کے حالات کا علم) ایک مستقل علم کا موضوع بن گیا، جس پر مستقل ضخیم کتابیں لکھی گئیں جس کی وجہ سے ہزاروں انسانوں کے شخصی حالات اور ان کے علمی تجربے منظر عام پر آگئے اور حدیث کی معلومات کے سلسلے میں بکثرت نئے نئے علوم ظہور پذیر ہوئے اور اس علمی سفر کی وجہ سے ایک ملک اور شہر کے مسلمانوں کا رابطہ دوسرے ملک اور شہر کے مسلمانوں سے قائم ہوگیا کیونکہ اس زمانے میں رسل و رسائل کے آسان ذرائع جو آج پیدا ہوگئے ہیں نہیں تھے اور نہ مواصلات کی موجودہ زمانے کی طرح کی سہولتیں میسر تھیں، طلب علم کے لئے سفر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے شروع ہوا اور یہ سلسلہ صدیوں تک جاری رہا، اس علمی سفر سے علماء کے ذہن اور فکر میں جلا پیدا ہوتی تھی جس

کی وجہ سے بلند پایہ کے علماء پیدا ہوتے رہے، جن کے نتائج فکر اور فیضان علم سے آنے والی نسلوں کو گرانقدر فوائد حاصل ہوئے۔ لیکن جب علمی سفر سے طالبانِ علم نے بے رُخی برتی اور کسل و تن آسانی کی طرف مائل ہوئے تو دینی علمی تحقیقات اور علمی ترقی میں انحطاط مسلمانوں میں پیدا ہو گیا یہاں تک کہ اس کا اثر اسلامی تالیفات اور تصنیفات پر بھی ہوا اور متقدمین کی اعلیٰ و بلند مرتبہ تصنیفات اور تالیفات کے مقابلہ میں متاخرین علماء کی تالیفات مختصر و کمتر ہونے لگیں جس کی وجہ سے امت اسلامیہ پر علمی جمود کی حالت طاری ہو گئی، یہاں تک کہ اب دینی استفادہ حاصل کرنے کے لئے بھی مسلمان طلبہ بجائے علمائے اسلام کے پاس جانے کے یورپ و امریکہ کے مستشرقین یہود و نصاریٰ (یعنی وہ علمائے یہود و نصاریٰ جو مشرقی اور اسلامی علوم کے ماہر سمجھے جاتے ہیں) کے پاس جانے لگے جس کے مسموم اور زہر آگیں اثرات آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی دور دراز مقامات سے مسافت طے کر کے قبائل عرب کے لوگ خدمت نبوی میں علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے اور آپ سے دینی تعلیم حاصل کر کے اور احادیث سُن کے واپس جاتے تھے، آپ کی وفات کے بعد بھی صحابہ بڑی بڑی مسافتیں طے کر کے دوسرے صحابہ کے پاس جاتے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی سماعت کرتے تھے۔

حضرت ابو ایوب انصاری صحابیؓ کا علمی سفر

حضرت ابو ایوب انصاریؓ مشہور صحابی جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل تھا اور جنہیں خدمت نبوی میں بہت زیادہ حضوری کا شرف بھی حاصل ہوا تھا وہ بھی بعد وفات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعہد خلافت راشدہ مدینہ منورہ سے چل کر منزل بمنزل لمبی مسافت طے کرتے اور سفر کی ہر قسم کی صعوبتوں اور مشکلات کو برداشت کر کے مصر پہونچے تاکہ حضرت عقبہ بن عامر صحابیؓ سے ملاقات کریں جو مصر میں مقیم تھے جن سے صرف ایک حدیث نبوی کی تصدیق مطلوب تھی جو ان کے حافظہ میں محفوظ تھی مگر اس کے الفاظ میں کچھ شک پیدا ہو گیا تھا، جب وہ مصر پہونچے انہیں حضرت عقبہ بن عامرؓ کے گھر کا پتہ معلوم نہ تھا اس لئے پہلے وہ والیٔ مصر مسلمہ بن مخلد انصاری کے گھر پر پہونچے جو مصر کے والی ہونے کی وجہ سے متعارف اور مشہور تھے، مسلمہ نے جب حضرت ابو ایوب انصاری کو دیکھا بہت خوش ہوئے اور باہم بغلگیر ہوئے اور پوچھا آپ نے اتنی بڑی مسافت طے کرنے کی زحمت کیسے گوارا کی؟ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے فرمایا میں نے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، اس کی تصدیق عقبہ بن عامر سے چاہتا ہوں آپ کسی کو میرے ساتھ کر دیجیے جو اُن کے گھر تک مجھے پہونچا دے چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ ایک آدمی کو رہبری کے لئے ساتھ لے کر حضرت عقبہ بن عامرؓ کے گھر پہونچے ان کو اطلاع دی گئی وہ فوراً باہر آئے اور حضرت ابو ایوب انصاری سے معانقہ کیا اور آنے کا سبب پوچھا

انہوں نے کہا میں نے "ستر المؤمن" والی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اس حدیث کے سننے والوں میں اب سوائے میرے اور آپ کے کوئی زندہ نہیں ہے، میں اس کی تصدیق آپ سے چاہتا ہوں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں وہ حدیث ایسے ہے۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ستر مومنا فی الدنیا علی خزیۃ سترہ اللہ یوم القیامۃ	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے جس نے دنیا میں کسی ایمان والے کی رسوائی کو چھپایا اللہ قیامت کے دن اُس کے عیوب کو چھپائے گا۔

حضرت ابو ایوب انصاری نے فرمایا آپ نے سچ فرمایا، پھر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنی سواری کے پاس آئے اور اس پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف واپس روانہ ہو گئے، جب وہ مقام عریش مصر پہنچے تو والی مصر مسلمہ بن مخلد کے مخالف اُن کے پاس پہنچے (۱) اگر وہ چاہتے تو مصر میں چند روز قیام کر کے آرام حاصل کرتے اور سفر کی تکان دور کرتے لیکن ایک دو روز بھی اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مصر میں ٹھہر کے استراحت حاصل نہیں کی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ صحابی کا علمی سفر

حضرت جابر بن عبد اللہ صحابی سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اطلاع ملی کہ ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کے پاس ہے جو ملک شام میں تھے میں نے اُن کے پاس جانے کے لئے اونٹ خریدا اور اس پر رحل (کاٹھی کجاوہ) باندھ کے سوار ہوا اور ایک مہینہ تک سفر کرتا رہا اور ملک شام پہونچا وہاں عبد اللہ بن انیس انصاری رہتے تھے اُن کے گھر پر پہونچا اور انہیں اطلاع دی جابر دروازے پر حاضر ہے، خادم واپس آیا اور اس نے پوچھا کیا آپ جابر بن عبد اللہ ہیں؟ میں نے کہا ہاں یہ سُن کے عبد اللہ بن انیس انصاری گھر سے باہر آئے اور ہم دونوں میں باہم گرمجوشی کے ساتھ معانقہ ہوا میں نے اُن سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے مظالم کے متعلق حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے جو میں نے نہیں سنی ہے انہوں نے کہا (۲)

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحشر اللہ تبارک تعالی العباد الحدیث۔)	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تبارک و تعالی بندوں کو جمع کرے گا (آخر حدیث تک بیان کیا۔)

ایک طالب حدیث محمد بن ابی سلمہ امام اوزاعی سے کہتے ہیں اے ابو عمرو! (امام اوزاعی کی کنیت ہے) میں چاہتا ہوں

---

(۱) معرفۃ علوم الحدیث للحاکم (۲) الحدیث والمحدثون

سے آپ کی صحبت میں ہوں اور برابر وابستہ رہتا ہوں لیکن میں آپ سے تیس حدیثوں سے زیادہ نہیں سن سکا اس کے جواب میں امام اوزاعی نے فرمایا تم چار دنوں میں تیس حدیثوں کو کم سمجھتے ہو؟ دیکھو حضرت جابر بن عبداللہ مشہور صحابی نے مصر جا کر حضرت عقبہ بن عامر سے ایک حدیث پوچھنے کے لئے سواری کا جانور خریدا اور سوار ہو کر مدینہ سے مصر پہونچے اور حضرت عقبہ بن عامر سے حدیث دریافت کر کے مدینہ واپس آ گئے (۱) حضرت جابر مکثرین (زیادہ حدیث روایت کرنے والے) میں شمار کئے جاتے ہیں تاہم انہوں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ بعض حدیث کی سماعت کی تصدیق بھی رہ جائے، صرف اس غرض کے لئے انہوں نے سواری کا جانور خریدا اور سفر کی مشقتیں برداشت کیں۔

چند رُواۃ (راویان) حدیث کا علمی سفر اور ان کے اقوال

بسر بن عبداللہ حضرمی کہتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کے لئے شہر بشہر دن سواری پر سوار ہو کر گشت کیا کرتا تھا تاکہ حدیث سنوں (۲)

خطیب نے ابو العالیہ سے تخریج کی ہے، ابو العالیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے حدیث سننے کے لئے سفر کرتے تھے اور ان کے پاس پہنچ کے حدیث کی سماعت کرتے تھے (۳)

حضرت سعید بن المسیب جو نہایت جلیل القدر تابعی اور فقیہ مدینہ تھے فرماتے ہیں کہ میں صرف ایک ایک حدیث کی خاطر کئی کئی دنوں اور راتوں کا سفر کرتا رہا ہوں (۴)

امام بخاری نے کتاب العلم میں یہ حدیث روایت کی ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ایما رجل کانت عندہ ولیدۃ فعلمہا فاحسن تعلیمہا وادبہا فاحسن تادیبہا واعتقہا فتزوجہا فلہ اجران وایما رجل من اہل الکتاب آمن بنبیہ وآمن بی فلہ اجران و ایما مملوک ادی حق مولیہ وادی حق ربہ فلہ اجران	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس کنیز ہو اسے اچھی تعلیم و تربیت دے کے اور آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے اسے دو اجر ملیں گے اور اہل کتاب میں سے جو شخص اپنے نبی اور مجھ پر ایمان لائے اسے بھی دو اجر ملیں گے، اور جو غلام اپنے آقا اور اپنے رب کا حق ادا کرے اسے بھی دو اجر ملیں گے۔

---

(۱) معرفۃ علوم الحدیث للحاکم (۲) الحدیث والمحدثون (۳) یہ روایت حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم و فضلہ میں بیان کی ہے اور انہوں نے اپنی اس کتاب میں ایک خاص باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے "ذکر الرحلۃ فی طلب العلم" منقول از کتاب الحدیث والمحدثون (۴) معرفۃ علوم الحدیث للحاکم

امام شعبی نے یہ حدیث اپنے شاگردوں کو سنائی اور کہا: اس حدیث کو بغیر کسی چیز کے بدلے حاصل کر لو کیونکہ اس سے

خذھا بغیر شیئ ولقد کان الرجل یرحل فیما دونھا الی المدینۃ	مختصر حدیث کے لئے طالبان علم سفر طے کر کے مدینہ منورہ جایا کرتے ہیں۔

امام شعبی تابعی ہیں ان کے اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ طالبان حدیث مسافتیں طے کر کے اور کثیر اخراجات برداشت کر کے حدیث حاصل کرنے کے لئے مدینہ منورہ جاتے تھے خواہ وہ حدیث کتنی ہی مختصر کیوں نہ ہوتی (۱)

تعلیمی سفر کی مہم سر کرنے کے لئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک طالب علم سے کہا تھا کہ لیے سا جوتا بنا لو نہایت مشہور اور بلند پایہ ناقد رواۃ (راویان حدیث راوی کی جمع ہے) اور محدث یحیٰی بن معین کا قول ہے:۔

اربعۃ لا تونس منھم رشدا حارس الدرب ومنادی القاضی وابن المحدث ورجل یکتب فی بلدہ ولا یرحل فی طلب الحدیث (۲)	چار شخصوں سے رشد و ہدایت کی توقع نہیں کی جا سکتی ہے۔ ایک محلہ کا چوکیدار دوسرا قاضی کا منادی (آواز دینے والا) تیسرا محدث کا بیٹا، اور چوتھا وہ شخص جو اپنے شہر ہی میں حدیث لکھتا ہے اور اس کی طلب میں سفر نہیں کرتا۔

سنت کی حفاظت کے لئے مختلف ممالک اور شہروں کا پرخطر سفر ہمارے اسلاف علماء کا بہت بڑا علمی جہاد تھا انہوں نے اپنا علو ہمتی، جانبازی، ایثار نفس، بلند کردار اور جفاکشی سے حدیث کے سننے اور جمع کرنے کی خدمات انجام دے کر وہ اعلیٰ مثال قائم کی ہے جس کی شمع کی روشنی میں آنے والے علماء گامزن ہوئے اور تدوین حدیث کے لئے حدیث کے منتشر قیمتی سرمایہ کو جمع کر دیا، اس عہد قدیم میں اگر کوئی طالب حدیث طویل سفر طے کئے بغیر حدیث جمع کرنے کی کوشش کرتا تو وہ رشاد اور سداد یعنی رشد و ہدایت کے راستے سے بھٹکا ہوا سمجھا جاتا تھا جیسا کہ یحیٰی بن معین کے مذکورہ بالا قول سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہمارے اسلاف نے حدیث کے سننے اور جمع کرنے کے لئے کیسی کیسی مشکلات اور صعوبتوں کا مقابلہ کیا تھا ان کا تصور بھی ہمارے خواب و خیال میں نہیں آسکتا ہے۔ اور چونکہ بعض شہروں میں علمائے صحابہ کی کثرت کی وجہ سے حدیث کا ذخیرہ زیادہ تھا اور حاملین حدیث بھی زیادہ تھے مثلاً مدینہ منورہ تو دوسرے ملکوں اور شہروں کے علمائے حدیث اور طالبان حدیث نے اسی شہر مدینہ منورہ کی طرف رخ کیا اور یہاں کے معاملات، عبادات، قضایا اور احکام میں اس شہر کے علمائے حدیث سے زیادہ فائدہ اٹھایا اور مسائل میں صحابہ کے آراء کی اغلبیت اسی شہر کے علمائے صحابہ اور تابعین کو حاصل ہوئی اور اس کا ظہور

(۱) الحدیث والمحدثون (۲) معرفۃ علوم الحدیث للحاکم

علماء اور طالبان حدیث کے اسفار سے ممکن ہو سکا۔

روایت حدیث کی اشاعت اور تعدد طرق میں سفر کا اثر

حدیث نبوی کی اشاعت اور سُنن کی روایت کرتے ہوئے علمائے صحابہ مختلف ملکوں اور شہروں میں منتشر اور جدا جدا ہو گئے تھے، اور ان صحابہ کے حفظ حدیث میں تفاوت کی وجہ سے اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع حدیث کی زیادتی اور کمی کی وجہ سے ان کے پاس بھی حدیث زیادہ یا کم تھی، جس کی وجہ سے طالبان حدیث کو ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر اختیار کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی تاکہ منتشر حدیث کے ذخیرہ کو ایک جگہ سمیٹ لیں، نیز فتوحات اسلامیہ کی وسعت کے نتیجہ میں نئے نئے حوادث، واقعات اور قضایا رونما ہونے لگے تھے۔ جن کے فیصلے اور تصفیہ کے لئے علمائے صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلیفہ اول و دوم کے فیصلوں کو جو ان کے پاس تھے ظاہر کئے جس کی وجہ سے مختلف ممالک کے علماء میں روایت حدیث کی اشاعت زیادہ ہوئی اور ساتھ ہی روایت کے طریقوں میں تعدد پیدا ہوا، مثلاً ایک مصر کا رہنے والا شخص حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص صحابی رضی اللہ عنہم مصر سے حدیث سنتا اور روایت کرتا تھا، پھر وہی آدمی دوسرے شہروں میں جا کر حضرت معاذ بن جبل صحابی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو الدرداء صحابی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ صحابی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس صحابی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ صحابی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیثیں سنتا اور روایت کرتا تھا، پہلے وہ مصری شخص ایک صحابی سے روایت کرتا تھا اور اب وہ دوسرے صحابہ سے بھی حدیثیں سُن کر روایت کرنے لگا جس کی وجہ سے روایت کے طریقے متعدد ہو گئے کیونکہ اس مصری شخص نے ایک صحابی سے جن کا حافظہ قوی تھا پوری حدیث سنی اور وہی حدیث دوسرے صحابی سے جن کا حافظہ ضعیف تھا مختصر حدیث سنی اگرچہ حدیث کے مفہوم میں فرق نہیں تھا لیکن حدیث کی عبارت میں پوری حدیث باقی رہی یا مختصر رہ گئی یا ایک ہی متفق اللفظ حدیث کی روایت متعدد صحابہ سے کی گئی ان وجوہ سے صحابہ کی روایت میں طریقے متعدد ہو گئے اسی کا نام روایت کا "تعدد طرق" ہے یعنی کئی طریقوں سے ایک حدیث روایت کی گئی ہے۔

عام صحابہ کا کتابت حدیث سے اجتناب

خلفائے راشدین کے بعد عام صحابہ میں حدیث کی کتابت سے اجتناب اور پھر کتابت حدیث کی طرف رغبت اور عمل کے دو مرحلے گذرے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اسود بن ہلال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

اتی عبد اللّٰہ بصحیفۃ فیھا حدیث فدعا بماء فمحاھا — حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صحیفہ لایا گیا

علماء اور طالبان حدیث کے اسفار سے ممکن ہو سکا۔

روایت حدیث کی اشاعت اور تعدد طرق میں سفر کا اثر

حدیث نبوی کی اشاعت اور سُنن کی روایت کرتے ہوئے علمائے صحابہ مختلف ملکوں اور شہروں میں منتشر اور جدا جدا ہو گئے تھے، اور ان صحابہ کے حفظ حدیث میں تفاوت کی وجہ سے اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع حدیث کی زیادتی اور کمی کی وجہ سے ان کے پاس بھی حدیث زیادہ یا کم تھی، جس کی وجہ سے طالبان حدیث کو ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر اختیار کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی تاکہ منتشر حدیث کے ذخیرہ کو ایک جگہ سمیٹ لیں، نیز فتوحات اسلامیہ کی وسعت کے نتیجہ میں نئے نئے حوادث، واقعات اور قضایا رونما ہونے لگے تھے، جن کے فیصلے اور تصفیہ کے لئے علمائے صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلیفہ اول و دوم کے فیصلوں کو جو ان کے پاس تھے ظاہر کئے جس کی وجہ سے مختلف ممالک کے علماء میں روایت حدیث کی اشاعت زیادہ ہوئی اور ساتھ ہی روایت کے طریقوں میں تعدد پیدا ہوا؛ مثلاً ایک مصر کا رہنے والا شخص حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص صحابیؓ مقیم مصر سے حدیث سنتا اور روایت کرتا تھا؛ پھر وہی آدمی دوسرے شہروں میں جا کر حضرت معاذ بن جبل صحابیؓ، حضرت ابو الدرداء صحابیؓ، حضرت ابو موسیٰ صحابیؓ، حضرت ابن عباس صحابیؓ، حضرت جابر بن عبداللہ صحابیؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر صحابیؓ سے بھی حدیثیں سنتا اور روایت کرتا تھا؛ پہلے وہ مصری شخص ایک صحابی سے روایت کرتا تھا اور اب وہ دوسرے صحابہ سے بھی حدیثیں سن کر روایت کرنے لگا جس کی وجہ سے روایت کے طریقے متعدد ہو گئے کیونکہ اس مصری شخص نے ایک صحابی سے جن کا حافظہ قوی تھا پوری حدیث سنی اور وہی حدیث دوسرے صحابی سے جن کا حافظہ ضعیف تھا مختصر حدیث سنی اگرچہ حدیث کے مفہوم میں فرق نہیں تھا لیکن حدیث کی عبارت میں پوری حدیث باقی رہی یا مختصر رہ گئی یا ایک ہی متفق اللفظ حدیث کی روایت متعدد صحابہ سے کی گئی ان وجوہ سے صحابہ کی روایت میں طریقے متعدد ہو گئے اسی کا نام روایت کا "تعدد طرق" ہے یعنی کئی طریقوں سے ایک حدیث روایت کی گئی ہے۔

عام صحابہ کا کتابت حدیث سے اجتناب

خلفائے راشدین کے بعد عام صحابہ میں حدیث کی کتابت سے اجتناب اور پھر کتابت حدیث کی طرف رغبت اور عمل کے دو مرحلے گذرے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اسود بن ہلال حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

اُتی عبداللہ بصحیفۃ فیھا حدیث فدعا بماء فمحاھا — حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک صحیفہ لایا گیا

ثم غسلها ثم أمر بها فاحترقت ثم قال، اذکر الله رجلا یعلمها عند احد الا اعلمنی به والله لو اعلم انها بدیر هند لبلغتها بهذا اهلک اهل الکتاب قبلکم حین نبذوا کتاب الله وراء ظهورهم کانهم لا یعلمون (۱)

جس میں حدیث درج تھی انہوں نے پانی منگوایا حدیث کو مٹایا پھر دھویا پھر اُسے آگ میں جلانے کا حکم دیا اور کہا ہر شخص کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں کہ جس کسی کو اس صحیفہ کے موجود ہونے کی خبر ہو مجھے اطلاع دے، بخدا اگر مجھے معلوم ہو کہ وہ صحیفہ دیر ہند میں ہے وہاں بھی میں پہونچوں گا اسی وجہ سے تم سے پہلے اہل کتاب ہلاک ہوئے جبکہ انہوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں ہیں (بعضوں نے کہا کہ یہ صحیفہ اہل کتاب کا تھا)

حضرت زید بن ثابت نے مروان بن حکم کو حدیث لکھوانے سے انکار کر دیا تھا اور فرمایا تھا۔

لعل کل شیئ حدثتکم به لیس کما حدثتکم (۲)

شاید وہ تمام حدیث جو آپ سے بیان کروں وہ اسی طرح بیان کے مطابق نہ ہو۔

دوسری روایت میں ہے کہ زید بن ثابت نے فرمایا۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أمرنا ان لا نکتب شیئاً من حدیثه (۳)

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ آپ کی حدیث ہم نہ لکھیں۔

حضرت ابو ہریرہ نے مروان بن حکم کے کاتب کو کچھ لکھوانے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔

ان أباهریرةؓ لا یکتم ولا یکتب

بیشک ابو ہریرہ نہ چھپاتا ہے اور نہ لکھتا ہے

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔

انا لا نکتب العلم ولا نکتبه

ہم علم (حدیث) نہ لکھتے ہیں اور نہ لکھواتے ہیں۔

ابو نضرہ نے حضرت ابو سعید خدری سے حدیث لکھوانے کے لئے کہا تو انہوں نے جواب دیا۔

لا انا لن نکتبکم ولن نجعله قرآنا ولکن احفظوا عنا کما حفظنا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۴)

نہیں ہرگز نہیں لکھوائیں گے اسے قرآن نہیں بنائیں گے لیکن تم ہم سے حدیث زبانی یاد کرو جس طرح ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کے حفظ کیا ہے۔

(۱) السنة قبل التدوین صـ ۳۱۲ (۲) السنة قبل التدوین (۳) ایضاً السنة قبل التدوین صـ (۴) سنن دارمی صـ ۱۲۲ ج ۱

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حدیث کی کتابت سے کراہت کرتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰؓ نے اپنے فرزند کو حدیث نہ لکھوائی اس خوف سے کہ کہیں کم یا زیادہ نہ ہوجائے ان کا یہ قول ہے۔

ان بنی اسرائیل کتبوا کتابا فاتبعوہ وترکوا التوراۃ۔

بنو اسرائیل نے کتاب لکھی اور اس کی اتباع کی اور توراۃ کو چھوڑ دیا۔

ان تمام صحابہ کے بپیش نظر کتابت حدیث کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت بھی تھی جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اور قرآن مجید کی یہ آیت بھی ہے۔

(فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون)

پ۱ سورۃ البقرۃ آیت ۷۹

ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو لکھتے ہیں اپنے ہاتھ سے کتاب پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالیں، ہلاکت ہے جو اُن کے ہاتھوں نے لکھا ہے اور ہلاکت ہے جو وہ اس سے کما رہے ہیں۔

صدر اول یعنی اسلام کے ابتدائے زمانے میں متعدد ممتاز صحابہ حدیث کی کتابت سے کراہت کرتے تھے ان کی کراہت کے اسباب پر خطیب بغدادی نے روشنی ڈالی ہے وہ لکھتے ہیں۔

قال الخطیب البغدادی: ان کراھۃ الکتاب فی الصدر الاول انما ھی لئلا یضاھی بکتاب اللہ غیرہ او یشتغل عن القرآن بسواہ ونھی ان الکتب القدیمۃ ان تتخذ لانہ لا یعرف حقھا عن باطلھا وصحیحھا عن فاسدھا مع القرآن کفی منھا وصار مھیمنا علیھا ونھی عن کتب العلم فی صدر الاسلام وجدتہ لقلۃ الفقھاء فی ذلک الوقت والممیزین بین الوحی وغیرہ لان اکثر الاعراب لم یکونوا فقھوا فی الدین ولا جالسوا العلماء العارفین فلم یؤمن ان یلحقوا ما یجدون من الصحف بالقرآن و یعتقدون ما اشتملت علیہ کلام الرحمن (۱)

خطیب بغدادی کا قول ہے: اسلام کے ابتدائے زمانہ میں حدیث کے لکھنے میں کراہت اس لئے تھی تاکہ اللہ کی کتاب کے مقابل میں کوئی دوسری کتاب نہ آجائے یا قرآن کے علاوہ دوسری چیزوں میں لوگ مشغول نہ ہوجائیں اور کتب قدیمہ (توراۃ انجیل) سے بھی ممانعت کردی گئی تھی کیونکہ ان کے حق و باطل اور صحیح و فاسد کا علم نہیں ہے اور قرآن کتب قدیمہ کے مقابلہ میں کافی ہے اور ان کے مضامین کا نگران ہے اس طرح صدر اسلام میں علم یعنی حدیث کی کتابت روک دی گئی تھی کیونکہ اس وقت فقہاء کی تعداد کم تھی جو وحی اور غیر وحی میں امتیاز رکھتے، عرب کے اکثر لوگ اس وقت تک

---

(۱) تقیید العلم ص ۵۷ منقول از السنۃ قبل التدوین۔

دین کا تفقہ اور سمجھ بوجھ حاصل نہ کر پائے تھے اور نہ علمائے عارفین کی مجلسوں میں شریک ہوئے تھے اس لئے ان سے یہ اطمینان نہ تھا کہ وہ جو کچھ صحیفے پائیں گے اُن کو قرآن میں ملا دیں گے بلکہ وہ اعتقاد کر لیں گے کہ قرآن کے علاوہ صحیفوں میں جو کچھ ہے وہ کلام الٰہی ہے۔

اس بات کا بھی اضافہ کر دیجئے کہ بعض صحابہ کرام اپنے تقویٰ اور خشیت الٰہی کی وجہ سے ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے کہ جو وہ لکھیں گے یا لکھوائیں گے کہیں وہ اس کے خلاف نہ ہو جائے جو انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے تاہم صحابہ نے کتاب اللہ کو اپنے سینوں میں حفظ کے ذریعہ اور مصاحف میں کتابت کر کے محفوظ رکھنے کی کوشش کی تاکہ تشریع اسلامی کے مصدر اول میں کسی قسم کی آمیزش نہ ہو اور اسی دوران میں وہ سنت کی حفاظت بھی زبانی یاد کر کے دوسروں کو اس کا درس دے کر اور باہم مذاکرہ کر کے کرتے رہے، اور موانع کے زائل ہو جانے کے بعد حدیث کی کتابت کر کے بھی محفوظ رکھا اور لوگوں کو حدیث کی کتابت پر آمادہ کیا اور اس کی تدوین کی اجازت دی، اور متعدد صحابہ نے خود بھی حدیثیں قلمبند کیں اور جو صحابہ کتابت حدیث کے مخالف تھے انہوں نے بھی حفاظت حدیث کے خیال سے کتابت حدیث کی مخالفت ترک کر دی۔

عہد صحابہ میں حدیث کی کتابت کا رواج اور مکتوبہ احادیث کا ذخیرہ

۱۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انہیں فرائض صدقات لکھ کے دئے تھے اور یہ فرائض صدقہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے تھے مسند امام احمد میں ہے۔

ان ابا بکر کتب لھم ان ھذہ فرائض الصدقة التی فرض رسول اللہ

حضرت ابو بکرؓ نے ان کو لکھ کے دیا کہ یہ وہ فرائض صدقہ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کیا ہے۔

۲۔ عمرو بن سفیان کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

قیدوا العلم بالکتاب (۱)

علم (حدیث) کو قلمبند کر لیا کرو۔

نیز مذکور ہے

وجد ابن عمرؓ (یعنی عبد اللہ بن عمرؓ) فی قائم سیف ابیه صحیفة (۲)

ابن عمرؓ نے اپنے والد کی تلوار کے نیام میں ایک صحیفہ پایا تھا۔

---

(۱) تقیید العلم ص ۸۸ از السنۃ قبل التدوین (۲) الکفایۃ ص ۳۵۴

۳۔ حضرت علیؓ طلب علم اور کتابت علم کے لئے لوگوں کو آمادہ کرتے تھے، آپ نے فرمایا۔

من یشتری منی علما بدرھم (۱)

مجھ سے ایک درہم میں علم کون خریدتا ہے؟

(ابو خیثمہ کہتے ہیں حضرت علیؓ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کون شخص مجھ سے ایک درہم میں کاغذ خرید کر کے اس میں علم (حدیث) لکھے گا۔ نیز حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔

تزاوروا و اکثروا مذاکرۃ الحدیث فان لم تفعلوا یندرس الحدیث

تم لوگ باہم ملتے رہو اور حدیث کا مذاکرہ کرتے رہو اگر ایسا نہ کرو گے تو حدیث ختم ہو جائے گی۔

حضرت علیؓ کے صحیفہ کی خبر مشہور ہے جو ان کی تلوار کے نیام میں رہتا تھا۔ اس صحیفہ کے متعلق مسند احمد میں طارق ابن شہاب کی روایت ہے۔

رأیت علیا علی منبر یخطب .... سیفہ من حدید حلیتہ یقول واللہ ما عندنا کتاب نقرأہ علیکم الا کتاب اللہ تعالیٰ وھذہ صحیفۃ اعطانیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھا فرائض الصدقۃ

ترجمہ یہ ہے: میں نے منبر پر حضرت علیؓ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا ان کی کمر میں تلوار تھی جس کے قبضے کی زینت لوہے سے کی گئی تھی اس وقت وہ فرما رہے تھے کہ اللہ کی قسم ہمارے ہاں اللہ کی کتاب (قرآن) اور اس صحیفے کے سوا ایسی کتاب نہیں ہے جسے تم لوگوں کے آگے پڑھوں اور صحیفہ یہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ اس میں صدقہ کے حصوں کی تفصیل ہے (یعنی قانون زکاۃ کی تفصیل)

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے تھے۔

ما کنا نکتب فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا الاستخارۃ والتشھد (۲)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سوائے استخارہ اور تشہد کے اور کچھ نہیں لکھتے تھے

یہ واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ عہد نبوی میں قرآن کریم کے علاوہ بعض چیزوں کی بھی کتابت صحابہ کرتے تھے اور یہ کہ عبداللہ بن مسعود کو کتابت حدیث سے کراہت نہیں تھی کیونکہ استخارہ و تشہد اور حدیث میں کوئی فرق نہیں ہے۔

---

(۱) تقیید العلم ص۹۰ از السنۃ قبل التدوین (۲) مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱۵/۱ از السنۃ قبل التدوین

۵۔ حضرت امام حسن بن علیؓ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو کہا کرتے تھے۔

تعلموا العلم فانکم صغار قوم الیوم تکونون کبارهم غدا فمن لم یحفظ منکم فلیکتبه (۱)

تم علم حاصل کرو، تم علم حاصل کرو آج تم قوم کے چھوٹے لوگوں میں سے ہو، کل قوم کے بڑوں میں ہو جاؤ گے اور جو زبانی یاد نہیں کر سکتا ہے اُسے چاہئے کہ لکھ لے۔

۶۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ اپنے بھانجے عروۃ بن الزبیر سے کہتی ہیں:

یا بنی بلغنی انک تکتب عنی الحدیث ثم تعود فتکتبه فقال لها اسمعه منک علی شئی ثم اعود فاسمعه علی غیره فقالت، هل تسمع فی المعنی خلافا؟ قال لا: قالت لا باس بذلک (۲)

اے بیٹے! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مجھ سے حدیث لکھتے ہو پھر دوبارہ اسی حدیث کو لکھتے ہو، عروۃ نے جواب دیا، آپ سے حدیث سنتا ہوں پھر دوبارہ اسی کو دوسرے طریقہ سے سنتا ہوں، حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کیا تم معنے میں اختلاف سنتے ہو؟ عروہ نے کہا نہیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا، پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ کتابت حدیث کو بُرا نہیں سمجھتی تھیں اگر وہ اس کو بُرا جانتیں تو اپنے بھانجے عروہ بن الزبیر کو حدیث کی کتابت سے منع فرماتیں بلکہ عروۃ کی کتابت حدیث میں "لاباس" کہا یعنی کوئی مضائقہ اور خوف نہیں ہے۔

۷۔ حضرت ابوہریرۃ نے بشیر بن نہیک کو اُن سے حدیث کے لکھنے اور روایت کرنے کی اجازت دی اور ایک روایت میں بشیر کہتے ہیں۔

اتیت ابا هریرةؓ بکتابی الذی کتبته فقرأته علیه فقلت هذا سمعته منک؟ قال نعم (۳)

میں حضرت ابوہریرۃؓ کے پاس اپنی کتاب لایا جو میں نے لکھی تھی اور ان کے سامنے پڑھی پھر میں نے کہا یہی ہے نا جو میں نے آپ سے سُنا ہے؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا ہاں۔

۸۔ حضرت ابوہریرہؓ کثیر الروایت صحابی کے پاس بہت سی کتابیں تھیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں تھیں فضیل بن حسن بن عمرو بن امیۃ ضمری اپنے والد حسن بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہؓ کے پاس ایک حدیث بیان کی ابو ہریرہؓ نے اس حدیث سے انکار کیا میں نے کہا یہ حدیث میں نے آپ ہی سے سنی ہے ابوہریرہؓ

---

(۱) الکفایۃ صہ ۲۲۹ (۲) الکفایۃ صہ ۲۰۵ (۳) طبقات ابن سعد صہ ۱۱۲؛ جلد ۷ از السنۃ قبل التدوین

نے کہا اگر تم نے یہ حدیث مجھ سے سُنی ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہوگی اور میرا ہاتھ پکڑ کے اپنے گھر لے گئے اور مجھے بہت سی کتابیں دکھائیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں تھیں ان میں وہ حدیث بھی مل گئی جس کا انکار ابو ہریرۃ نے کیا تھا ابو ہریرۃ نے کہا میں تم سے کہہ چکا تھا کہ اگر میں نے تم سے حدیث بیان کی ہوگی تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہوگی۔(۱)

ابن حجر نے اس موقع پر لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرۃؓ کے پاس مکتوبہ احادیث کا ہونا اس بات کو لازم نہیں کرتا ہے کہ وہ ان کے قلم سے حدیثیں لکھی گئی ہوں گی کیونکہ ابو ہریرۃؓ لکھنا نہیں جانتے تھے انہوں نے کسی دوسرے شخص سے لکھوایا ہوگا بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ ابو ہریرہؓ کو لکھنا نہ جانتے ہوں، ہو سکتا ہے کہ وہ پڑھنا جانتے ہوں اس لئے انہوں نے دوسروں سے حدیثیں لکھوائی ہوں گی تاکہ وقت ضرورت مکتوبہ اجزاء کی طرف رجوع کر سکیں۔

۹۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرۃ بن شعبہ صحابی کو خط لکھا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سُنا ہے اس میں سے کچھ لکھ کے میرے پاس بھیجئے، حضرت مغیرۃؓ نے یہ حدیث لکھ کے بھیجی۔

انہ کان ینھی عن قیل وقال، وکثرۃ السوال، واضاعۃ المال (۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیل وقال، کثرت سوال اور بربادیٔ مال سے منع فرمایا کرتے تھے۔

۱۰۔ حضرت ابن عباسؓ (۳ ق ھ۔ ۶۸ھ) ابو رافع صحابی سے کچھ سوال کر رہے تھے اس وقت حضرت ابن عباس کے ساتھ ان کا کاتب بھی تھا (۳)

حضرت ابن عباسؓ نے حلقۂ درس قائم کیا تھا جس میں وہ لکھواتے بھی تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس تختیاں بھی تھیں جن پر وہ لکھتے تھے، نیز وہ لوگوں کو تعلیم حاصل کرنے اور لکھنے کے لئے آمادہ کرتے تھے اور فرماتے تھے۔

قیدوا العلم بالکتاب (۴)

علم (حدیث) کو لکھ لیا کرو۔

کبھی وہ فرماتے تھے۔

انا لا نکتب فی الصحف الا الرسائل والقرآن (۵)

ہم کاغذ میں سوائے خطوط اور قرآن کے کچھ نہیں لکھتے تھے۔

لیکن اس کے بعد ایک ایسا زمانہ آیا کہ آپ یعنی حضرت ابن عباسؓ خطوط اور قرآن کے علاوہ بھی باتیں لکھنے لگے

---

(۱) جامع بیان العلم ص۷۴ ج۱ از السنۃ قبل التدوین (۲) معرفۃ علوم الحدیث ص۱۰۱ (۳) الاصابۃ در ترجمہ ابن عباس از السنۃ قبل التدوین (۴) جامع بیان العلم ص۷۳ ج۱ (۵) العلم لابی بن حرب ص۱۴۸ از السنۃ قبل التدوین

چنانچہ مجاہد بن جبر تابعی کو تفسیر لکھواتے تھے اور فرماتے تھے "اکتب" لکھو اور حجاج امیر عراق کے ایک استفتاء کا جواب لکھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لکھی تھی (۱)

حضرت ابن عباسؓ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) کُریب بن ابی مسلم کا بیان طبقات ابن سعد میں موسیٰ بن عُقبہ سے مروی ہے۔

وضع عندنا کریب بن ابی مسلم مولیٰ عبد اللہ ابن عباسؓ حمل بعیر من کتب ابن عباسؓ (ابن سعد ص۲۱۶ ج ۵)

ہمارے پاس عبد اللہ بن عباسؓ کے مولیٰ کُریب بن ابی مسلم نے ابن عباس کی کتابیں رکھوائی تھیں جو ایک بار شتر تھیں (یعنی ایک اونٹ جس قدر بوجھ اٹھا سکتا ہے)

۱۱۔ ابو سعید خدریؓ جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی تھی۔

من کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ

جو شخص مجھ سے قرآن کے علاوہ لکھے اُسے چاہئے کہ اس کو مٹا دے۔

یہی ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں۔

انا لا نکتب الا القرآن والتشھد (۲)

ہم سوائے قرآن اور تشہد کے اور کچھ نہیں لکھتے تھے۔

۱۲۔ حضرت براء بن عازب صحابیؓ حدیث بیان کرتے تھے اور اُن کے آس پاس کے لوگ اُن سے حدیثیں لکھتے جاتے تھے۔ عبد اللہ بن خنیس کہتے ہیں میں نے براء کے پاس لوگوں کو دیکھا کہ وہ نرکل کے قلم سے اپنے ہاتھوں پر لکھ رہے تھے۔

۱۳۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ صحابیؓ کے رو برو ان کا کاتب ورّاد نامی لکھا کرتا تھا۔

۱۴۔ حضرت ابن عمرؓ کے متعلق مروی ہے کہ جب وہ صبح کو گھر سے نکلتے تھے تو پہلے وہ اپنی کتابوں پر ایک نظر ڈال لیتے تھے۔

۱۵۔ حضرت انسؓ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹوں کو کہا کرتے تھے۔

یا بنی قیدوا العلم بالکتاب

اے میرے بیٹو! علم (حدیث) کو قلمبند کر لیا کرو۔

نیز حضرت انسؓ اپنے شاگردوں کو حدیث لکھواتے تھے، جب تلامذہ کی تعداد زیادہ ہو جاتی تو وہ کتابوں کا مجموعہ لا کر سامنے ڈال دیتے تھے اور کہتے تھے۔

ھذہ احادیث سمعتھا وکتبتھا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعرضتھا علیہ (۳)

یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھی تھیں اور آپ کے سامنے پیش کی تھیں۔

---

(۱) البیان التعریف فی اسالیب ورود الحدیث ص۲۷ از السنۃ قبل التدوین (۲) تقیید العلم ص۹۲ (۳) تقیید العلم ص۹۵ و ۹۶ - ۲۰۱ از السنۃ قبل التدوین

16۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری صحابی (16 ق ھ - 78ھ) کے پاس ایک صحیفہ تھا جس کی بابت یہ احتمال ہے کہ یہ صحیفہ مَنسک صغیر کے علاوہ ہے جس کا ذکر مسلم نے کتاب الحج میں کیا ہے (1)

اس صحیفہ کا ذکر ابن سعد نے صحابہ کے ترجمے میں کیا ہے امجاہد اس صحیفہ سے حدیث بیان کرتے تھے۔ جلیل القدر تابعی قتادہ بن دعامہ سدوسی (م ۔ 118ھ) اس صحیفہ کے متعلق کہتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ کا صحیفہ مجھے سورہ بقرہ سے زیادہ زبانی یاد ہے (2) اور ایک روایت میں ہے کہ قتادہ سلیمان الیشکری سے حدیث کی روایت کرتے تھے اور سلیمان الیشکری کے پاس جابر بن عبداللہ کی کتاب تھی اس لئے احتمال ہے کہ سلیمان الیشکری نے صحیفہ جابر کو نقل کرلیا ہو کیونکہ وہ جابر بن عبداللہ صحابی کے شاگردوں میں سے تھے، ابن حجر کی روایت ہے کہ سلیمان الیشکری جابر بن عبداللہ کی صحبت میں رہے ہیں، مسجد نبوی میں حضرت جابر بن عبداللہ کا حلقۂ درس تھا جس میں وہ شاگردوں کو حدیث لکھواتے تھے، ان سے کافی تعداد میں لوگوں نے حدیث لکھی ہے مثلاً وہب بن منبہ (م ۔ 114ھ) ابوالزبیر ابوسفیان اور شعبی نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے اور زیادہ تر صحیفہ ہی سے سن کے روایت کی ہے (3) اور شعبی نے بیان کیا ہے کہ میں نے جابر کا پورا صحیفہ اُن ہی سے سن لیا ہے (4)

17۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جلیل القدر صحابی حدیث لکھنے اور لکھوانے کے سخت مخالف تھے، لیکن زمانے کی ضروریات کی وجہ سے کتابت حدیث کی اباحت پر عمل کیا اور انہوں نے بھی حدیث قلمبند کی چنانچہ معن حضرت معن سے روایت کرتے ہیں کہ میرے پاس عبداللہ بن مسعود کے فرزند عبدالرحمٰن ایک کتاب لائے اور حلفیہ کہا کہ میرے والد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے (5)

18۔ ابو رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (م ۔ 40ھ) کے پاس ایک کتاب تھی جس میں نماز کے شروع کرنے کا بیان تھا اس کتاب کو انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث (م ۔ 94ھ) کے حوالہ کر دیا تھا (6) یہ ابوبکر مدینہ کے فقہاء میں سے تھے۔

19۔ اسماء بنت عمیس (م ۔ 38ھ) کے پاس ایک کتاب تھی جس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض حدیثیں لکھی تھیں۔

20۔ سبیعۃ الاسلمیۃ نے عبداللہ بن عتبہ کو خط لکھا اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ

---

(1) تذکرۃ الحفاظ ص 41 ج 1 (2) طبقات ابن سعد ص 234 ج 5 از السنۃ قبل التدوین (3) تہذیب التہذیب ص 214 ج 4 (4) المحدث الفاصل ص 91 از السنۃ قبل التدوین (5) جامع بیان العلم وفضلہ ص 72 از السنۃ قبل التدوین (6) الکفایۃ ص 330

انہ أمرھا بالنکاح بعد قلیل من وفاۃ زوجھا بعد ما وضعتا(۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کے شوہر کی وفات کے تھوڑے دنوں کے بعد نکاح کرنے کا حکم دیا تھا جب وہ وضع حمل سے فارغ ہو جائے۔

۲۱۔ سمرۃ بن جندب (م ۶۰ھ) نے ایک نسخہ کتاب میں بہت سی حدیثیں جمع کی تھیں، ان احادیث کی روایت ان کے فرزند سلیمان نے کی (۲)

اور ہو سکتا ہے کہ یہ نسخہ وہی رسالہ ہو جسے سمرۃ نے اپنے بیٹے کے پاس بھیجا تھا جس کے متعلق محمد بن سیرین لکھتے ہیں کہ سمرۃ نے اپنے بیٹے کو جو رسالہ بھیجا تھا اس میں بہت علم تھا

یہ تمام خبریں جو ایک دوسری کی موئد ہیں ثابت کرتی ہیں کہ صحابہ کتابت حدیث کو مباح سمجھتے تھے، خود انہوں نے اپنے لئے حدیثیں لکھیں اور اُن کے تلامذہ نے بھی اُن کے سامنے حدیثیں لکھیں اور دوسروں کو کتابت حدیث اور حفظ حدیث کی ہدایت کرتے رہے جیسا کہ حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت حسن بن علیؓ، حضرت انس بن مالکؓ سے ثابت ہے اور جب موانع کتابت کے زائل ہو گئے تو بعض صحابہ کی کراہت بھی جو حدیث کی کتابت کے متعلق تھی جاتی رہی اور کراہت سے متعلق اپنی رائے سے رجوع کر لیا جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابو سعید خدری کی روایت اوپر بیان کی گئی ہے اور اس میں یہ واضح دلیل ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ کتابت کی ممانعت اس خوف اور اندیشے سے تھی کہ کوئی دوسری چیز قرآن کے مقابل میں نہ آجائے اور لوگ قرآن کو چھوڑ کر دوسری طرف مشغول نہ ہو جائیں۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں:۔

فلما امن ذلک ودعت الحاجۃ الی کتب العلم لم یکرہ کتبہ کما لم تکرہ صحابۃ کتب التشہد ولا فرق بین التشہد وبین غیرہ من العلم فی أن الجمیع لیس بقرآن ولن یکون کتب الصحابۃ ما کتبوہ من العلم وأمروا بکتبہ الا احتیاطا کما کان کراھتھم لکتبہ احتیاطا واللہ اعلم (۳)

جب ان باتوں سے اطمینان ہو گیا اور علم (حدیث) کے لکھنے کی ضرورت بھی داعی ہوئی تو اس کی کتابت سے کراہت باقی نہیں رہی جیسا کہ صحابہ نے تشہد کی کتابت سے کراہت نہیں کی اور تشہد اور دوسرے علوم کے درمیان اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ یہ سب کے سب قرآن نہیں ہیں، اور صحابہ نے جو کچھ علم لکھا اور اس کی کتابت کا حکم دیا وہ

(۱) الکفایہ ص ۳۴۳ (۲) تہذیب التہذیب ص ۱۹۸ ج ۴ (۳) السنۃ قبل التدوین

بربنائے احتیاط تھا جیسا کہ کتابت حدیث کی کراہت کا خیال بھی احتیاطی امر تھا۔ واللہ اعلم۔

اور فتح الباری صہ ۱۸۲ جلد ا میں ہے۔

ان السلف اختلفوا فی ذلک عملاً و ترکاً و ان کان الامر استقر والاجماع انعقد علی جواز کتابۃ العلم بل علی استحبابہ بل علی وجوبہ علی من خشی النسیان ممن یتعین علیہ تبلیغ العلم ا ھ

اسلاف نے حدیث کی کتابت کے بارے میں عمل کرکے اور ترک کرکے اختلاف کیا تھا، اگرچہ علم (حدیث) کی کتابت کے جواز پر اجماع ہو چکا تھا، بلکہ اس کے استحباب پر یہاں تک کہ اس کے وجوب پر بھی اس شخص کے لئے ہو چکا تھا جسے نسیان (یعنی بھول) کا خوف ہو اور تبلیغ علم پر وہ متعین بھی ہو۔

تدوین حدیث اور تابعین کا طریق کار

تمام تابعین نے صحابہ سے علوم حاصل کئے، ان سے برابر ملتے جلتے رہے، اُن کی صحبت کو نعمت سمجھا، اُن سے ہر چیز معلوم کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کا ذخیرہ اُنہیں سے اور اُنہیں کے طریقے سے حاصل کیا اور یہ بھی انہیں سے معلوم کیا کہ حدیث نبوی کی کتابت کی کراہت کب تھی اور اس کی اباحت کب ہوئی اور انہوں نے صحابہ کی پوری پوری اقتدا کی جس طرح ایک فرمانبردار شاگرد اپنے شفیق استاد کی اقتدا کرتا ہے اور قرآن و سنت بھی انہیں سے حفظ کیا اور اس کے مطالب و معانی انہیں سے اخذ کئے اس لئے یہ طبیعی بات تھی کہ تدوین حدیث کے متعلق تابعین کی رائیں بھی صحابہ کی رایوں کی ہمنوا ہوں اس لئے جن اسباب کی بنا پر خلفائے راشدین اور صحابہ کو کتابت حدیث میں کراہت تھی بعینہ وہی اسباب کتابت حدیث میں تابعین کی کراہت اور اباحت کے تھے، اس لحاظ سے صحابہ اور تابعین کا موقف ایک تھا، جب تک اسباب کراہت قائم تھے تابعین حدیث کی کتابت سے کراہت کرتے رہے، اور جب وہ اسباب زائل ہو گئے تو کتابت حدیث کے جواز بلکہ استحباب اور پھر وجوب پر اجماع ہو گیا، اور تدوین حدیث پر زور دینے لگے، یہی وجہ ہے کہ کسی ایک تابعی سے کتابت حدیث کے متعلق دو متضاد خبریں ملتی ہیں ایک میں ممانعت پائی جاتی ہے اور دوسری میں اباحت کی خبر ہوتی ہے اور تابعین کے مختلف طبقے کبار، صغار اور اواسط سے کتابت حدیث کی مخالفت میں بھی اور اس کی اباحت میں بھی خبریں ملتی ہیں، چنانچہ کبار یعنی بڑے تابعین میں عُبیدہ بن عمرو السلمانی المرادی (۔۷۲ھ) ابراہیم بن یزید التیمی (۔۹۲ھ) جابر بن زید (۔۹۳ھ) اور ابراہیم نخعی (۔۹۶ھ) کتابت حدیث کے مخالف تھے۔ یہ سب ب

حدیث کو حفظ کے ذریعہ محفوظ اور مامون رکھتے تھے، اور اپنی قوت حافظہ سے روایت کرتے تھے، عُبیدۃ پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی ان سے حدیث لکھے یا ان کے سامنے لکھی ہوئی حدیث پڑھے، ابراہیم نخعی بھی اس کو برا سمجھتے تھے کہ حدیثیں کراسوں (کاپیوں یا دفتروں) میں لکھی جائیں اور وہ قرآن کے مشابہ بن جائیں (۱) وہ کہا کرتے تھے۔

ماکتبتُ شیئاً (۲) میں نے کچھ نہیں لکھا۔

یہاں تک کہ انہوں نے حماد بن ابی سلیمان اپنے شاگرد کو اطراف احادیث کی کتابت سے بھی روک دیا، لیکن بعد ازاں ابراہیم نخعی نے اطراف حدیث کی کتابت کی مخالفت ترک کر دی، ابن عون کا بیان ہے کہ میں نے حماد کو ابراہیم کی حدیث لکھتے ہوئے دیکھا، ابراہیم نے حماد سے کہا کیا میں نے تمہیں کتابت حدیث سے منع نہیں کیا ہے؟ حماد نے جواب دیا یہ اطراف ہے (اطراف حدیث کا وہ ٹکڑا ہے جو بطور عنوان کے لکھا جاتا ہے جس سے پوری حدیث کی نشان دہی ہوتی ہے (اطراف کے معنی ہیں کسی چیز کا کنارہ یہ طرف کی جمع ہے)

عامر شعبی (۱۷-۱۰۳ھ) کا یہ قول مشہور ہے۔

ماکتبت سوداء فی بیضاء ولا سمعت من رجل حدیثاً فاردت ان یعیدہ علی۔ میں نے سیاہی سفیدی (سادہ کاغذ) پر کبھی استعمال نہیں کی اور نہ میں نے کسی شخص سے حدیث سن کے یہ ارادہ کیا کہ وہ دوبارہ مجھے سنا دے (یعنی ایک دفعہ کے سننے سے حدیث یاد ہو جاتی تھی قوی قوت حافظہ کی وجہ سے)

کیونکہ شعبی کا حافظہ بہت قوی تھا ایک ہی دفعہ حدیث سن کے زبانی یاد کر لیتے تھے تابعین کی کتابت حدیث کی کراہت اس وقت اور زیادہ ہو گئی جب انہوں نے دیکھا کہ حدیث کے متعلق جو شخصی رائیں ظاہر کی جاتی ہیں طلبہ اُن رایوں کو بھی حدیث کے ساتھ لکھتے جاتے تھے اور ان سے دوسرے لوگ نقل کرتے تھے، اس طرح کے طرز عمل سے حدیث اور رائے میں التباس اور تشابہ کے پیدا ہو جانے کا اسی قسم کا اندیشہ تھا جس طرح صحابہ کے عہد میں قرآن اور حدیث کو ایک جگہ لکھنے میں التباس کا خوف پیدا ہو گیا تھا، کیونکہ تابعین میں سب کے سب صرف محدث ہی نہ تھے بلکہ اُن میں اکثر محدث ہونے کے علاوہ تفقہ کا درجہ بھی رکھتے تھے، اس لئے وہ حدیث کی حقیقت کو سمجھنے اور سمجھانے میں اپنی رائے اور اجتہاد بھی رکھتے تھے، اور اپنے اجتہاد اور رائے کو لکھتے اور لکھواتے بھی تھے چنانچہ سعید بن المسیب تابعی جو بڑے

---

(۱) سنن دارمی ص ۱۲۲ ج ۱ از السنۃ قبل التدوین (۲) تقیید العلم ص ۴۸ از السنۃ قبل التدوین

فقیہ بھی تھے ان کے پاس ایک شخص آیا اور ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا انہوں نے جواب میں حدیث لکھوا دی پھر اس شخص نے سعید بن المسیب سے اس مسئلہ میں ان کی ذاتی رائے دریافت کی اس نے یہ رائے بھی لکھ لی اس مجلس میں سعید بن المسیب کے ایک ہمنشیں نے پوچھا اے ابو محمد (سعید بن المسیب کی کنیت ہے) کیا یہ شخص آپ کی رائے بھی لکھے؟ یہ سن کے سعید بن المسیب نے اس شخص سے کاغذ لے لیا اور پھاڑ دیا (۱)

جابر بن زید سے کہا گیا کہ آپ کے تلامذہ آپ کی رائے بھی لکھتے جاتے ہیں آپ نے اپنے تلامذہ سے کہا آپ لوگ میری رائے بھی لکھتے ہیں شاید میں کل اس سے رجوع کر لوں (۲)

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ عموماً تابعین حدیث کی کتابت کے مخالف نہیں تھے بلکہ وہ چاہتے تھے کہ حدیث کے ساتھ کسی کی رائے نہ لکھی جائے، ورنہ تابعی عموماً کتابت حدیث کے مؤید تھے، اور اپنے شاگردوں کو حدیث کی کتابت کی ترغیب دیتے تھے، یہاں تک کہ تابعین اپنے استاد صحابہ کے گرد اگرد حدیث کی کتابت میں جھکے رہتے تھے اور حدیث کے لکھنے کا بہت شوق رکھتے تھے، سعید بن جبیر (۔۹۵ھ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث لکھتے تھے، جب تمام کاغذ بھر جاتا تو وہ کسی چیز پر لکھ لیتے تھے اور پھر کاغذ پر نقل کر لیتے تھے (۳)

انہی سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آتا جاتا تھا اور ان دونوں سے حدیث لکھتا تھا اور کبھی اونٹ کے پالان کی لکڑی پر لکھ لیتا تھا اور جب اونٹ پر سے اترتا تو کاغذ پر نقل کر لیتا تھا (۴)

سعید بن المسیب جلیل القدر تابعی (۔۹۴ھ) نے عبدالرحمٰن بن حرملہ کو ان کے سوء حفظ کی شکایت پر حدیث کے لکھنے کی اجازت دی (۵)

امام شعبی اپنے شاگردوں کو ہدایت کرتے تھے:

اذا سمعتم منی شیئاً فاکتبوہ ولو فی حائط (۶) جب تم مجھ سے کچھ سنو تو اس کو لکھ لو اگرچہ دیوار پر ہی سہی۔

ضحاک بن مزاحم (۔۱۰۵ھ) نے حسین بن عقیل کو مناسک حج لکھوائے تھے۔

رفتہ رفتہ کتابت حدیث کا سلسلہ اتنا وسیع ہو گیا کہ لکھی ہوئی قلمی کتابیں بکثرت مملکت اسلامیہ میں پھیل گئیں۔

---

(۱) جامع بیان العلم وفضلہ ص۱۴۴ ازالسنۃ قبل التدوین (۲) جامع بیان العلم وفضلہ ص۱۴۲ ج ۲ ازالسنۃ قبل التدوین (۳) تقیید العلم ص۱۰۲ ازالسنۃ قبل التدوین (۴) تقیید العلم ص۱۰۳ ازالسنۃ قبل التدوین (۵) جامع بیان العلم وفضلہ ص۲۳ ازالسنۃ قبل التدوین (۶) تقیید العلم ص ازالسنۃ قبل التدوین

چنانچہ حضرت حسن بصری (۔-۱۱۰ھ) نے فرمایا کہ ہمارے پاس اتنی کتابیں جمع ہوگئی ہیں کہ ہمیں ان کی نگرانی کرنی پڑتی ہے (۱)

خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز (۶۱-۱۰۱ھ) بھی حدیث لکھا کرتے تھے، ابو قلابہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز ظہر کی نماز کے لئے باہر آئے اُن کے ہاتھ میں کاغذ تھا، پھر عصر کی نماز کے لئے باہر آئے اس وقت بھی ان کے ہاتھ میں وہ کاغذ تھا، میں نے پوچھا اے امیر المؤمنین! یہ کیسی کتاب ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ عون بن عبداللہ نے مجھ سے حدیث بیان کی مجھے پسند آئی میں نے اُسے لکھ لیا ہے (۲)

یہ تمام واقعات اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری کے اواخر اور دوسری صدی کے اوائل میں مختلف طبقات کے لوگوں میں حدیث کی کتابت شائع و ذائع ہو چکی تھی اور کتابیں کثرت ممالک اسلامیہ میں پھیل گئی تھیں یہاں تک کہ مجاہد بن جبر (۔-۱۰۳ھ) نے اپنے بعض شاگردوں کو اجازت دی کہ وہ اُن کے مکان کے بالاخانہ پر جاکر وہاں سے ان کی کتابیں اُتار لائیں اور اُن سے نقل کرلیں۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے عامل (کارندے) کو لکھا کہ وہ رجاء بن حیوۃ (۔-۱۱۲ھ) سے حدیث دریافت کریں، رجاء نے جواب دیا۔

كنت قد نسيته لولا انه كان عندي مكتوبا (۳) میں بھول گیا ہوتا اگر وہ میرے پاس لکھوائی ہوئی نہ ہوتی

عطاء بن ابی رباح تابعی (۔-۱۱۴ھ) حدیث خود لکھتے اور کبھی اپنے فرزند سے لکھواتے تھے (۴)

اور ان کے تلامذہ (شاگردان) بھی ان کے روبرو لکھتے تھے، اور اپنے طلبہ کو پڑھنے اور لکھنے کی بہت ترغیب دیتے تھے ابو حکیم ہمدانی راوی ہیں کہ میں عطاء بن ابی رباح کے پاس ہوتا اور دوسرے چھوٹے بچے بھی ہوتے تھے وہ فرماتے تھے اے بچو! آؤ اور لکھو اور تم میں جو اچھی طرح سے نہیں لکھ سکتا ہم اس کے لئے لکھ دیں گے اور جس کے پاس کاغذ نہ ہو ہم اُسے کاغذ بھی دیں گے (۵)

اس طرح علمی ذوق لوگوں میں بڑھتا گیا، حدیث کی کتابیں بھی زیادہ ہونے لگیں، علماء کے پاس لکھی ہوئی حدیثیں پڑھی جانے لگیں، جس کا ثبوت یہ ہے کہ ولید بن ابی السائب بیان کرتے ہیں کہ میں نے مکحول، نافع اور عطاء سے طلبہ کو لکھی ہوئی حدیثیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے (۶)

---

(۱) جامع بیان العلم و فضلہ از السنۃ قبل التدوین (۲) سنن الدارمی از السنۃ قبل التدوین (۳) سنن الدارمی ص ۱۲۹ از السنۃ قبل التدوین (۴) المحدث الفاصل نسخہ دمشق ص ۳، ب ج ۴ از السنۃ قبل التدوین (۵) سنن الدارمی ص ۱۲۹ ج ۱ از السنۃ قبل التدوین (۶) الکفایۃ ص ۲۶۴

عبید اللہ بن ابو رافع راوی ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ابو داؤد عبد الرحمٰن بن ہرمز اعرج (۔۱۱۷ھ) سے لکھی ہوئی حدیث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ تھی پڑھ رہے تھے، شاگرد نے پوچھا اے ابو داؤد کیا یہ آپ کی بیان کردہ حدیث ہے؟ اعرج نے کہا ہاں (۱)

نافع مولیٰ ابن عمرؓ (۔۱۱۷ھ) اپنے طلبہ کو حدیث لکھواتے تھے اور ان کے شاگرد ان کے سامنے لکھتے تھے۔

قتادہ بن دعامہ سدوسی (۔۱۱۸ھ) سے کسی نے حدیث کی کتابت کی بابت دریافت کیا، انہوں نے جواب دیا۔

وما یمنعک ان تکتب و اخبرک اللطیف الخبیر انه یکتب قال علمها عند ربی فی کتاب لا یضل ربی ولا ینسیٰ (۲) پ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ رکوع ۲

تمہیں لکھنے سے کون روکتا ہے؟ خدائے لطیف و خبیر نے تمہیں خبر دی ہے کہ وہ لکھتا ہے اس کا ارشاد ہے اس چیز کا علم میرے رب کے پاس ہے، لکھی ہوئی کتاب میں وہ نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔

خالد بن معدان الکلاعی الحمصی (۔۱۰۴ھ) نے اپنے علم (حدیث) کو مصحف کی صورت میں محفوظ رکھا تھا جس میں گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں (۳)

ابو قلابہ عبید اللہ بن زید الجرمی (۔۱۰۴ھ) نے وصیت کی تھی کہ ان کی وفات کے بعد ان کی کتابیں ایوب سختیانی (۶۸۔۱۳۱ھ) کو دیدی جائیں جو ان کے شاگرد تھے، جب یہ کتابیں ایوب سختیانی کے پاس پہونچیں تو ایک اونٹ کا بار (بوجھ) تھیں اس کا کرایہ ایوب نے دس درہم ادا کیا (۴)

عروۃ بن الزبیر (۲۲۔۹۳ھ) نے فرمایا کہ میں نے حدیث لکھی پھر اسے مٹا دیا پھر مجھے یہ بات محسوس ہوئی کہ میں مال اور اولاد کو فدا کر دیتا مگر حدیث کو نہ مٹاتا (۵) ان حدیثوں کے علاوہ بھی انہوں نے کچھ اور لکھا تھا جو یوم "حرہ" (ایک مشہور جنگ جو حرہ کے مقام پر ہوئی تھی) میں جلا دئیے گئے تھے، اس پر وہ بہت غمگین ہوئے اور کہنے لگے کاش میرے اہل و عیال کے بدلے میں میری کتابیں میرے پاس ہوتیں (۶)

امام محمد باقر بن علی بن حسینؓ (۵۶۔۱۱۴ھ) کے پاس کتابیں تھیں ان سے ان کے فرزند امام جعفر صادق نے بعض

---

(۱) طبقات ابن سعد صہ ۲۰۹ ج ۵ از السنۃ قبل التدوین (۲) تقیید العلم صہ ۱۰۱ از السنۃ قبل التدوین (۳) تذکرۃ الحفاظ صہ ۸۵ ج ۱ (۴) طبقات ابن سعد صہ ۱۲۶ ج ۵ و تذکرۃ الحفاظ صہ ۸۸ ج ۱ (۵) تقیید العلم صہ ۱۶ از السنۃ قبل التدوین (۶) جامع بیان العلم و فضلہ صہ ۲۱ ج ۱ از السنۃ قبل التدوین۔

کتابوں کی سماعت کی تھی اور بعض کتابوں کو اُن سے پڑھا تھا (۱)

مکحول شامی کے پاس بھی کتابیں تھیں (۲)

حکم بن عُتیبہ کے پاس کتابیں تھیں (۳)

بُکیر بن عبداللہ الاشج (-۱۱۷ھ) جو مدینہ کے عالم تھے اُن کے پاس بھی کتابیں تھیں جو ان کے فرزند مخرمہ بن بکیر کے پاس چلی گئیں (۴)

قیس بن سعد مکی (-۱۱۷ھ) کے پاس کتابیں تھیں جو حماد بن سلمہ (-۱۶۷ھ) کے پاس منتقل ہوگئیں (۵)

امام زہری کے پاس کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا جن کی نقل ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان کو کرادی تھی، جب ولید قتل ہوا تو یہ سب کتابیں ولید کی الماریوں سے ایک چھکڑے پر لاد کر دوسری جگہ منتقل کی گئیں (۶)

ہُمام بن منبہ کا صحیفہ صحیحہ

ہمام بن مُنبہ (۴۰ - ۱۳۱ھ) بڑے مرتبے کے تابعی تھے، جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرۃؓ کے خاص شاگردوں میں سے تھے ان سے بکثرت احادیث نبوی سُن کے لکھ لی تھیں، ان احادیث کا املاء حضرت ابوہریرۃؓ نے کرایا یعنی لکھوایا تھا، اور ایک یا چند صحیفوں میں جمع کرایا تھا اور اس مجموعہ کا نام "صحیفہ صحیحہ" رکھا تھا، ہمارے دوست ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدرآبادی نے اپنی تحقیقات کے سلسلے میں اس "صحیفہ صحیحہ" کے دو مخطوطے (قلمی نسخے) حاصل کر کے شائع کرائے ہیں ایک مخطوطہ دمشق سے اور دوسرا برلن (جرمنی) سے انہیں ملا، ان دونوں مخطوطوں میں بالکل مطابقت تھی، اس طرح ہمام بن منبہ تابعی کی کتاب "صحیفہ صحیحہ" کا کامل نسخہ من وعن ہم مسلمانوں کو حاصل ہوا ہے۔

ہمام بن منبہ نے اپنا یہ صحیفہ حضرت ابوہریرۃؓ کی وفات سے پہلے اُن سے سُن کے لکھا تھا، حضرت ابوہریرۃؓ کی وفات ۵۹ھ میں واقع ہوئی، لامحالہ یہ صحیفہ جو علمی و دینی وثیقہ ہے حضرت ابوہریرۃؓ کی وفات سے پہلے یعنی پہلی صدی ہجری کے نصف اول میں لکھا گیا، پھر ہمام سے معمر بن راشد نے اور معمر سے عبدالرزاق نے اس طرح سلسلہ بہ سلسلہ یہ صحیفہ نقل ہوتا رہا ہمام کے صحیفہ میں ایک سو اڑتیس (۱۳۸) حدیثیں ہیں، اور حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ ہمام نے ابوہریرۃ

---

(۱) تہذیب التہذیب ص۱۰۹ ج ۲ (۲) فہرست ابن الندیم ص۳۱۸ ازالسنۃ قبل التدوین (۳) تقدمہ جرح وتعدیل ص۱۲۸ ازالسنۃ قبل التدوین (۴) تذکرۃ الحفاظ ص۱۹۰ (۵) تاریخ الاسلام ذہبی ص۱۱۴ ج ۵ ازالسنۃ قبل التدوین (۶) کشف الظنون ص۳۰۲ ازالسنۃ قبل التدوین

سے ایک سو چالیس (۱۴۰) حدیثیں ہوتی تھیں جن کا اسناد ایک ہی تھا، علماء کے بیانات سے ہمام کے صحیفہ کی وثاقت (وثوق) اور بڑھ جاتی ہے۔

پہلی صدی ہجری میں تدوین حدیث میں اسلامی حکومت کی سرپرستی

خلفائے اسلام کا پہلا خلیفہ جس نے تدوین حدیث کا حکم دیا

پہلی صدی ہجری ختم ہو رہی تھی اور اب تک خلفائے اسلام میں سے کسی نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جمع کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ اور تابعین حدیث نبوی کی خدمت حفظ زبانی روایت اور کتابت کے ذریعہ کرتے چلے آئے، ان کی تمام تر کوششیں انفرادی حیثیت کی حامل تھیں، خلفائے اسلام کو علمائے اسلام پر پورا بھروسہ اور اعتماد تھا کہ ان کی انفرادی خدمت بھی متحدہ طاقت کی شکل تھی کیونکہ ان سب کی مسلسل جدوجہد ایک ہی محور پر گردش کر رہی تھی یعنی حدیث نبوی کی ہر ممکن طریقہ سے خدمت، حفاظت، صیانت اور عام اشاعت اور اسی مدت میں قرآن کریم کی اشاعت بھی کافی ہو چکی تھی اور عام و خاص، قریب اور بعید کے مسلمانوں میں قرآن کے متعلق کوئی اختلاف نہیں پیدا ہوا، لوگوں کے دلوں میں اس قدر قرآن جاگزین ہو گیا تھا اور اتنی بڑی تعداد میں حفاظ قرآن ملک اسلامی کے ہر گوشہ میں پیدا ہو گئے تھے کہ قرآن کی ایک مختصر آیت بھی کوئی سنتا تو وہ سنتے ہی پہچان جاتا تھا کہ یہ قرآن کی آیت ہے جیسا کہ چودہ صدی گذرنے کے بعد بھی یہی حال ہے اور اس میں کسی کو کبھی شک نہیں پیدا ہوا اور نہ اب ہوتا ہے۔

صحابہ اور تابعین میں دو خیال کے لوگ تھے، ایک جماعت حدیث کو صرف حفظ کرکے زبانی یاد رکھتی اور اپنے حافظے سے زبانی روایت کرتی تھی، اور کتابت حدیث سے گریز کرتی تھی کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء وفات سے چند سال پہلے تک یہی تھا کہ حدیث لکھی نہ جائے بلکہ حفظ کرکے زبانی روایت کی جائے تاکہ قرآن کریم کی اشاعت پہلے مکمل طور سے ہو جائے اور حدیث سے کسی قسم کا التباس اور اشتباہ نہ ہونے پائے۔

صحابہ کی دوسری جماعت جس نے عہد نبوت کے آخری برسوں میں کتابت حدیث کی اباحت ہو جانے پر حدیث کی زبانی روایت کے ساتھ ساتھ حدیث کو لکھنا اور لکھوانا بھی شروع کر دیا تھا، اور صحابہ کی طرح ان کے تلامذہ (شاگرد) بھی ان دونوں خیال کے تھے یعنی زبانی روایت اور کتابی روایت کے ماننے والے تھے صحابہ اور تابعین کے لکھنے والی جماعت کی وجہ سے حدیث کے مکتوبہ اجزاء کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا مگر یہ ذخیرہ منتشر اور مختلف اہل علم محدثین کے پاس تھا ان سب منتشر مکتوبہ اجزاء کو اکٹھا کرنے اور ان کو باقاعدہ سرکاری طور پر سرکاری اخراجات سے شائع کرنے کا خیال سب سے پہلے

حضرت عمر بن عبد العزیز (۶۱ - ۱۰۱ھ) کو ہوا جو خلیفہ راشد خامس یعنی خلفائے راشدین کے پانچویں خلیفۂ راشد کہے جاتے ہیں، وہ ۹۹ ہجری میں تخت خلافت پر فائز کئے گئے اور وہ خود بھی بڑے محدث تھے، علمی فضا میں تعلیم اور پرورش پائی تھی، علمائے محدثین سے تعلقات رکھتے تھے اور نہایت متدین اور خلفائے راشدین کے نمونہ پر تھے، جناب والا نے اپنی روشن فکر و نظر سے حدیث نبوی کی صورت حال کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ تمام صحابہ اور بکثرت تابعین جو حدیث کے حاملین میں سے تھے وفات پاچکے ہیں اور اہل اہواء اور اہل بدعت نیز سیاسی و مذہبی جماعتوں اور فرقوں نے اپنے اپنے منشا اور مقصد کو پورا کرنے کے لئے حدیثیں کثرت سے وضع کرلی ہیں اور کر رہے ہیں، اور عرب و عجم کے اختلاط اور باہمی ازدواج سے جو نئی نسل نمودار ہوئی ہے وہ حفظ و ضبط حدیث میں خالص عربوں کے حفظ و ضبط کے مقابلے میں کمزور واقع ہوئی ہے، ان حالات کے پیش نظر آپ نے حدیث نبوی کی تدوین کا مصمم ارادہ فرمایا، آپ کے زمانے میں جو اکابر تابعین تھے وہ حدیث کی کتابت کو مباح سمجھتے تھے ورنہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے لئے یہ غیر ممکن بات تھی کہ علمائے اسلام حدیث کی کتابت کے مخالف ہوں اور وہ ان کی مخالفت کر کے حدیث کی کتابت کرائیں، اس وقت علمائے اسلام اگر کتابت حدیث کے مخالف ہوتے تو وہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے خیال اور مساعی کی تائید نہ کرتے جبکہ علمائے اسلام نے ہمہ تن حضرت عمر بن عبد العزیز کی دعوت کو لبیک کہا اور اس امر میں آپ کی ہر طرح سے مدد کی خصوصاً اس زمانے میں سیاسی اختلافات کی وجہ سے جھوٹی حدیثوں کے بنانے کی جو مہم تیزی سے جاری تھی اس کی کاٹ کے لئے علمائے اسلام بہت زیادہ آمادہ تھے اور انفرادی طور پر صحیح احادیث لکھ کے اور لکھوا کے اشاعت حدیث میں مصروف تھے، اسلامی حکومت کی طرف سے جو غیبی آواز بلند ہوئی تو علمائے اسلام کے حوصلے اور بڑھ گئے، چنانچہ ابن شہاب زہری کے بھائی کا بیان ہے کہ میں نے ابن شہاب زہری سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر مشرق (سمت عراق) کی طرف سے ایسی حدیثیں نہیں آتیں جن کے ہم سب منکر ہیں تو میں حدیث نہیں لکھتا اور نہ اس کی کتابت کی اجازت دیتا (۱)

امام زہری کی یہ رائے اس زمانے کے اکثر علماء کی رائے کے موافق تھی کیونکہ ان علمائے اسلام کو جس قدر حدیث کے ضائع نہ ہونے کا خیال تھا اسی قدر حدیث کو کذب اور وضع سے بچانے کا بھی خیال تھا ان دو بڑے عوامل نے علماء کو خدمت حدیث اور کتابت حدیث پر آمادہ کر دیا اور ان ہی عوامل نے خلیفہ عمر بن عبد العزیز کو سرکاری طور پر حدیث کے جمع کرنے، لکھوانے اور اس کی اشاعت پر مستعد اور تیار کر دیا، چنانچہ آپ نے اپنی مملکت اسلامیہ کے تمام علاقوں

(۱) تقیید العلم صد ۱۰۷ از السنۃ قبل التدوین

کے عاملوں (کارندوں) کے نام حکمنامہ بھیجا۔ ابو نعیم نے تاریخ اصفہان میں لکھا ہے۔

ان عمر بن عبد العزیز کتب الی اھل الآفاق انظروا الی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجمعوہ (۱)

حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے ممالک محروسہ میں یہ فرمان بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی نگرانی کرو اور اس کو جمع کرو۔

اور اہل مدینہ کے نام یہ حکمنامہ بھیجا:۔

انظروا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکتبوہ فانی خفت دروس العلم و ذھاب اھلہ (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو دیکھو اور اس کو لکھو۔ مجھے علم (حدیث) کے مٹنے اور حدیث کے جاننے والوں کے چلے جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔

اور مدینہ کے حاکم (جو محدث بھی تھے) ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم (۔ ۱۱۷ھ) کے نام یہ حکمنامہ بھیجا۔

أکتب الی بما ثبت عندک من الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بحدیث عمرۃ فانی خشیت دروس العلم و ذھابہ (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث تمہارے نزدیک ثابت ہو چکی ہو اُسے لکھ کے میرے پاس بھیجو اور عمرہ (تابعیہ) کی حدیث بھی بھیجو کیونکہ مجھے علم (حدیث) کے مٹنے اور اس کے جاننے والوں کے چلے جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے حاکم مدینہ قاضی ابوبکر موصوف کو یہ بھی لکھا تھا۔

ان یکتب لی العلم من عند عمرۃ بنت عبد الرحمن (۔ ۹۸ھ) والقاسم بن محمد (۔ ۱۰۷ھ) فکتب لہ (۴)

عمر بن عبد العزیز کے لئے عمرۃ بنت عبد الرحمن (۔ ۹۸ھ) اور قاسم بن محمد (۔ ۱۰۷ھ) سے حدیث لکھ کے بھیجو چنانچہ حاکم مدینہ نے ان دونوں کی حدیث خلیفہ کے لئے لکھوائی۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے یہ حکمنامہ بھیجا۔

(فانی خفت دروس العلم و ذھاب العلماء ولا تقبل الا حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولیفشوا العلم ولیجلسوا

بیشک مجھے علم (حدیث) کے مٹنے اور علماء کے چلے جانے کا خوف پیدا ہو گیا ہے اور تم وہی حدیث قبول کرنا جو

---

(۱) تقیید العلم ص ۱۰۸، از السنۃ قبل التدوین (۲) فتح الباری ص ۱۹۴، ۲۰ از السنۃ قبل التدوین (۳) سنن الدارمی ص ۱۲۶ ج ۱ از السنۃ قبل التدوین (۴) تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۶ ج ۱ از السنۃ قبل التدوین

حتی یعلم من لا یعلم فان العلم لا یھلک حتی یکون سرا (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور لوگوں کو چاہئے کہ وہ علم (حدیث) کی اشاعت کریں اور اس کے لئے مجلسیں منعقد کریں تاکہ حدیث کو نہ جاننے والا اس کو جان لے، بیشک علم اس وقت ختم ہوتا ہے جب کہ وہ پوشیدہ حالت میں رہے۔

نیز حضرت عمر بن عبد العزیز نے ابن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) اور دوسرے علماء کو سنن کے جمع کرنے کا حکم دیا (۲) اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے پورے ممالک محروسہ میں ذمہ دار لوگوں کو سنت کی تعلیم اور اس کے احیاء اور اہل علم کی حوصلہ افزائی کے لئے حکم نامے بھیجے، حکم بن عمار کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن عبد العزیز کے حکم نامے کا مضمون سنا وہ یہ تھا۔

اما بعد فأمر اھل العلم ان ینشروا فی مساجدھم فان السنۃ کانت قد امیتت (۳)

اما بعد، اہل علم کو حکم دو کہ وہ اپنی اپنی مسجدوں میں علم (حدیث) کی اشاعت کریں، کیونکہ سنت تقریباً مردہ ہو چکی ہے

نیز حضرت عمر بن عبد العزیز نے یہ تحریر فرمایا۔

انہ لا رأی لاحد فی کتاب، وانما رأی الائمۃ فیما لم ینزل فیہ کتاب ولم تمض بہ سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا رأی لاحد فی سنۃ سنھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۴)

کسی کو اللہ کی کتاب میں رائے دینے کا حق نہیں ہے آئمہ کی رائیں اسی چیز میں مقبول ہوں گی جس میں کتاب اللہ میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا ہو اور نہ اس میں سنت کا کوئی فیصلہ ہو اور اس سنت میں بھی کسی کی رائے مقبول نہیں ہو گی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نافذ کر دیا ہے۔

اخبار سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر بن العزیز حدیث کے احیاء اور اشاعت کے لئے علماء کی مجلسوں میں شریک ہوتے اور جمع شدہ احادیث کے مناقشے میں حصہ لیتے تھے جیسا کہ ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان القرشی کا بیان ہے کہ

رأیت عمر بن عبد العزیز جمع الفقھاء فجمعوا لہ اشیاء من السنن فاذا جاء الشیئ الذی لیس العمل علیہ قال ھذہ

عمر بن العزیز کو میں نے دیکھا کہ انہوں نے فقہاء کو جمع کیا ان لوگوں نے سنن کی کچھ احادیث فراہم کی تھیں اگر اس میں کوئی ایسی

---

(۱) فتح الباری ص ۲۰۰ ج ۱ از السنۃ قبل التدوین (۲) جامع بیان العلم وفضلہ ص ۷۶، ج ۱ از السنۃ قبل التدوین (۳) المحدث الفاصل ص ۵۸۲ از السنۃ قبل التدوین (۴) سنن الدارمی ص ۱۱۶ ج ۱ از السنۃ قبل التدوین۔

نہ یادہ تر لیس العمل علیہا (۱) یہ چیز ہوتی جس پر عمل نہیں ہوتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ یہ زیادہ ہے اس پر عمل نہیں ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے تدوین حدیثؐ کے سلسلے میں تمام اکابر تابعین، علماء اور فقہائے اسلام سے تعاون حاصل کیا اس بارے میں جناب والا نے جن اہم شخصیات سے استفادہ کی کوشش کی وہ یہ تھے۔

۱۔ ابوبکر بن حزم: یہ مدینہ منورہ کے حاکم، قاضی اور موسم حج کے سربراہ تھے، اپنے زمانے کے علماء میں علم و فضل کے لحاظ سے بلند مقام رکھتے تھے، امام مالک بن انسؓ کا بیان ہے کہ ابوبکر بن حزم کے جیسا شخص میں نے کسی کو نہیں دیکھا، بڑی مروت والے اور بہترین حالت کے آدمی تھے اور ہمارے نزدیک مدینہ میں علم قضا کا رکھنے والا ابوبکر بن حزم کے جیسا کوئی نہیں ہے (۲)

ابوبکر بن حزم کے دادا عمرو بن حزم جلیل القدر صحابی اور بحرین کے حاکم تھے انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الصدقہ لکھوائی تھی یہ وہ صحیفے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ابوبکر بن حزم کو حدیث جمع کرنے کے لئے لکھا اور یہ ہدایت کی کہ عمرۃ بنت عبد الرحمٰن کی حدیث بھی لکھ کر بھیجیں جن کا کچھ عرصہ پہلے انتقال ہو چکا تھا، خیال کیا جاتا ہے کہ قاضی مدینہ ابوبکر بن حزم حسب ہدایت اپنی جمع کردہ حدیثیں روانہ کرنے والے تھے کہ خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی وفات کی خبر انہیں ملی اس لئے انہوں نے حدیثیں نہیں روانہ کیں۔

۲۔ عمرۃ بنت عبد الرحمٰن (م ۹۸ھ) ابوبکر بن حزم حاکم و قاضی مدینہ جن کا وصف اوپر بیان کیا گیا ہے اُن کی خالہ تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی سرپرستی میں تعلیم اور تربیت حاصل کی تھی اثبت تابعین میں ان کا شمار تھا حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے سربر آرائے خلافت ہونے سے کچھ ہی پہلے وفات پا چکی تھیں۔ بعض روایت میں سنہ ۱۰۲ھ اور بعض روایت میں ہے کہ سنہ ۱۰۱ ہجری میں عمرۃ کی وفات ہوئی۔

۳۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق (۳۷ - ۱۰۷ھ) حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے تھے، بچپن میں باپ کے قتل ہو جانے سے یتیم ہو گئے، حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنے یتیم بھتیجے کو اپنے آغوش تربیت میں لیا اور علم و عمل صالح سے انہیں بلند رتبہ پر پہونچایا یہ اپنے زمانے کے بڑے عالم اور مدینے کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک تھے، مشہور محدث سفیان ابن عیینہ کا بیان ہے کہ حدیث عائشہؓ کے جاننے والوں میں اعلم الناس (زیادہ علم رکھنے والے) تین ہیں قاسم بن محمد، عروۃ بن زبیر اور عمرۃ بنت عبد الرحمٰن۔

---

(۱) قبول الاخبار ص ۳۰ از السنۃ قبل التدوین (۲) تہذیب التہذیب ص ۳۹ ج ۱۲ از السنۃ قبل التدوین

۴۔ ابن شہاب زہری رحمہ کا نام ابوبکر محمد بن مسلم ہے ا بہت قوی الحافظہ تھے، اسّی دنوں میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا، اپنے زمانے کے اعلام میں سے تھے، طلب علم کے زمانہ میں سنن اور صحابہ کے فیصلے لکھ لیا کرتے تھے، ابوالزناد کا بیان ہے کہ ہم صرف حلال اور حرام کے مسائل لکھا کرتے تھے اور زہری جو کچھ سنتے تھے اُسے لکھ لیتے تھے جب امام زہری کی ضرورت پیش آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ اعلم الناس (لوگوں میں زیادہ علم رکھنے والوں) میں سے ہیں (۱) اور امام زہری کے متعلق امام مالک فرماتے ہیں:۔

قال الامام مالک: کان الزہری اذا دخل المدینة لم یحدث بها احد من العلماء حتی یخرج منها، وادرکت بالمدینة مشائخ ابناء سبعین وثمانین لا یؤخذ عنهم ویقدم ابن شہاب وهو دونهم فی السن فیزدحم علیه وکان یقول: بقی ابن شہاب وماله فی الدنیا نظیر (۲)

امام مالک فرماتے ہیں: زہری جب مدینہ میں آتے تھے تو کوئی عالم وہاں اس وقت تک حدیث نہیں بیان کرتا جب تک زہری وہاں سے چلے نہ جاتے، میں نے مدینہ میں ستر اور اسّی برس کی عمر والے مشائخ کا یہ حال دیکھا کہ طلبہ اُن سے علم نہیں حاصل کرتے بلکہ ابن شہاب زہری کو پیش نظر رکھتے تھے حالانکہ زہری عمر میں اُن مشائخ سے چھوٹے تھے، زہری کے پاس طلبہ کی بھیڑ لگی رہتی تھی، نیز امام مالک کا بیان ہے کہ اب ابن شہاب باقی رہ گئے ہیں ان کی نظیر دنیا میں کوئی نہیں ہے۔

وقال اللیث بن سعد: ما رأیت عالما قط اجمع من ابن شہاب

لیث بن سعد کا بیان ہے ابن شہاب سے بڑھ کے جامع عالم میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

وقال عمر بن عبد العزیز لجلسائه تأتون ابن شہاب قالوا نا نفعل قال فأتوه فانه لم یبق احد اعلم بسنة ماضیة منه قال الراوی والحسن ونظراؤه یومئذ احیاء

خلیفہ عمر بن العزیز نے اپنے ہم نشینوں سے دریافت کیا کیا آپ لوگ ابن شہاب زہری کے پاس جاتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اب جائیں گے، حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا آپ حضرات اُن کے پاس ضرور جائیں۔ اب دنیا میں کوئی بھی سنت مسنونہ کا جاننے والا زہری کے سوا

---

(۱) جامع بیان العلم وفضلہ ص ۳ ج ۱ از السنۃ قبل التدوین (۲) تقدمۃ المعرفۃ لکتاب الجرح والتعدیل ص ۲۰ از السنۃ قبل التدوین

باقی نہیں رہا ہے، راوی کا بیان ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بیان اس وقت کا ہے جبکہ حسن بصری اور ان کے مماثل علماء زندہ تھے (حضرت حسن بصری کی وفات ۱۱۰ھ میں واقع ہوئی ہے (مولف)

خلاصہ یہ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ۹۹ھ ہجری میں برسر اقتدار آئے تھے اور ۱۰۱ھ ہجری میں وفات پا گئے، دو سال پانچ ماہ کی مختصر مدت میں انہوں نے تدوین حدیث کی خدمت کو سرکاری طور پر حکومت کی مالی اور انتظامی مدد سے نہایت حزم و احتیاط، خلوص و انہماک اور مذہبی جذبے کے ساتھ انجام دیا اور ان کی دعوت تدوین حدیث پر علمائے اسلام میں سے جس نے سبقت کی وہ امام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب زہری مدنی تھے

سرکاری حکم سے امام زُہری اول مدون حدیث تھے

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تدوین حدیث کی اہم خدمت کے لئے امام ابن شہاب زُہری کو مامور کیا، چنانچہ امام زُہری کا بیان ہے۔

امرنا عمر بن عبدالعزیز بجمع السنن فکتبنا ها دفترا دفترا فبعث الیٰ ارض له علیها سلطان دفترا (۱)

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے سنن کو جمع کرنے کے لئے ہمیں مامور کیا، ہم نے سنن کو دفتر دفتر کر کے لکھا اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنی قلمرو میں جہاں اُن کی فرمانروائی تھی ایک ایک دفتر بھیج دیا۔

اسی بناء پر اہل تاریخ اور علمائے اسلام کا خیال ہے کہ

اول من دوّن العلم ابن شہاب (۲)

سب سے پہلے علم (حدیث) کو جس نے مدّون کیا وہ ابن شہاب زُہری تھے۔

یہی وجہ تھی کہ ابن شہاب فخر سے کہتے تھے۔

لم یدون هذا العلم احد قبل تدوینی (۳)

اس علم (حدیث) کو میری تدوین سے پہلے کسی نے مدّون نہیں کیا۔

---

(۱) جامع بیان العلم وفضلہ ص ۷۶ ج ۱ از السنۃ قبل التدوین (۲) جامع بیان العلم وفضلہ ص ۷۶ ج ۱ از السنۃ قبل التدوین (۳) تدریب الراوی ص ۴۰ از السنۃ قبل التدوین۔

اور علمائے حدیث بھی حضرت عمر بن عبد العزیز کی تدوین حدیث کو پہلی تدوین حدیث قرار دیتے ہیں اور اپنی تصانیف میں اس کا اس طرح ذکر کرتے ہیں۔

واما ابتداء تدوین الحدیث فانه وقع علی راس المائة فی خلافة عمر بن عبد العزیز

تدوین حدیث کی ابتداء عمر بن عبد العزیز کی خلافت کے زمانے میں پہلی صدی ہجری کے اختتام پر ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب فتح الباری باب کتاب العلم میں لکھتے ہیں:۔

قال العلماء: وکرہ جماعۃ من الصحابۃ والتابعین کتابۃ الحدیث واستحبوا ان یوخذ منھم حفظا کما اخذوہ حفظا لکن لما قصرت الھمم وخشی الائمۃ ضیاع العلم دونوہ واول من دون الحدیث ابن شھاب الزھری علی راس المائۃ بامر عمر بن عبد العزیز ثم کثر التدوین ثم التصنیف وحصل بذلک خیر کثیر والحمد للہ۔

علماء کا کہنا ہے کہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے حدیث کی کتابت سے کراہت کی اور اسی کو اچھا جانا کہ جس طرح سے انہوں نے حدیث کو زبانی یاد کر کے حاصل کیا ہے اسی طرح سے اُن سے بھی زبانی حدیث حاصل کی جائے۔ لیکن ہمتیں پست ہو گئیں اور آئمہ حدیث کو حدیث کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے اس کو مدوّن کیا اور سب سے پہلے جس نے حدیث کی تدوین کی وہ ابن شہاب زہری تھے جنہوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے حکم سے پہلی صدی کے اختتام پر حدیث کو مدّون کیا پھر حدیث کی تدوین کی کثرت ہونے لگی اس کے بعد ہی تصنیف کا سلسلہ شروع ہو گیا، اس سے خیر کثیر حاصل ہوا، اللہ کا شکر ہے۔

یہ درحقیقت سرکاری طور پر تدوین حدیث کی ابتدائی خدمت تھی ورنہ اس سے پہلے انفرادی طور پر عہد نبوت اور عہد صحابہ و تابعین میں حدیث کے حفظ کرنے، پڑھنے پڑھانے اور حدیث کو قلمبند کرنے اور روایت کے ذریعہ نشر و اشاعت کرنے کا سلسلہ برابر جاری رہا تھا، جس کی تفصیلات اس کتاب کے اولین صفحات میں پیش کی جا چکی ہیں۔ حدیث کی روایت، حفظ اور کتابت کے متعلق جو کچھ اب تک بیان کیا گیا ہے اس کا تعلق پہلی صدی ہجری کے اختتام تک ہے۔ دوسری صدی اور بعد کی صدیوں میں حدیث نبوی کی جو خدمات انجام دی گئی ہیں اُن کے بیان کرنے سے پہلے ضروری اور اہم مباحث پر روشنی ڈالی جائے گی تاکہ حدیث نبوی کے متعلق تاریخی معلومات سامنے آجائیں۔ وما توفیقی الا باللہ العظیم

صحابی کی تعریف

عربی لغت میں لفظ صحابی صحبت سے مشتق ہے۔ جس کے لئے صحبت کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں ہے۔ خواہ صحبت کم ہو یا زیادہ ہو، جیسے ضارب اور مخاطب پہلا لفظ ضرب سے اور دوسرا مخاطبت سے مشتق ہے ہر مارنے والے کو ضارب کہیں گے خواہ مار ایک ہی دفعہ اور تھوڑی ہی ہوئی ہو، اور ہر خطاب کرنے والے کو مخاطب کہیں گے اگرچہ خطاب ایک ہی بار ہی ہو، صحابی کی جمع صحابہ اور اصحاب ہے، صحابی کو صاحب بھی کہتے ہیں، قرآن مجید میں رفیق غار حضرت صدیق اکبرؓ کو صاحب کہا گیا ہے قولہ تعالیٰ

اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا

پ ۱۰ سورۃ التوبہ رکوع ۶

جبکہ اللہ کے رسول اپنے صاحب (صحابی) سے کہہ رہے تھے غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

صحابی کی تعریف محدثین کے نزدیک

امام بخاری نے اپنی صحیح میں صحابی کی اس طرح تعریف کی ہے:۔

من صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او رآہ من المسلمین فھو من اصحابہ

مسلمانوں میں سے جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی یا جس کسی نے آپ کو دیکھا وہ آپ کا صحابی ہے۔

مقدمہ ابن الصلاح میں صحابی کی جو تعریف کی گئی ہے وہ یہ ہے:۔

اصحاب الحدیث یطلقون اسم الصحابۃ علی کل من روی عنہ حدیثا اوکلمۃ، ویتوسعون حتی لیعدون من رآہ رویۃ من الصحابۃ، وھذا لشرف منزلۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطوا کل من رآہ حکم الصحابۃ

اصحاب حدیث ہر اس شخص پر صحابی کا اطلاق کرتے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث یا ایک لفظ بھی روایت کیا، اور اس تعریف میں وسعت دے کر اس شخص کو بھی صحابی میں شمار کرتے ہیں جس نے آپ کو دیکھا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کے شرف کی وجہ سے آپ کے دیکھنے والے کو انہوں نے صحابی کا حکم لگایا ہے۔

اور حافظ ابن حجر کا قول ہے:۔

اصح ما وقفت علیہ من ذلک ان الصحابی: من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنا بہ ومات علی الاسلام

صحابی کی زیادہ صحیح تعریف جس کی مجھے واقفیت حاصل ہوئی ہے یہ ہے جس شخص کو ایمان کی حالت میں نبی صلی اللہ

فيدخل فيمن لقيه من طالت مجالسته او قصرت، ومن روى عنه او لم يرو، ومن غزا معه او لم يغز، ومن رآه رؤية ولم يجالسه، ومن لم يره لعارض كالعمى

علیہ وسلم سے تھا (ملاقات) حاصل ہوا اور اسلام کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی ہو۔ اس تعریف میں وہ شخص بھی داخل ہو جاتا ہے جس کی صحبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ ہو یا کم ہو اور جس نے آپ سے روایت کی ہو یا نہ کی ہو اور آپ کے ساتھ غزوہ میں شرکت کی ہو یا نہ کی ہو اور جس نے آپ کو کسی عارضہ کی وجہ سے مثلاً نابینا ہونے کی وجہ سے نہ دیکھا ہو۔

صحابہ کی تعریف میں جمہور کی رائے بھی یہی ہے۔

صحابہ کے طبقات

بعض صحابہ نے اسلام لانے میں سبقت کی اور مکہ میں ظہور اسلام کے بعد ہی ایمان لائے، بعض نے ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام قبول کیا۔ بعض صحابہ کو صحبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف زیادہ حاصل ہوا اور بعض کو کم، اور بعض صرف حجۃ الوداع میں رویت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے اس لحاظ سے اور دوسری خصوصیات کی وجہ سے اصحاب حدیث نے صحابہ کے کئی طبقات قرار دئیے ہیں ابن سعد نے پانچ طبقات قرار دئیے ہیں اور امام حاکم نے بارہ طبقات بتائے ہیں، یہاں حاکم کے بیان کے مطابق جو کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں مذکور ہے صحابہ کے بارہ طبقات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ پہلا طبقہ: اس میں وہ صحابہ داخل ہیں جنہوں نے مکہ میں اسلام لانے میں سبقت کی جیسے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ نابالغین میں سب سے پہلے حضرت علیؓ اور بالغین مردوں میں حضرت ابوبکرؓ ایمان لائے، عمرو بن عبسہ کی حدیث ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ عبسۃ

یا رسول اللہ! من تبعک علی هذا الامر؟ قال: حر وعبد واذا معه ابو بكر وبلال رضی اللہ عنهما

یا رسول اللہ! اسلام لا کر آپ کی اتباع کس نے کی؟ آپ نے فرمایا ایک آزاد شخص اور ایک غلام اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکرؓ اور بلالؓ تھے

۲۔ دوسرا طبقہ: اس میں دار الندوۃ کے اصحاب داخل ہیں اس لئے کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے اس وقت انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آمادہ کیا کہ آپ دار الندوۃ تشریف لے چلیں، یہاں دار الندوۃ میں اہل مکہ کی ایک جماعت اسلام لائی۔

۳۔ تیسرا طبقہ: وہ ہے جو اسلام لانے کے بعد ملک حبشہ ہجرت کر کے چلا گیا تھا۔

۴۔ چوتھا طبقہ: اس میں وہ صحابہ داخل ہیں جو عقبہ اولیٰ کے پاس اسلام لائے اسی بنا پر اُن کو عقبی کہا جاتا ہے۔

۵۔ پانچواں طبقہ: اس میں عقبہ ثانیہ کے اصحاب شریک ہیں اس میں اکثریت انصار کی ہے۔

۶۔ چھٹا طبقہ: اس میں وہ اول مہاجرین داخل ہیں جو ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے تھے۔ جس وقت آپ قبا میں تشریف فرما تھے، اور مدینہ میں ہنوز تشریف نہیں لے گئے تھے، اور مسجد نبوی بھی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔

۷۔ ساتواں طبقہ: اہل بدر کا ہے، جن کی شان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لعل اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم	اللہ تعالیٰ اہل بدر کے حال سے مطلع ہے اس کا ارشاد ہے اے اہل بدر جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

۸۔ آٹھواں طبقہ: اسی میں مہاجرین کا وہ گروہ داخل ہے جو معرکۂ بدر اور صلح حدیبیہ کے درمیانی زمانے میں اسلام لایا۔

۹۔ نواں طبقہ: اس میں بیعت رضوان والے لوگ داخل ہیں جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔ پ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۱۸	اللہ ان ایمان والوں سے راضی ہے جو درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے ہیں۔

یہ بیعت رضوان حدیبیہ میں ہوئی تھی جبکہ کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور بعد ازاں کفار قریش نے اس بات پر آپ سے صلح کر لی کہ آئندہ سال آپ عمرہ ادا فرمائیں، حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام تھا جس کے پاس ایک درخت تھا اسی درخت کے نیچے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے بیعت لی تھی جسے بیعت رضوان کہتے ہیں بعد کو یہ درخت سیلابوں کی نذر ہو گیا اور اس کا نشان باقی نہ رہا، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ درخت منیٰ اور مکہ کے درمیان میں تھا وہ بالکل غلط ہے

۱۰۔ دسواں طبقہ: اس طبقہ میں وہ مہاجرین شریک ہیں جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کی درمیانی مدت میں اسلام لائے جن میں خالد بن الولید، عمرو بن العاص اور ابوہریرۃ اور دوسرے بکثرت لوگ داخل ہیں کیونکہ واقعہ حدیبیہ کے بعد خیبر فتح ہوا، جس میں مال غنیمت بہت حاصل ہوا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں غنیمت کا مال تقسیم کرنے لگے تو ہر طرف سے آپ کے پاس مہاجرین آئے، آپ نے سب کو مال دے کر نوازا۔

۱۱۔ گیارہواں طبقہ: اس طبقہ میں وہ مسلمان شریک ہیں جو فتح مکہ کے روز اسلام لائے تھے اس میں قریش کی ایک جماعت داخل ہے خواہ وہ خوشدلی سے ایمان لائے ہو یا تلوار کے خوف سے۔ ان کے دلوں کا حال اللہ ہی زیادہ

جانتا ہے۔

۱۲۔ بارہواں طبقہ: وہ اطفال ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ اور حجۃ الوداع وغیرہ مواقع پر دیکھا تھا ان کا شمار بھی صحابہ میں ہے ان میں سائب بن یزید، اور عبداللہ بن ثعلبہ بن ابی صُعیر داخل ہیں۔ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے ان دونوں کو دعائیں دیں، ان دونوں کے علاوہ ابوالطفیل عامر بن واثلہ اور ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ بھی ہیں ان دونوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت طواف اور زمزم کے مقام پر دیکھا تھا اور ان سے روایت ہے جو صحیح تسلیم کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لا ھجرۃ بعد الفتح وانما ھو جھاد و نیّۃ — فتح مکہ کے بعد ہجرت موقوف ہو گئی ہے اب ہجرت کرنے والوں کو صرف جہاد اور نیت کا ثواب ملے گا۔

صحابہ کی صحابی اولاد اور صحابی برادران و ہمشیرگان جو حدیث کے راوی ہیں

اس علم میں ابوالعباس سراج کی کتاب مشہور ہے:

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت اسماءؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ صحابی ہیں (حضرت اسماءؓ حضرت عائشہؓ کی علاتی (سوتیلی) بہن ہیں اور حضرت عبدالرحمٰن حضرت عائشہؓ کے حقیقی بھائی ہیں مولف)

حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد میں اُم المومنین حضرت حفصہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھائی بہن ہیں اور صحابی ہیں۔

حضرت عثمان غنیؓ کی اولاد میں کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی سماعت نہیں کی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ دونوں بھائی اور صحابی ہیں۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب کی اولاد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ دونوں بھائی اور صحابی ہیں۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد کی اولاد میں عمر بن ابوسلمہ اور زینب بنت ابوسلمہ بھائی بہن اور صحابی ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہؓ کی اولاد میں قیس بن سعد اور سعید بن سعد دونوں بھائی ہیں اور صحابی ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب بن نفیل اور حضرت زید بن الخطاب بن نفیل دونوں بھائی اور صحابی ہیں (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت جعفر اور حضرت عقیل تینوں بھائی ہیں اور صحابی ہیں۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کے خاندان میں ایک دوسرے زید بھی ہیں وہ زید بن عمرو بن نفیل ہیں جن کے فرزند حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ہیں جو عشرہ مبشرہ صحابیوں میں سے ہیں اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے بہنوئی ہیں۔ مولف)

صحابہ عشرہ مبشرہ کی عمریں اور تاریخ وفات

سب سے پہلے تبرکاً حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور عمر شریف کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں تولد ہوئے (یعنی جس سال شاہ ابرہہ نے ملک یمن سے ہاتھی لے کر مکہ پر چڑھائی کی تھی) بعثت کے وقت آپ کی عمر شریف چالیس سال کی تھی اور مدینہ منورہ میں دس سال اقامت کی بعثت کے بعد مکہ میں آپ کی اقامت کے متعلق اختلاف ہے کسی نے دس سال کسی نے بارہ سال اور کسی نے تیرہ سال اور کسی نے پندرہ سال بتلائے ہیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف میں یہی نکتہ اختلاف ہے (لیکن زیادہ ترجیح اس رائے کو ہے کہ آپ نے بعثت کے بعد تیرہ سال تک مکہ میں اقامت فرمائی ہے، اسی بنا پر آپ کی عمر شریف تریسٹھ سال کی ہوتی ہے۔ مؤلف)

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات بماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳ھ ہجری میں ہوئی اس وقت ان کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔

۲۔ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت بماہ ذوالحجہ سنہ ۲۳ھ (تیئیس) ہجری میں ہوئی، آپ کی عمر میں اختلاف ہے کسی نے پچپن سال، کسی نے ساٹھ سال (۶۰) اور کسی نے پینسٹھ (۶۵) سال بتائے ہیں، اکثریت کی رائے ساٹھ سال کی ہے (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبریں سبز گنبد والے روضہ مبارک میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے ایک ہی پہلو میں واقع ہیں۔ مؤلف)

۳۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا واقعہ بماہ ذوالحجہ سنہ ۳۵ھ (پینتیس) ہجری میں پیش آیا اس وقت آپ کی عمر بیاسی سال کی تھی (آپ کی قبر مبارک جنت البقیع کے قبرستان میں ہے جو مسجد نبوی سے تھوڑے فاصلے پر ہے اسلام سے پہلے اس مقام کا نام بقیع الغرقد تھا جو کسی زمانے میں یہاں جنگل تھا اسلام کے بعد اس قبرستان کا نام جنت البقیع ہوگیا)

۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سترھویں رمضان المبارک کی شب جمعہ کو سنہ ۴۰ھ (چالیس) ہجری میں شہید کئے گئے آپ کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال کی تھی (آپ کا مزار مبارک نجف اشرف میں ہے، جیسا کہ مشہور ہے، مگر علامہ ابن تیمیہ اپنے مختصر فتاویٰ مصریہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کوفہ میں مدفون ہیں آپ کی قبر کوفہ کے قصر امارہ میں بنائی گئی اور پوشیدہ رکھی گئی تھی تاکہ خوارج جو آپ کے دشمن تھے قبر کھود کر نعش نہ لے جائیں۔ مؤلف)

۵۔۶۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ دونوں جنگ جمل کے روز بماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۳۶ھ (چھتیس) ہجری میں شہید کئے گئے، دونوں کی عمر چوسٹھ سال (۶۴) کی تھی۔

۷۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی وفات سنہ ۳۲ھ (بتیس) ہجری میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر پچھتر سال کی تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کی وفات ۵۵ھ (پچپن) ہجری میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر چوراسی سال کی تھی۔

۸۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح امین الامت کی وفات ۱۸ھ (اٹھارہ) ہجری میں ہوئی اس وقت ان کی عمر اٹھاون (۵۸) سال کی تھی۔

۹۔

۱۰۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کی وفات ۵۱ھ (اکاون) ہجری میں ہوئی اس وقت اُن کی عمر ترانوے (۹۳) سال کی تھی

یہ صحابہ عشرہ مبشرہ کی وفات کی تاریخیں تھیں، جن کے جنتی ہونے کی بشارت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم)

صغیر سن صحابہ کی سماعت حدیث

صغیر سن کی سماعت حدیث کے متعلق ہر عہد و زمانہ بلکہ ہر علاقہ ملک کا طریق عمل اور دستور مختلف رہا ہے اور زیادہ تر اس کا دارومدار طبعی حالات اور زمانہ کی ضرورت پر تھا اس بنا پر علمائے حدیث اور اہل فن کے اقوال مختلف ملتے ہیں، ایک جماعت نے سماع حدیث کے لئے ابتدائی عمر پندرہ سال مقرر کی ہے دوسری جماعت نے تیرہ سال قرار دی ہے، لیکن جمہور علماء نے اس سے کم کی بھی اجازت دی ہے۔

اہل بصرہ دس سال کی عمر میں، اہل کوفہ بیس سال میں اور اہل شام تیس سال میں حدیث کی کتابت شروع کرتے تھے اور اس سے پہلے وہ قرآن مجید حفظ کرنے اور فرائض کی تحصیل میں عمر صرف کرتے تھے۔ تابعین کے عہد میں عموماً یہ دستور تھا کہ انہیں افراد کو سماعت و کتابت حدیث کی اجازت ملتی تھی جو بلوغ کی حد کو پہنچتے تھے اور اُن میں اس کی صلاحیت پیدا ہوجاتی تھی کہ وہ علماء کے جلسوں میں شرکت کرسکیں، اور سوال و مذاکرہ کرسکیں۔

صغیر سن صحابہ جن سے حدیثیں مروی ہیں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:۔

سہل بن سعد ساعدی کو حدیثیں زبانی یاد تھیں، وہ کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ حضرت حسن رضؓ سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے ہجری سال میں پیدا ہوئے اور وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت آٹھ سال کے تھے۔ مسلمہ بن مخلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ان کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت دس سال اور بروایت دیگر چودہ سال کی تھی۔

قرہ مزنی کہتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا، میرے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پھیرا اور مجھے دعائیں دیں۔

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کہتے ہیں میں بچہ تھا ایک روز میں کھیل رہا تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے

واپس تشریف لائے میں نے آپ کا استقبال کیا آپ نے مجھے اٹھا کے اپنے سامنے بٹھالیا۔

عبداللہ بن سلام کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف رکھا اور آپ نے مجھے اپنی گود میں بٹھایا اور میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔

محمود بن ربیع کہتے ہیں کہ میری عمر پانچ سال کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول سے جو میرے گھر میں لٹک رہا تھا تھوڑا سا پانی میرے منہ پر پھینکا اور یہ واقعہ مجھے یاد ہے۔

ربیعہ بن شیبان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسنؓ سے پوچھا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات یاد ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے دوش مبارک پر اٹھایا اور مجھے لئے ہوئے ایک حجرے میں چلے گئے جو صدقہ کی چیزوں کے رکھنے کے لئے مخصوص تھا میں نے وہاں سے ایک کھجور اٹھائی اور اپنے منہ میں ڈال دی آپ نے مجھ سے فرمایا منہ سے کھجور کا لقمہ نکال کر پھینک دو کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم لوگوں کے لئے صدقہ کی چیزیں حلال نہیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر سے کسی نے پوچھا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ باتیں یاد ہیں انہوں نے جواب دیا ہاں یاد ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت عبداللہ بن زبیر کی عمر نو برس کی تھی یہ مہاجرین میں اول مولود تھے جو مدینہ میں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت نعمان بن بشیر ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے ان کے متعلق فن رجال کے بڑے امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ نعمان بن بشیر جتنی روایتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں ان میں صرف ایک حدیث کی روایت میں سمعتُ (میں نے سُنا) کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے نیچے کے راوی شعبی بھی ہیں وہ حدیث یہ ہے۔

یقول النعمان بن بشیر سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان فی الجسد مضغة	حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ جسم میں ایک لوتھڑا ہے۔

اس کے علاوہ جتنی حدیثیں نعمان بن بشیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں ان میں "سمعتُ" میں نے سُنا کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ اسی بنا پر اہل مدینہ کو انکار ہے کہ نعمان بن بشیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر روایت کی ہے، لیکن خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ جب تمام اکابر ائمہ فن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نعمان بن بشیر کی سماعت کو ثابت کیا ہے تو اس انکار کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ابوالطفیلؓ فرماتے ہیں کہ میں واقعہ اُحد کے سال پیدا ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کے آٹھ سال پائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر خانہ کعبہ کا طواف فرمایا اور آپ نے عصائے مبارک سے حجر اسود

۹۵ تہذیب ۱۰ ج تہذیب
ترمذی

کا استلام کیا، اور صفا و مروہ کا طواف بھی سواری ہی پر کیا۔

صائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بچپن ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کے ہمراہ حج کرایا گیا۔ مسور بن مخرمہؓ تقریباً آٹھ سال کے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔

مسلمہ بن مخلدؓ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں پیدا ہوا اور جب آپ کی وفات ہوئی تو میں دس سال کا تھا، ایک دوسری روایت میں ہے کہ مسلمہ بن مخلدؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں چار برس کا تھا اور جب آپ کی وفات ہوئی اس وقت میں چودہ سال کا تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں چھ برس کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد مجھ سے شادی کی اور جب میں نو سال کی ہوگئی تو مجھ سے خلوت فرمائی، اس وقت میں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں جب وہ آپؐ کو دیکھتی تھیں تو شرما کے علیحدہ ہوجاتی تھیں اکثر آپؐ باہر چلے جاتے اور سہیلیوں کو میرے پاس بھیجدیتے، بچپن کے زمانے میں جو کچھ واقعات پیش آئے اور آپ کو یاد رہے اُن کی روایت بھی کرتی تھیں۔

عمر بن ابی سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ جاتا تھا، آپ فرماتے اے لڑکے! بسم اللہ کہہ کے دائیں ہاتھ سے اپنے پاس کی چیزیں کھایا کرو، اس کے بعد سے میرے کھانے کا معمول اسی طرح ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت عمر بن ابی سلمہ کی عمر نو سال کی تھی، انہیں حدیثیں زبانی یاد تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان کی عمر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت دس سال کی تھی، بروایت دیگر پندرہ سال کی تھی، خطیب بغدادی دوسری روایت کو صحیح تر بتاتے ہیں، اور بعض روایت میں تیرہ سال کی عمر بھی بتائی گئی ہے۔

غیر صحابی صغیر سن کی روایت کا ایک مخصوص واقعہ

سفیان بن عیینہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں امام زہری کے پاس آیا اس وقت میرے کان میں سونے کا دُر پڑا ہوا تھا اور سر پر گیسو تھے انہوں نے جب مجھے دیکھا تو کہنے لگے "واسُنیة واسنیة" "اے چھوٹی عمر والے واہ واہ یہاں آؤ یہاں آؤ، میں نے اس سے زیادہ چھوٹا طالب علم نہیں دیکھا ہے۔ سفیان بن عیینہ ایک اور اپنا دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں چونکہ عربی عبارت نہایت مقفی، مسجع ہے اس لئے اُسے بھی یہاں نقل کرتا ہوں۔

يقول النضر الهلالي كنت في مجلس سفيان بن عيينة فنظر الى صبي دخل المسجد فكان اهل المسجد تهاونوا به لصغر سنه فقال سفيان كذلك كنتم من قبل فمن الله عليكم ثم قال يا نضر لو رأيتني ولي عشر سنين طولي خمسة اشبار، ووجهي كالدينار، وانا كشعلة نار، وثيابي صغار، واكمامي قصار، وذيلي بمقدار، ونعلي كآذان الفار، اختلف الى علماء الامصار، مثل الزهري وعمرو بن دينار، اجلس بينهم كالمسمار، محبرتي كالجوزة، ومقلمتي كالموزة، وقلمي كاللوزة، فاذا دخلت المجلس قالوا اوسعوا للشيخ الصغير قال ثم تبسم ابن عيينة وضحك۔

نضر ہلالی کہتے ہیں کہ میں ابن عیینہ کی مجلس میں تھا انہوں نے ایک بچے کو مسجد میں آتے ہوئے دیکھا، مسجد والوں نے کم سنی کی وجہ سے بچہ کو معمولی جانا، سفیان نے کہا تم بھی پہلے ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا، پھر سفیان نے کہا اے نضر! کاش اس وقت تم دیکھتے جب میں دس برس کا تھا، میری لمبائی پانچ بالشت کی تھی، میرا چہرہ اشرفی کی طرح چمکتا تھا اور میں انگارہ بنا ہوا تھا (چمک دمک کی وجہ سے) اور میرے کپڑے چھوٹے آستین اور دامن بھی اسی انداز سے، جوتیاں چوہے کے کان جیسی، ایسی حالت میں میں علمائے حدیث کے پاس جاتا جیسے زہری اور عمرو بن دینار عالم حدیث، ان کے پاس کیل کی مانند بیٹھتا، میری دوات اخروٹ کی جیسی قلمدان کیلے کے جیسا اور قلم بادام کی مانند جب اس طرح مجلس میں پہونچتا تو لوگ کہتے کہ اس چھوٹے شیخ کو جگہ دو، پھر سفیان ابن عیینہ مسکرا کر ہنسنے لگے

انساب کی فضیلت

انساب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی ہے، اور آپ نے اپنے صحابہ کو بھی اس علم کے حاصل کرنے کے لئے اشارہ فرمایا ہے، انساب کے معلوم رہنے سے اپنے لوگوں کی امداد کا موقع ملتا ہے، اسلام میں صلۂ رحمی کی بہت تاکید کی گئی ہے تاکہ خاندان کے افراد میں محبت و یگانگت قائم رہے اور قرابت مندوں میں اہل حاجت کو بروقت ہر قسم کی امداد مل سکے، شادی بیاہ کے تعلقات باہم قائم رہیں اور اپنی نسل کی حفاظت ہو، انساب کے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں یہاں پیش کی جاتی ہیں:۔

۱۔ عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تعلموا انسابکم تصلوا ارحامکم (۱)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اپنے نسبوں کو سیکھو تاکہ اپنے لوگوں میں صلۂ رحمی کر سکو۔

(۱) معرفۃ علوم الحدیث از حاکم نیسابوری

عن عائشہؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لحسان بن ثابت لا تعجل وآت ابا بکر الصدیق فانه اعلم قریش بانسابها حتی یلخص لک نسبی (۱)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابتؓ (شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرمایا اے حسان! جلدی نہ کرو ابو بکر صدیقؓ کے پاس جاؤ وہ قریش کے نسبوں کو سب سے زیادہ جانتے ہیں وہ تمہیں میرا نسب ملخص کر کے دیدیں گے۔

ہمارے اسلاف نے انساب کے عنوان پر مفصل نہایت شرح و بسط سے کتابیں لکھی ہیں۔ یہاں حاکم نیشا پوری کی کتاب معرفۃ علوم الحدیث سے چند صحابہ کے انساب لکھے جاتے ہیں جن کے نسب کا سلسلہ اوپر جا کے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک سے مل جاتا ہے اس بنا پر سب سے پہلے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک سے شروع کیا جاتا ہے۔

نسب مبارک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں فرمایا۔

انا (میں) محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب ابن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب ابن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار (ہوں) اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

وما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی الخیر منهما حتی خرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتهیت الی ابی وامی وانا خیرکم نسبا وخیرکم ابا صلی اللہ علیه وسلم۔

لوگ دو فرقوں میں بٹ گئے، اللہ نے مجھے ان دو میں سے بہتر فرقے میں رکھا، میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں غیر نکاح سے نہیں پیدا ہوا آدم سے لے کر میرے والد اور والدہ تک یہی نکاح کا سلسلہ جاری رہا میں نسب میں تم سے بہتر ہوں اور والد کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نسب مبارک بیان فرمایا اور خطبہ میں لوگوں سے اپنے نسب کا ذکر فرمایا۔ نسب کے لحاظ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی اصحاب میں حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم ہیں۔

---

(۱) معرفۃ علوم الحدیث از حاکم نیشا پوری۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نسب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرہ بن کعب پر، حضرت عمر بن الخطابؓ کا کعب بن لوی پر، حضرت عثمان بن عفانؓ کا عبد مناف پر اور حضرت علی بن ابی طالبؓ کا حضرت عبد المطلب پر جا کر مل جاتا ہے (جس کی وضاحت دوسری جگہ صحابہ کے حالات کے بیان میں کر دی گئی ہے)

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے نسب کا اتصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور ہے۔

اور حارث بن عبد المطلب کے بیٹے ربیعہ، عبد اللہ، عبد المطلب ثانی اور ابو سفیان ثانی اور ابولہب کے بیٹے عتبہ یہ سب صحابی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔

ابولہب کا نام عبد العزیٰ بن عبد المطلب تھا، یہ کافر ہی مرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں مشہور تھا سعید بن العاص اکبر کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبد مناف پر ملتا ہے ان کے نسب کا سلسلہ یہ ہے سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف، سعید بن العاص کے دونوں بیٹے خالد اور عمرو بھی صحابی ہیں۔ سائب بن العوام حضرت زبیرؓ کے بھائی کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قصی بن کلاب پر ملتا ہے ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ سائب بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصیؒ اور یہی سلسلۂ نسب حضرت زبیر بن العوام کا ہے، حکیم بن حزام کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قصی پر ملتا ہے، ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے حکیم بن حزام ابن خویلد ابن اسد ابن عبد العزیٰ ابن قصی، چند صحابہ کا جو نسبی تقرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اسے بطور مثال کے یہاں لکھا گیا ہے سب صحابہ کے نسب کا ذکر یہاں نہیں کیا گیا ہے۔

روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد ایک لاکھ سے اوپر تھی کتاب اصابہ میں علی بن ابی زرعۃ الرازی کے حوالے سے یہ مشہور قول منقول ہے۔

توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن رآہ وسمع منہ زیادۃ علی مائۃ الف انسان من رجل وامرأۃ کلھم قد روی عنہ سماعا او رؤیۃ (۱)

وفات پائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں کہ جن لوگوں نے آپ کو دیکھا تھا اور آپ سے آپ کی باتیں سنی تھیں ان کی تعداد ایک لاکھ انسانوں سے زیادہ تھی جن میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں جنہوں نے سن کر یا دیکھ کر آپ سے ہر ایک نے روایت کی ہے۔

---

(۱) تدوین حدیث از مولانا مناظر احسن گیلانی

اور حاکم نے اپنی کتاب مدخل ص۲ میں لکھا ہے۔

تلا روی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم من الصحابۃ اربعۃ آلاف رجل وامراۃ (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کی جماعت میں روایت کرنے والوں کی تعداد چار ہزار ہے جن میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی۔

ان دونوں بیانوں میں جو اختلاف اور تضاد ہے اس کی تطبیق اس طرح کی جا سکتی ہے کہ ابو زرعۃ نے اُن راویوں کو بھی شمار کر لیا ہے جن سے حدیث کی روایت کم سے کم ایک ہے جن کو اقلّین کا طبقہ کہتے ہیں، اس طبقہ میں بڑی اکثریت شریک ہے، اور حاکم نے اُن راویوں کا لحاظ رکھا ہے جن کی روایت کی تعداد ایک سے زیادہ ہے یعنی مکثرین، متوسطین، اور مقلین کے طبقات ہیں ان تینوں طبقات کی مجموعی تعداد بھی اقلین کی تعداد سے بہت کم ہے، اس بنا پر ابو زرعۃ نے جو ایک لاکھ سے زیادہ تعداد بتائی ہے صحیح ہے اور حاکم نے چار ہزار کی تعداد لکھی ہے وہ بھی صحیح ہے، اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایک لاکھ سے زیادہ کی تعداد کیسے معلوم ہوئی؟ جبکہ مردم شماری کا کوئی نظم نہ تھا، جواب یہ ہے، ۱۰ھ ہجری میں حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے وسیع ترمیدان میں تقریباً نوے ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان لوگ جمع ہوئے تھے ان سبھوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے فیضان اور شرف یابی حاصل کی اور آپ کے خطبۂ حجۃ الوداع کی سماعت سے بہرہ اندوز ہوئے، ان لوگوں میں سے جس جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع اور طویل خطبہ کا ایک جملہ بھی کسی دوسرے سے بیان کیا اس کی روایت مقبول شمار کی جائے گی اور یہ سب راوی صحابی کی تعریف میں داخل ہوں گے، اور یہ بات بھی قابل وثوق ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آخری زمانے میں مدینہ منورہ کی آبادی تینتیس ۳۳ ہزار افراد پر مشتمل تھی جیسا کہ تاریخوں سے ثابت ہے اور یہ پوری آبادی حجۃ الوداع میں شریک نہیں ہوئی تھی کیونکہ مدینہ میں عورتیں بچے، نوعمر اور بوڑھے بھی تھے وہ سب کے سب حجۃ الوداع میں شریک نہیں ہوئے تھے، اسی طرح شہر مکہ اور شہر طائف کے شہری اور قبائل کے بہت لوگ جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور گفتار سے مشرف ہو چکے تھے حجۃ الوداع میں شریک نہیں ہوئے تھے ان سب کی تعداد ملائی جائے تو ایک لاکھ سے زیادہ ہوتی ہے، پہلے زمانے میں مجامع کی تعداد اس طرح معلوم کی جاتی تھی کہ ایک صف اور قطار کی زمین پیمائش کر کے ایک قطار کے آدمیوں کو شمار کر لیتے تھے پھر تمام قطاروں کو گن کر ضرب دے کر حاصل ضرب معلوم کر کے مجموعی تعداد کا علم حاصل کرتے تھے، جیسا کہ محدثین کے بڑے مجمعوں میں املا کرانے

---

(۱) تدوین حدیث از مولانا مناظر احسن گیلانی۔

وقت قطاروں کی گنتی اور زمین کی پیمائش سے مجموعی تعداد معلوم کی جاتی تھی۔

صحابی کی شناخت کے ذرائع

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی معرفت اور شناخت حسب ذیل دلائل سے کی جاتی ہے۔

۱۔ خبر متواتر سے جیسے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور اصحاب عشرہ مبشرہ ہیں۔

۲۔ مشہور خبر یا اس خبر سے جو تواتر سے کم ہو کسی صحابی کا علم ہو جیسے عکاشہ بن محصن اور ضمام بن ثعلبہ ہیں۔

۳۔ کسی صحابی کی خبر دینے سے کہ وہ صحابی ہیں جیسے حممۃ بن ابی حممۃ الدوسی جن کی وفات مرض استسقاء سے شہر اصفہان میں واقع ہوئی ان کے صحابی ہونے کی شہادت حضرت ابوموسیٰ اشعری مشہور صحابی نے دی کہ حممۃ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کی تھی۔

۴۔ کوئی شخص خود خبر دے کہ وہ صحابی ہے اور اس کی عدالت ثابت ہو اور یہ معلوم ہو کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا۔

۵۔ کوئی تابعی خبر دے کہ وہ شخص صحابی ہے اس اصول کی بنا پر کہ ایک شخص کا تزکیہ بھی راجح قول کے مطابق قبول کیا جاتا ہے (تزکیہ بمعنی صداقت شہادت)

حاصل کلام یہ ہے کہ صحبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ بلند رتبہ اور درجہ ہے جو تمام شرائط کے ساتھ دلیل اور بینہ کے ذریعہ قبول کیا جاتا ہے جب کسی شخص کے حق میں صحبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمام قابل قبول دلیل اور بینہ پیش ہو جائے تو وہ صحابی کا شرف پاتا ہے۔

صحابہ کا نقل مکانی اور دوسرے ملکوں میں سکونت پذیری

صحابہ کرام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ تعلیم و تربیت سے اس قدر سرشار ہو گئے تھے کہ وہ پوری انسانی دنیا میں کتاب الٰہی اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پھیلانے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے، اخوت و محبت، عدل و انصاف کا پیغام پہونچانے، اخلاق و عادات کو سنوارنے اور غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر نوع انسانی کو آزاد کرانے کے لئے بے چین تھے، عہد نبوی میں بھی وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عرب کے مختلف قبائل میں برابر جاتے رہے تھے، اور کتاب و سنت کی تبلیغ سے ان قبائل کے علاقوں کو بقعۂ نور بناتے رہتے تھے اور طریقۂ تعلیم میں مہارت حاصل کر چکے تھے، حضور کی وفات کے بعد ملک عرب سے باہر جا کر تبلیغ دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا جو جذبہ ان کے دلوں میں موجزن تھا اس کو انجام دینے کے لئے پُر خطر سفر کا خیال کئے بغیر تن آمادہ تھے، جوں ہی خلیفۂ وقت کا انہیں حکم ملا وہ عساکر اسلام کے

ساتھ ہو گئے اور کچھ بطور خود روانہ ہوئے اور جہاں گئے وہاں اکثر صحابہ نے سکونت اختیار کی اور مقامی باشندوں سے یگانگت پیدا کر کے اپنے اعلیٰ اخلاق اور کردار سے ان کے دلوں کو اپنی مٹھی میں لے لیا، یہ صحابہ دوسرے ملکوں میں نہ تجارت کے لئے گئے تھے، نہ سرمایہ داری اور جاگیرداری حاصل کرنا ان کا مقصد تھا، اور نہ قتل و غارتگری اور لوٹ کھسوٹ ان کی نیت تھی یہی وجہ تھی کہ یہ صحابہ جہاں جہاں گئے وہاں کے لوگوں نے انہیں اپنا رہنما معلم اور نجات دہندہ قرار دیا اور ان سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے ان کے سامنے اپنا زانوئے تلمذ تہ کیا اور شب و روز شوق و ذوق سے تعلیم حاصل کرنے لگے، پھر کیا تھا تھوڑے ہی دنوں میں ان نئے ملکوں کے تلامذہ اسلامی تعلیم سے فارغ ہو کے علمائے دین اور امام بن کے اٹھے۔

جن ملکوں میں صحابہ گئے اور ان میں سے اکثر نے وہاں سکونت اختیار کی اس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ کوفہ میں جن صحابہ نے سکونت اختیار کی

حضرت علی بن ابی طالبؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، خباب بن الارتؓ، سہل بن حنیفؓ، ابو قتادہ بن ربعیؓ، سلمان الفارسیؓ، حذیفہ بن الیمانؓ، عمار بن یاسرؓ، ابو موسیٰ الاشعریؓ، ابو مسعود انصاریؓ، البراء بن عازبؓ، عبد اللہ بن یزید الخطمیؓ، النعمان بن مقرنؓ اور ان کے بھائی معقل بن مقرنؓ، النعمان بن بشیرؓ، المغیرہ بن شعبہؓ، جریر بن عبد اللہ البجلیؓ، عدی بن حاتم الطائیؓ، عروہ بن مضرس الطائیؓ، عبد اللہ بن ابی اوفیؓ، اشعث بن قیسؓ، جابر بن سمرہؓ، حذیفہ بن اسید الغفاریؓ، عمرو بن الحمقؓ، سلیمان بن صردؓ، وائل بن حجرؓ، صفوان بن عسالؓ، اسامہ بن شریکؓ، عامر بن شہرؓ، عرفجہ بن شریحؓ، نافع بن عتبہ بن ابی وقاصؓ، ثعلبہ بن الحکمؓ، عروہ البارقیؓ، جندب بن عبد اللہ البجلیؓ، سمرہ بن جندبؓ، قطبہ بن مالکؓ، حبشی بن جنادہؓ، یعلیٰ بن مرہ الثقفیؓ، عمارہ بن رویبہؓ، طارق بن عبد اللہ المحاربیؓ، خزیمہ بن ثابت، بشیر بن الخصاصیہؓ، قیس بن ابی غرزہؓ، حنظلہ الکاتبؓ، المستورد بن شدادؓ، ابو الطفیلؓ، ابو جحیفہؓ ان میں سے اکثر کوفہ میں مدفون ہوئے۔

۲۔ مکہ میں سکونت پذیر صحابہ

مکہ مکرمہ میں جن صحابہ نے سکونت اختیار کی ان کے نام یہ ہیں:۔

ابو ربیعہ مخزومی کے دو بیٹے عیاشؓ اور عبد اللہ، حارث بن ہشام، عکرمہ بن ابی جہل، عبد اللہ بن السائب مخزومی یہ مکہ میں قاری الصحابہ تھے، عتاب بن اسید ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اپنا جانشین بنایا تھا، اور ان کے بھائی خالد بن اسید، حکم بن ابی العاص، عثمان بن طلحہ، عقبہ بن الحارث، شیبہ بن عثمان الحجبی، صفوان بن امیہ،

ابو محذورۃ، مطیع بن الاسود، عبداللہ بن مطیع، مہاجر بن قنفذ، سُہیل بن عمرو، عُمیر بن قتادۃ اللیثی، کُرز بن علقمہ تمیم بن اسد، اسود بن خلف، ابو شریح الکعبی، عبداللہ بن حُبشی، عبداللہ بن صفوان، لقیط بن صبرۃ، ایاس بن عبد المزنی رضی اللہ عنہم۔

۳۔ بصرۃ میں سکونت پذیر صحابہ

عتبہ بن غزوان، عمران بن حصین، ابو برزۃ اسلمی، محجن بن ادرع، عبداللہ بن مغفل المزنی، مَعقل بن یسار، عبدالرحمن بن سمرۃ، ابوبکرۃ، انس بن مالک جن کی بصرۃ میں بعمر ایک سو سات سال وفات ہوئی (سال ہجرت میں ان کی عمر دس سال کی تھی، اور ۹۳ ہجری میں وفات پائی ہے اس لحاظ سے ان کی عمر ایک سو تین سال کی ہوتی ہے بہرحال) ہشام بن عامر، ابو زید انصاری، عمرو بن اخطب، ثابت بن زید، مجاشع بن مسعود اور ان کے بھائی مُجالد، عائذ بن عمرو المزنی، قرۃ بن ایاس المزنی، عبداللہ بن الشخیر، معاویۃ بن حَیدۃ، قبیصۃ بن المخارق، عیاض بن حمار، قیس بن عاصم، اقرع بن حابس، صعصعۃ بن ناجیۃ، ابوالعاص کے دو بیٹے عثمان اور الحکم، اسود بن سریع، سلیم بن جابر الہجیمی، عرفجۃ بن اسعد، ابو العشراء الدارمی، جاریۃ بن قدامۃ، عدّاء بن خالد، عبداللہ بن سرجس، میسرۃ بن الفجر، سلمان بن عامر الضبی، سلمۃ بن المحبّق رضی اللہ عنہم

۴۔ مصر میں سکونت پذیر صحابہ

عُقبۃ بن عامر الجہنی، عمرو بن العاص، عبداللہ بن عمرو بن العاص، خارجۃ بن حُذافۃ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، محمیۃ بن جزء، عبداللہ بن الحارث بن جزء، ابو بصرۃ غفاری، ابو سعد الخیر، معاذ بن انس الجہنی، معاویۃ بن حُدیج، زیاد بن الحارث الصدائی، مسلمۃ بن مخلّد، سُرّق، ابو فاطمۃ الایادی، ابو جمعۃ، ابو الشموس البلوی رضی اللہ عنہم۔

۵۔ ملک شام میں سکونت پذیر صحابہ

ابو عبیدۃ بن الجراح، بلال بن رباح، عبادۃ بن الصامت، معاذ بن جبل، ابو الدرداء، شرحبیل بن حسنہ خالد بن الولید، عیاض بن غنم، فضل بن عباس بن عبد المطلب (اردن میں آپ مدفون ہیں) ابو مالک اشعری، عوف بن مالک اشجعی، ثوبان، شدّاد بن اوس، فُضالۃ بن عُبید، عمرو بن عبسہ، حارث بن ہشام، معاویۃ بن ابی سفیان واثلۃ بن الاسقع، بُسر بن ابی ارطاۃ، حبیب بن مسلمۃ، ضحاک بن قیس، قباث بن اشیم، عرباض بن ساریۃ، عبداللہ بن بُسر المازنی، عتبۃ بن عبد السُّلمی، عبداللہ بن حوالۃ، کعب بن مرۃ، کعب بن عیاض، مقدام بن معدیکرب۔

الہمنداالداری، سلمۃ بن نفیل، غُطیف بن الحارث، عطیۃ بن عمرو السعدی، فردۃ بن عمر الجذامی رضی اللہ عنہم۔

۶۔ جزیرۃ میں سکونت پذیر صحابہ

جزیرہ سے مراد ہے دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے درمیان کا علاقہ، یہاں جو صحابہ فروکش ہوئے اُن کے نام یہ ہیں۔ عدی بن عُمیرۃ الکندیؓ، وابصۃ بن معبد الاسدیؓ، ولید بن عُقبہ بن مُعیطؓ۔

خراسان میں سکونت پذیر صحابہ

بُریدۃ بن حُصیب الاسلمیؓ (یہ شہر مَرو میں مدفون ہیں)، ابو برزۃ الاسلمیؓ، الحکم بن عمرو الغفاریؓ، عبداللہ بن خازم السلمیؓ (یہ نیشاپور کے رُستاق جُوَین میں مدفون ہیں)، قثم بن العباسؓ (یہ سمرقند میں مدفون ہیں۔ ان مذکورہ شہروں میں صحابہ کی سکونت پذیری کا حال امام حاکم نیساپوری کی کتاب معرفۃ علوم الحدیث سے لیا گیا ہے) مؤلف)

ابو عبداللہ حاکم نیساپوری صاحب المستدرک لکھتے ہیں کہ جہاں تک مجھے علم ہے کسی صحابی کی وفات مدینۃ السلام بغداد میں نہیں ہوئی ہے۔

بلاد مغرب میں صحابہ کا داخلہ

حضرت عمر بن الخطابؓ خلیفہ دوم کے عہد میں حضرت عمرو بن العاصؓ فاتح مصر ۲۱ ہجری میں برقہ، اور لیبیا کے شہر طرابلس تک پہونچ گئے تھے، آج کل یہ دونوں شہر حکومت لیبیا کے شہروں میں داخل ہیں، حضرت عمرو بن العاص نے پورے افریقہ کی فتح کی اجازت حضرت عمر فاروقؓ سے طلب کی مگر آپ نے کسی مصلحت سے اس کی اجازت نہیں دی جس کے بعد حضرت عمرو بن العاص مصر واپس آ گئے، بہر حال حضرت عمرو بن العاص صحابی اور اُن صحابہ کی پہلی جماعت تھی جو مغرب کی اطراف میں پہونچی تھی، جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ثالث کا عہد شروع ہوا تو آپ نے مصر کے امیر عبداللہ بن سعد بن سرح کو افریقہ میں جنگ کرنے کی اجازت دی یہ ۲۵ ہجری کا واقعہ ہے اور حضرت عثمانؓ نے امیر مصر کی فوج کی مدد کے لئے صحابہ کی ایک جماعت مدینہ سے روانہ کی صحابہ کی اس جماعت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ شریک تھے، اور پھر عقبہ بن نافع بھی اپنی فوج لے کے برقہ پہونچ گئے، جس کی وجہ سے افریقہ کے سب شہر پے در پے فتح ہوتے چلے گئے۔ اس کے بعد افریقہ کے مزید شہروں اور علاقوں کو فتح کرنے کے لئے معاویہ بن حُدیج ۳۴ ہجری میں روانہ ہوئے، اس فوج میں بھی مہاجرین اور انصار صحابہ کی ایک جماعت تھی، جیسا کہ مشہور تابعی سلیمان بن یسار کا بیان ہے۔

غزونا افریقیۃ مع ابن حُدیج ومعنا من المهاجرین والانصار بشر کثیر (۱)

ہم ابن حُدیج کی جمعیت میں افریقہ کی جنگ میں شریک ہوئے ہمارے ساتھ مہاجرین اور انصار کے بکثرت لوگ تھے۔

بعد ازاں عُقبہ بن نافع بلادِ مغرب کے والی (گورنر) بنائے گئے، ان کے جیش میں بھی صحابہ اور تابعین کی بڑی جمعیت تھی، عُقبہ بن نافع نے مغرب اقصیٰ کو فتح کرکے اسلامی سلطنت کی حدود میں شریک کرلیا اور پورا شمالی افریقہ اسلامی گہوارے میں آگیا، اور یہاں اسلامی تعلیمات نافذ ہونے لگیں اور کتاب وسنت کی حکومت وہاں بھی قائم ہوگئی۔

افریقہ کی مہم میں جن صحابہ کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اُن کے علاوہ جو صحابہ اس مہم میں شریک ہوئے تھے ان کے نام یہ ہیں۔

مسعود بن الاسود البلوی انہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر حُدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کی تھی، مسوَر بن مخرمہ، مقداد بن اسود کندی سابقین صحابہ میں سے تھے (۲) بلال بن حارث بن عاصم مزنی جو فتح مکہ کے دن اپنے قبیلہ مزینہ کے علم بردار تھے، جبلۃ بن عمرو بن ثعلبۃ یہ ابو مسعود بدری کے بھائی تھے اور فقہائے صحابہ میں ان کا شمار تھا، سلمہ بن الاکوع مشہور صحابی اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ بھی تھے (۳) فتح افریقہ کے موقع پر صحابہ کے ساتھ تابعین کی بڑی جمعیت بھی تھی جن کی مساعی، اولوالعزمی اور اخلاص وصداقت سے متاثر ہو کر بکثرت افراد اسلامی علوم حاصل کرکے فارغ ہوئے اور علم کے آسمان پر تارے بن کر چمکے جن میں سے افریقہ کے چند ممتاز اہل علم کے نام یہ ہیں:۔

زیاد بن انعم معافری، عبدالرحمٰن بن زیاد، یزید بن ابی منصور، مغیرۃ بن ابی بُردۃ، رفاعۃ بن نافع، عمرو بن راشد بن مسلم کنانی، عمران بن عبد المعافری، مغیرہ بن سلمہ، مسلم بن یسار افریقی، یہ وہ افراد تھے جنہوں نے افریقہ میں اسلامی علوم کا جھنڈا بلند کیا تھا، رفتہ رفتہ بلاد افریقہ کے ہر حصہ میں قرآن وسنت کے علوم پھیل گئے یہاں تک کہ شہر قیروان اسلامی علوم کے لحاظ سے بلاد مغرب میں مرکز علم بن گیا اور ہر مغربی شخص کی نظر اس کی طرف اٹھنے لگی اور یہاں کے علماء میں سحنون بن سعید اور سعید بن محمد حداد نے بڑی شہرت حاصل کی۔

شمالی افریقہ کا ایک دوسرا مشہور ملک مراکش ہے اس کے مقابل بحر روم کی دوسری جانب اسپین کا ملک واقع

---

(۱) فتوح مصر واخبارہا صہ ۱۹۳ از السنۃ قبل التدوین۔ (۲) السنۃ قبل التدوین (۳) فتوح مصر واخبارہا صہ ۲۴۴ صہ ۱۹۳ منقول از السنۃ قبل التدوین۔

ہے جس کا دوسرا مشہور نام اسلامی تاریخ میں اُندلس ہے اس کی فتح کا سہرا طارق بن زیاد کے سر باندھا گیا جو موسیٰ بن نصیر کے آزاد کردہ غلام تھے، موسیٰ بن نصیر تابعی بلاد افریقہ کے والی (گورنر) تھے، ان کے حکم اور خلیفہ ولید بن عبدالملک کی اجازت سے یہ مہم سر کی گئی تھی، اس مہم میں کسی صحابی کی شرکت نہیں ہوئی کیونکہ اُندلس ۹۳ھ میں فتح ہوا اور اس وقت تک تمام صحابہ وفات پا چکے تھے، حضرت انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی سال وفات پائی تھی، جنہوں نے ایک سو تین سال (۱۰۳) کی عمر پائی۔ ہاں اُندلس کی فتح میں تابعین کی شرکت ہوئی؛ خود موسیٰ بن نصیر والی افریقہ تابعی تھے اور اسپین میں طارق کی فتوحات کے آخری دور میں موسیٰ بن نصیر اسلامی جیش کے ساتھ اسپین پہنچے اور وہاں کی فتح کا تکملہ کیا، سرزمین اندلس کے اسلامی مملکت میں شریک ہونے کے بعد یہاں کے بڑے بڑے شہر مثلاً قرطبہ، اشبیلیہ، غرناطہ، بلنسیا اسلامی علوم کے مرکز بن گئے، علوم قرآن اور سنت کی کافی اشاعت ہوئی، حضرت امام مالکؒ کے تلمیذ خاص یحییٰ بن یحییٰ اندلسی کی وجہ سے سنت کی کافی اشاعت ہوئی، اسی طرح علمائے اندلس میں ابن حبیب اور بقی بن مخلد نے اسلامی علوم کی اشاعت میں وافر حصہ لیا، اور بہت شہرت حاصل کی، اندلس کے حکمرانوں میں بعض فرمانروا بھی محدث گذرے ہیں، حکمران خاندان موحدین میں یعقوب بن یوسف بن عبدالمؤمن (۵۸۰ سے ۵۹۵ تک) نے حکم دیا تھا کہ احادیث کی کتابیں جمع کی جائیں جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، مؤطا امام مالکؒ، سنن ابی داؤد، نسائی، بزار، دارقطنی، بیہقی، مسند ابن ابی شیبہ وہ بنفس نفیس ان تمام مجموعہ کتابوں کو لوگوں سے املا کراتا تھا، اور ان احادیث کی کتابوں کو زبانی یاد کرنے پر لوگوں کو آمادہ کرتا تھا اور حفظ کرنے والوں کو کپڑے اور مال و زر کے معقول عطیات دیا کرتا تھا، اگرچہ یہ حکمران خود اہل ظاہر کے مذہب پر تھا

صحابہ کی عدالت

خطیب بغدادی نے اپنی کتاب "الکفایۃ" میں صحابہ کی تعدیل پر ایک باب میں جو مضمون لکھا ہے اس کا اقتباس یہاں درج کیا جاتا ہے۔ ہر حدیث جس کا اسناد راویوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان متصل ہو اس پر عمل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ رجال حدیث (یعنی راویان حدیث) کی عدالت بھی ثابت ہو، اور ان راویوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے ان کے حالات پر نظر ڈالنا بھی ضروری ہے، سوائے صحابی کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث کی سند پہونچا رہے ہیں کیونکہ صحابی کی عدالت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدیل کی وجہ سے ثابت اور معلوم ہو چکی ہے اور ان کی طہارت کی خبریں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی پسندیدگی نص قرآن اور حدیث نبوی میں موجود ہے صحابہ کے متعلق چند آیتیں یہ ہیں۔

۱۔ قولہ تعالیٰ۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا (پ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۱۸)

بیشک اللہ راضی ہے ان مسلمانوں سے جو آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں، اللہ نے ان کے دلوں کے بھید کو جان لیا ہے، اللہ نے اُن پر سکینہ (تسکین) نازل کیا ہے، اور انہیں قریب ہونے والی فتح دی ہے

۲۔ وقولہ تعالیٰ۔ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ پ ۱۱ سورۃ التوبۃ آیت ۱۰۰

مہاجرین اور انصار میں جن لوگوں نے ایمان لانے میں سبقت کی ہے اور پھر بعد کے لوگ جنہوں نے اُن کی بھلائی کے ساتھ پیروی کی ہے ان سب سے اللہ راضی ہے اور یہ لوگ بھی اللہ سے راضی ہیں۔

۳۔ وقولہ تعالیٰ۔ والسابقون السابقون، اولئک المقربون ۰ فی جنات النعیم ۰
پ ۲۷ سورۃ الواقعہ آیت ۱۰ تا ۱۲

ایمان میں سبقت لے جانے والے لوگ آخرت میں بھی آگے رہنے والوں میں ہوں گے یہی لوگ مقرب الٰہی ہوں گے اور نعمت کے باغوں میں رہیں گے۔

۴۔ وقولہ تعالیٰ۔ یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین ۰ پ ۱۰ سورۃ الانفال آیت ۶۴

اے نبی! کافی ہے آپ کے لئے اللہ اور وہ ایمان والے بھی جنہوں نے آپ کی پیروی کی ہے۔

۵۔ للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ھم الصادقون ۰ والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون ۰

پ ۲۸ سورۃ الحشر آیت ۸ و ۹

واسطے ان مفلسین مہاجرین کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ لوگ وہی ہیں سچے اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے (یعنی انصار) وہ محبت رکھتے ہیں اُن سے جو وطن چھوڑ کر آئے ہیں ان کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے تو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے۔

ان آیات کے علاوہ اور بھی آیات قرآنی ہیں طوالت کے خوف سے اُن کا ذکر نہیں کیا گیا ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کی ستائش فرمائی ہے، اس مفہوم میں جو اخبار احادیث نبوی
مستفیض ہیں اُن میں سے چند حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ عن عبد اللہ بن مسعودؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یجئ قوم تسبق ایمانھم شھادتھم و یشھدون قبل ان یستشھدوا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین اُمت میرے زمانے کی ہے پھر اس کے بعد والے لوگ ہیں (یعنی تابعین) پھر اس کے بعد والے لوگ ہیں (یعنی اتباع تابعین) پھر ایسی قوم آئے گی کہ اس کا حلفیہ بیان اس کی گواہی سے پہلے ہونے لگے گا اور قبل اس کے کہ اس سے گواہی مانگی جائے گواہی دیدے گی۔

۲۔ عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو انفق احدکم مثل احد ذھبا ما ادرک مد احدھم ولا نصیفہ۔

حضرت ابوسعید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالیاں نہ دو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو میرے صحابہ کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد کے برابر بھی نہ رتبہ نہ پائے گا (ایک مُد آدھ سیر کے برابر ہے تقریباً)

۳۔ عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مھما اوتیتم من کتاب اللہ فالعمل بہ لا عذر لاحدکم فی ترکہ فان لم یکن فی کتاب اللہ فسنۃ منی ماضیۃ فان لم یکن سنۃ منی ماضیۃ فما قال اصحابی ان اصحابی بمنزلۃ النجوم فی السماء فایھا اخذتم بہ اھتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمۃ

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ اللہ کی کتاب میں تمہیں احکام دئے گئے ہیں اُن پر عمل کرنا چاہئے ان کے چھوڑنے میں تمہارے لئے کوئی عذر نہیں ہے۔ اگر اللہ کی کتاب میں احکام نہ ملیں تو میری سنت فیصلہ کُن ہوگی اگر میری سنت جو فیصلہ کُن ہے نہ ہو تو میرے صحابی کا قول حجّت ہوگا میرے صحابہ آسمان کے تاروں کی مانند ہیں جس صحابی کو پسند کروگے ہدایت یاب ہوجاؤگے میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے باعث رحمت ہوگا۔

۴۔ عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اختارنی واختار لی اصحابی فجعلهم اصھاری وجعلهم انصاری وانه سیجیئ فی آخر الزمان قوم ینتقصونهم الا فلا تناکحوهم الا فلا تنکحوا الیهم الا فلا تصلوا معهم الا فلا تصلوا علیهم، علیهم حلت اللعنة

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ نے مجھے پسند فرمایا ہے اور میرے صحابہ کو بھی پسند فرمایا ہے انہیں صحابہ کو میرے لئے اصہار (خُسر و داماد) بنایا اور انہیں صحابہ کو میرے لئے انصار و مددگار بنایا بیشک آئندہ زمانے میں ایسی قوم آئے گی جو ان صحابہ کی تنقیص اور بُرائی بیان کریگی آگاہ رہو ایسے لوگوں سے رشتہ مناکحت نہ کرنا اور نہ ان کو اپنے نکاح میں لانا، آگاہ رہو ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا آگاہ رہو اُن کو سلام بھی نہ کرنا ان پر لعنت اُتر چکی ہے۔

شیعیت و اسمٰعیلیت کے رد میں یہ حدیث کافی ہے۔

اس مفہوم کی جتنی خبریں ہیں وہ وسیع تر ہیں اور سب کی سب نص قرآن کے مطابق ہیں جن کے مقتضیٰ کے مطابق صحابہ کرام کی طہارت، عدالت، نزاہت اور پاکیزگی پر یقین کرنا تمام مسلمانوں پر لازم آجاتا ہے اس بنا پر ان صحابہ میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدیل یعنی ان کی عدالت بیان کرنے کے بعد کسی مخلوق کی تعدیل کا محتاج نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ صحابہ کے باطنی حالات سے واقف ہے اس لئے تمام صحابہ صفت عدالت سے متصف ہیں۔ "الصحابۃ کلھم عدول" تمام صحابہ صفت عدل سے موصوف ہیں یہ تمام علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے، ہاں ان میں سے اگر کوئی صحابی کسی ایسی بات کا مرتکب ہو جس سے معصیت کے قصد کے سوا اور کسی چیز کا احتمال نہ ہو اور تاویل کی حدود سے باہر ہو اس وقت اس کی عدالت کے سقوط کا حکم لگایا جا سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے ان کو بری رکھا ہے اور تمام صحابہ کے مراتب کو بلند فرما دیا ہے علاوہ اس کے اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اُن کے متعلق اُن اوصاف میں سے کوئی وصف بھی وارد نہیں ہوتا جن کا ہم نے بھی اوپر ذکر کیا ہے تو صرف وہ حالات ہی جن سے وہ متصف ہوئے ہیں یعنی ہجرت، جہاد، نصرت دین، جان و مال کی قربانی، دین کی خاطر اپنے آباء و اولاد کا قتل، دین میں ایک دوسرے کو نصیحت، ایمان و یقین کی قوت، تقویٰ اور پرہیزگاری یہی سب باتیں اُن کی عدالت و نزاہت پر اعتقاد کرنے کو لازم کر دیتی ہیں، اس لئے صحابہ کرام اُن تمام مُعدّلین اور مُزکّین کی تعدیل اور تزکیہ سے افضل و برتر ہیں جو اُن کے بعد آئیں

اہل بدعت کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ صحابہ کی حالت اس وقت تک پسندیدہ تھی جب تک وہ باہمی جنگوں میں نہ اُلجھے تھے۔ جب اُنہوں نے آپس میں خونریزی شروع کردی اور ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگے تو یہ جنگجو اور آپس میں لڑنے والے صحابہ ساقط العدالت ہو گئے اور رہے وہ عدالت و نزاہت والے صحابہ سے گھل مل گئے اور خلط ملط ہوگئے تو اُن میں جو راویان حدیث ہیں اُن کے حالات اور امور پر بحث کرنا بھی ضروری ہوگیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو اہل دین اور علم کے متخصص ہیں اُن میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو صحابہ کی اس قسم کی خبروں کو لائق تاویل نہیں سمجھتا ہے اور نہ یہ سمجھتا ہے کہ ان کا اجتہاد کسی قسم کے احتمال اور تاویل سے خالی ہے اس لئے ان صحابہ کو انہیں فقہاء اور مجتہدین کی مانند سمجھنا چاہئے کہ جب کسی امر دین میں التباس اور اشکال پیدا ہوتا ہے تو اُن کی تاویل میں باہم سخت اختلاف پیدا ہو جاتا ہے پھر بھی وہ برسر حق سمجھے جاتے ہیں۔

مشہور محدث ابُوزرعہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کی تنقیص اور برائی کر رہا ہے تو تم سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک حق ہیں اور قرآن بھی حق ہے اور ہمارے پاس یہ دونوں حق چیزیں قرآن اور سنت صحابہ کرام ہی کے توسط سے پہونچی ہیں، اگر صحابہ کا درمیانی واسطہ نہ ہوتا تو ہمارے پاس یہ دونوں حق چیزیں نہیں پہونچ سکتیں تھیں زنادقہ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے شاہدوں اور گواہوں کو مجروح کر کے کتاب اور سنت کو باطل کر دیں اس لئے یہ ہی لوگ ہی جرح و قدح کے زیادہ مستحق ہیں اور یہی لوگ زنادقہ ہیں۔

تابعین کی تعریف اور ان کے فضائل

تابعین۔ تابع کی جمع ہے، تابع کے لُغوی معنے اتباع کرنے والے کے ہیں، جو شخص کسی دوسرے شخص کے عقیدے، خیال اور عمل کی پیروی کرتا ہے اسے تابع کہتے ہیں؛ اور اصطلاح شرعی میں تابع اس شخص کو کہتے ہیں جس نے بحالت ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہو اور نہ ملا ہو بلکہ آپ کی بجائے صحابۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی ایک یا چند کو دیکھا، اُن کی صحبت سے استفادہ کیا، اور اُن سے حدیث کی روایت کی، علم الرجال میں تابعین کے جاننے کا علم بھی اہم ہے، علم رجال کے جاننے والوں میں سے جس نے بھی تابعین کے علم سے غفلت کی وہ اکثر صحابہ اور تابعین میں، یا تابعین اور اتباع تابعین میں فرق نہ کر سکا، جس کی وجہ سے اُسے حدیث متصل مرفوع اور مُرسل میں تمیز نہ ہو سکی، تابعین نے بھی صحابہ کرام کی طرح نہایت جان فروشی، اولو العزمی، تن دہی اور ایمان و تقویٰ کے ساتھ سنت نبوی کی حفاظت اور نشر و اشاعت میں وافر حصہ لیا ہے، اور حدیث کو کذب و افترا، اور وضع سے محفوظ رکھنے کی

انتہائی کوشش کی ہے، تابعین کی تعداد ہزاروں تک پہونچی ہے، ان کی زندگی کے صحیح حالات تحقیق کے ساتھ علم الرجال کی کتابوں میں لکھے گئے ہیں متقدمین میں دو بزرگوں یحییٰ بن معین۔ اور علی بن المدینی کو تابعین کے حالات کے لکھنے کے سلسلے میں عالم اسلامی میں بڑی شہرت حاصل ہوئی ہے، ان دونوں نے تابعین کے صحیح حالات لکھ کے اُمت اسلامیہ پر بڑا احسان کیا ہے، یہ دونوں بزرگ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے معاصرین اور احباب میں سے تھے ان دونوں حضرات کا کسی راوی کے متعلق قول نہایت اہم اور قول فیصل سمجھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی طرح تابعین کی بھی ستائش فرمائی ہے وہ آیت قرآنی یہ ہے:۔

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنات تجري تحتها الانهار خالدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم۔ پ ۱۱ سورة التوبه آیت ۱۰۰	مہاجرین اور انصار میں جن لوگوں نے ایمان لانے میں سبقت کی ہے اور پھر بعد کے لوگ جنہوں نے بھلائی کے ساتھ اُن کی پیروی اور اتباع کی ہے ان سب سے اللہ راضی ہے اور یہ لوگ بھی اللہ سے راضی ہیں اللہ نے ان سب کے لئے باغ تیار رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تابعین اور اتباع تابعین کی تعریف فرمائی ہے ارشاد نبوی ہے

خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم	اچھے لوگ میرے زمانے کے ہیں (یعنی صحابہ) پھر ان سے قریب کے لوگ (تابعین) پھر ان سے قریب زمانے کے لوگ (اتباع تابعین)

اس حدیث میں تین قرن کا ذکر کیا گیا ہے، پہلا قرن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا ہے دوسرا قرن تابعین کا اور تیسرا قرن اتباع تابعین کا، قرن کے کئی معنے ہیں ایک صدی کو بھی کہتے ہیں اور صرف زمانے کو بھی زمانہ چاہے جتنے برس کا ہو، اقران ان لوگوں کو کہتے ہیں جو ایک ہی زمانہ میں موجود ہوں۔

ترتیب کے لحاظ سے تابعین کے بھی کئی طبقے ہیں پہلا طبقہ وہ ہے جو اُن دس صحابہ سے بحالت ایمان ملا اور اُن سے حدیث کی روایت کی جنہیں اصحاب عشرہ مبشرہ کہتے ہیں اور جنہیں دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ ان تابعین کے نام یہ ہیں:۔

سعید بن المسیب (۱۰۵ھ) جو سید التابعین کہے جاتے ہیں، قیس بن ابی حازم، ابو عثمان النہدی، قیس بن عباد

ابوساسان حصین بن المنذر، ابووائل شقیق بن سلمۃ، ابو رجاء العطاردی وغیرہم (از معرفۃ علوم الحدیث للحاکم)
تابعین کے دوسرے طبقے میں ذیل کے لوگ ہیں:-

اسود بن یزید، علقمۃ بن قیس، مسروق بن الاجدع، ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن، خارجہ بن زید ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ تابعین کے تیسرے طبقے میں یہ حضرات داخل ہیں، عامر بن شراحیل الشعبی، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، شریح بن الحارث اور ان کے اقران ہیں، اسی طرح تابعین کے پندرہ طبقات قرار دئے گئے ہیں۔

اہل بصرہ میں تابعین کے آخری طبقہ میں وہ لوگ ہیں جو حضرت انس بن مالکؓ صحابی سے ملے ہیں اور ان سے حدیث کی روایت کی ہے، اہل کوفہ میں آخری طبقہ تابعین کا وہ ہے جو عبداللہ بن ابی اوفی صحابی سے اور اہل مدینہ کے تابعین کا آخری طبقہ وہ ہے جو حضرت سائب بن یزید صحابیؓ سے، اہل مصر کے تابعین میں سے آخری طبقہ وہ ہے جو عبداللہ ابن الحارث بن جزء صحابیؓ سے، اور اہل شام کے تابعین کا آخری طبقہ وہ ہے جو حضرت ابو امامۃ الباہلی سے ملا ہے اور ان سے حدیث کی روایت کی ہے۔

علی بن المدینی مشہور ناقد رجال حدیث کا قول ہے کہ مدینہ میں سب سے آخر میں جو صحابی زندہ تھے وہ سہل بن سعد الساعدیؓ تھے اور بصرہ میں آخری صحابی حضرت انس بن مالکؓ تھے، اور کوفہ میں آخری صحابی ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ السوائیؓ تھے جو قبیلہ بنو سوادہ بن عامر سے تعلق رکھتے تھے، اور شام میں آخری صحابی حضرت عبداللہ بن بُسر المازنیؓ تھے جو قبیلہ بنو مازن بن منصور سے واسطہ رکھتے تھے، اور مصر میں آخری صحابی حضرت عبداللہ بن الحارث ابن جزء تھے (از معرفۃ علوم الحدیث للحاکم)

سفیان کہتے ہیں کہ میں نے احوص بن حکیم سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں کے نزدیک حضرت ابو امامہ صحابیؓ کی وفات تمام صحابہ کے بعد ہوئی ہے؟ احوص نے جواب دیا کہ ابو امامہ کے بعد جس صحابی کی وفات ہوئی ہے وہ ابن بُسر کہے جاتے ہیں میں نے ابن بُسر اور انس بن مالک کو دو گدھوں پہ سوار صفا اور مروہ کے درمیان دیکھا تھا۔

علی (یعنی ابن المدینی) کہتے ہیں، مکہ میں جس صحابی نے سب سے آخر میں وفات پائی وہ ابوالطفیل عامر بن واثلہ اللیثی تھے جو الجنانی کہے جاتے تھے۔

مدینہ کے سات مشہور تابعین فقہائے حدیث

مدینہ منورہ کے تابعین میں سات ایسی مشہور شخصیتیں تھیں جن کو فقہاء سبعۃ (سات فقہا) کہتے ہیں یہ بڑے گذرے تھے اور تفقہ میں ان کا درجہ بلند تھا، بقول حضرت امام مالکؒ ان فقہائے سبعہ کا کسی مسئلہ میں باہم متفق ہونا

دنیا کے تمام علمائے اسلام کا اتفاق سمجھا جاتا ہے، ان سات فقہاء کے نام یہ ہیں:۔

(۱) سعید بن المسیب (۲) قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق (۳) عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) خارجہ بن زید ابن ثابت (۵) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف (۶) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ (۷) سلیمان بن یسار۔ اکثر علمائے حجاز کے نزدیک یہی حضرات فقہائے سبعہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن ابی الزناد اپنے والد ابو الزناد کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں اُن فقہاء سے ملا جن کا فیصلہ ناطق اور قول فیصل سمجھا جاتا ہے ان کے نام یہ ہیں (۱) سعید بن المسیب (۲) عروۃ بن الزبیر (۳) قاسم بن محمد (۴) ابوبکر بن عبدالرحمٰن (۵) خارجہ بن زید (۶) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ (۷) سلیمان بن یسار، یہ سب کے سب صاحب صلاح و فضل اور اہل فقہ ہیں اور کبھی ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کے بدلے میں سالم بن عبداللہ بن عمر کا نام لیا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ کے بارہ فقہاء

علی بن المدینی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ فقہاء اہل مدینہ بارہ ہیں، جن کے نام یہ ہیں:۔

(۱) سعید بن المسیب (۲) ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن (۳) قاسم بن محمد (۴) سالم بن عبداللہ بن عمرؓ (۵) حمزہ بن عبداللہ بن عمر (۶) زید بن عبداللہ بن عمر (۷) عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر (۸) بلال بن عبداللہ بن عمر (۹) ابان بن عثمان بن عفان (۱۰) قبیصہ بن ذویب (۱۱) خارجہ بن زید بن ثابت (۱۲) اسماعیل بن زید بن ثابت۔

مخضرم تابعین

تابعین میں کچھ مخضرمین بھی داخل ہیں (مخضرم اُسے کہتے ہیں جس نے جاہلیت کا زمانہ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا زمانہ پایا ہے، مگر اُنہیں صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل نہ ہوا، ان مخضرمین تابعین کے نام یہ ہیں:۔

ابو رجاء العطاردی، ابو وائل الاسدی، سوید بن غفلۃ اور ابو عثمان النہدی ان کے علاوہ بھی اور مخضرمین تابعی ہیں۔ حاکم نیساپوری کہتے ہیں کہ میں نے مسلم بن الحجاج رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی تحریر پڑھی ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں شرف لقا حاصل نہیں ہوا، البتہ وہ صحابہ کی صحبت میں رہے تھے اُن کے نام یہ ہیں:۔

ابو عمرو الشیبانی سعد بن ایاس، سوید بن غفلۃ الکندی ابو امیۃ ان کی کنیت ہے، شریح بن الہانی الحارثی

یسیر بن عمرو انہیں اُسیر بن عمرو بھی کہتے ہیں، اور اہل البصرۃ انہیں ابن جابر کہتے ہیں، عمرو بن میمون الاودی ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے، اسود بن یزید النخعی ان کی کنیت ابو عمرو ہے، اسود بن ہلال المحاربی کوفہ کے رہنے والے تھے، سوید بن غفلہ، عبد خیر بن یزید الخیوانی ابو عمارۃ ان کی کنیت ہے، ہمیل بن عوف الاحمسی، مسعود بن حراش، ربعی بن حراش کے بھائی تھے، مالک بن عمیر، ابو عثمان النہدی، ان کا نام عبدالرحمٰن بن مل ہے، ابو رجاء العطاردی ان کا نام عمران بن تیم ہے، غنیم بن قیس، ابو عبیدان کی کنیت ہے، ابو رافع الصائغ، ابو ہلال العتکی ان کا نام ربیعہ بن زرارۃ ہے، خالد بن عمیر العدوی، اسامہ بن حنظلہ القشیری، جبیر بن نفیر الحضرمی، جلد تعداد بہت طویل ہوتی ہے۔ مخضرمین کے بعد تابعین کا ایک طبقہ وہ ہے جس کے افراد کی پیدائش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی لیکن وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی سماعت نہ کر سکے ان کے نام یہ ہیں:

یوسف بن عبداللہ بن سلام، محمد بن ابی بکر الصدیق، بشیر بن ابی مسعود انصاری، اُمامہ بن سہل بن حنیف، عبداللہ بن عامر بن کریز، سعید بن سعد بن عبادۃ، ولید بن عبادۃ بن الصامت، عبداللہ بن عامر بن ربیعۃ، عبداللہ بن ثعلبۃ بن صعیر، ابو عبداللہ الصنابحی، عمرو بن سلمۃ الجرمی، علیہ بن عمیر، سلیمان بن ربیعۃ، علقمہ بن قیس۔

صحابی سے سماعت حدیث کے بغیر تابعین میں شمار کی مثالیں

راویوں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جس کا شمار تابعین میں ہے، مگر اس کے کسی فرد کی سماعت حدیث صحابہ سے صحیح ثابت نہیں ہے ان کے نام یہ ہیں:

ابراہیم بن سوید النخعی ان کی روایت علقمہ اور اسود سے ہے اور یہ کسی صحابی سے نہیں ملے ہیں، اور یہ ابراہیم بن یزید النخعی فقیہ سے علاوہ دوسرے شخص ہیں، بکیر بن ابی السمیط ان کی روایت حضرت انس سے صحیح نہیں ہے روایت میں درمیان سے قتادہ کو ساقط کر دیا ہے، بکیر بن عبداللہ بن الاشج ان کی سماعت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے ثابت نہیں ہے ان کی تمام روایات تابعین سے ہیں، ثابت بن عجلان الانصاری ان کی سماعت حضرت ابن عباس سے صحیح نہیں ہے بلکہ یہ عطا اور سعید بن جبیر عن ابن عباس کہہ کے روایت کرتے ہیں، اور سعید بن عبدالرحمٰن الرقاشی اور ان کے بھائی واصل ابو حرۃ ان دونوں کی سماعت حضرت انس سے ثابت نہیں ہے۔ ایک طبقہ ایسا بھی ہے جس کا شمار محدثین کے نزدیک اتباع تابعین میں ہے، حالانکہ اس طبقہ کے افراد کو صحابہ سے لقا حاصل ہے ان کے نام یہ ہیں:

ابو الزناد عبداللہ بن ذکوان، انہیں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک اور حضرت اسامہ بن سہل سے

لقاء حاصل ہے، ہشام بن عروہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت جابر بن عبداللہ کے پاس لائے گئے تھے (یعنی صغر سنی کی حالت میں) موسیٰ بن عقبہ انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ اور ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص کا زمانہ پایا تھا (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم)۔ چونکہ ان تینوں حضرات کی سماعت صحابہ سے ثابت نہیں ہے بجز لقا کے اس لئے انہیں تابعین کے رتبے میں نہیں رکھا گیا ہے۔ مؤلف)

اتباع تابعین

کسی تابعی سے حدیث کی سماعت کر کے روایت کرنے والے کو تبع تابعی کہتے ہیں جس کی جمع اتباع تابعین ہے، اتباع تابعین کی معرفت نہ ہونے سے لوگ غلطی میں پڑ جاتے ہیں، کبھی انہیں چوتھے طبقہ میں شمار کرنے لگتے ہیں اور کبھی تابعین ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتباع تابعین کا بھی ذکر فرمایا ہے اور ان کو بھی خیر الناس میں ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے، وہ حدیث یہ ہے، حضرت عمران بن حصینؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں۔

خیر الناس القرن الذی بُعثت فیھم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم ینشأ قوم یشھدون ولا یستشھدون ویحلفون ولا یستحلفون ویخونون ولا یؤتمنون ویفشو فیھم السمن۔

اچھے لوگوں کا وہ زمانہ ہے جس میں میں بھیجا گیا ہوں پھر ان کا زمانہ اچھا ہے جو پہلے والوں کے قریب ہے (یعنی تابعین) اس کے بعد ایسی قوم پیدا ہوگی جو بے طلب گواہی دینے لگے گی اور بغیر حلف مانگے حلف اٹھائے گی اور خیانت کرے گی، بجائے امانت داری کے اس قوم میں فربہی بڑھ جائے گی۔

یہ تیسرا وصف یلونھم ثانی، اتباع تابعین کا ہے جو صحابہ اور منتخب تابعین کے بعد خیر الناس ہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیسرا طبقہ ہے، اس طبقہ میں مسلمانوں کے ائمہ کی ایک جماعت اور مختلف امصار اور دیار کے فقہاء داخل ہیں جیسے مالک بن انس الاصبحیؒ عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی، سفیان بن سعید الثوری، اور شعبہ بن الحجاج العتکی اور ابن جریج وغیرہم۔

اسی طبقہ میں اُن آئمہ کے تلامذہ کی ایک جماعت بھی داخل ہے جن کا ابھی ذکر کیا گیا ہے مثلاً یحییٰ بن القطان ہیں انہوں نے حضرت انسؓ کے اصحاب کا زمانہ پایا ہے اور عبداللہ بن مبارک ہیں انہوں نے تابعین کی ایک جماعت کا زمانہ پایا ہے، محمد بن الحسن شیبانی (امام ابوحنیفہ کے شاگرد) ہیں جنہوں نے امام مالک سے ان کی کتاب موطا کی روایت کی ہے اور انہوں نے تابعین کی ایک جماعت کا زمانہ پایا ہے، ابراہیم بن طہمان الزاہد ہیں انہوں نے بھی تابعین کی ایک جماعت کا زمانہ پایا ہے، اسی طبقہ میں ایک ایسی جماعت ہے کہ متعلم کو اس کے افراد کے ناموں میں اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے

اور تابعین کا وہم انہیں ہو جاتا ہے، یا نسب کی وجہ سے جو ان تمام ناموں پر حاوی اور جامع ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس علم کے غیر متبحر اشخاص شبہے میں پڑ جاتے ہیں مثلاً ابراہیم بن محمد بن سعد بن ابی وقاص ہیں ابراہیم نے کسی صحابی سے سماعت نہیں کی ہے اکثر ان کی نسبت ان کے دادا سعد بن ابی وقاص کی طرف کردی جاتی ہے اس لئے ان کی حدیث کے راوی کو وہم ہو جاتا ہے کہ وہ بڑے تابعی ہیں جو اپنے والد اور دوسرے صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں میں حفص بن عمر بن سعد القرظ ہیں، سعد القرظ صحابی ہیں اور حفص نے اپنے دادا سے سماعت نہیں کی ہے اور نہ کسی دوسرے صحابی سے، اکثر حفص کی نسبت ان کے دادا کی طرف کی جاتی ہے اس لئے وہم کرنے والوں کو وہم ہو جاتا ہے کہ حفص تابعی ہیں، ایسے ہی لوگوں میں حسین بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔ اس سلسلے کے پہلے حسین حسین اصغر کے نام سے مشہور ہیں جو عبداللہ بن مبارک وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اکثر راوی حدیث ان کی روایت اس طرح کرتا ہے۔ عن حسین بن علی عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حسین بن علی اپنے والد سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں راوی مرسل روایت کرتا ہے لیکن ایسے شخص کو جسے تحقیق نہیں ہوتی ہے اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس سلسلے کے پہلے حسین کو تابعی اپنے وہم میں سمجھتا ہے، حالانکہ یہ بات ایسی نہیں ہے کیونکہ علی بن حسین جو زین العابدین کہے جاتے ہیں ان کی چھ اولادیں تھیں جنہوں نے حدیث کی روایت کی ہے ان چھ اولادوں کے نام یہ ہیں، محمد، عبداللہ، زید، عمر، حسین اور فاطمہ ان میں سے سوائے محمد کے جن کی کنیت ابوجعفر اور باقر العلوم کے نام سے مشہور تھے اور بقیہ اولادوں میں کوئی تابعی نہ تھا، اور ایسے ہی لوگوں میں سعید بن ابی خیرۃ البصری تھے۔ جو حسن بصری سے بہت زیادہ زیادہ روایت کرتے تھے، اور سعید سے مرسل روایت بھی آئی ہے، مثلاً عن سعید عن ابی هریرۃ رضی و انس رضی یعنی سعید حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی سے روایت کرتے ہیں حالانکہ ان دونوں کے درمیان میں حسن ہیں جن کا نام نہیں لیا گیا ہے۔

سعید سے داؤد بن ابی هند روایت کرتے ہیں اور یہ تابعی ہیں جنہوں نے حضرت انس بن مالک سے سماعت کی ہے اکثر طالب حدیث پر یہ بات مخفی رہ جاتی ہے اور وہ کہنے لگتا ہے کہ یہ سعید تو داؤد کے شیخ ہیں اور داؤد حضرت انس سے روایت کرتے ہیں اس لئے وہ طالب حدیث سعید کے تابعی ہونے پر کبھی انکار نہیں کر سکتا حالانکہ یہ بات ایسی نہیں ہے، سعید تابعی نہیں بلکہ اتباع میں سے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں میں سلیمان احول ہیں اور یہ سلیمان بن ابی مسلم ہیں، اکثر ان کی روایت اس طرح سے ہوتی ہے۔ عنہ عن ابن عباس رضی جب کوئی راوی حدیث ان کے خیال پر غور و تامل کرتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ یہ بڑے شخص ہیں

یہ تو عبداللہ بن ابی نجیح کے مامون ہیں اس لئے راوی حدیث صحابہ سے ان کے لقاء کا انکار نہیں کرتا ہے حالانکہ یہ بات ایسی نہیں ہے سلیمان بن ابی مسلم مکی یقیناً اتباع میں سے ہیں اُن کی روایتیں عن طاؤس عن ابن عباس کی ہے یعنی سلیمان نے طاؤس سے اور طاؤس نے ابن عباسؓ سے سماعت کی ہے۔

انہیں لوگوں میں سلیمان بن عبدالرحمٰن دمشقی تھے جن کا شمار مصریوں میں ہوتا تھا اور یہ صاحب حدیث الاضحیۃ کبیر السن والمحل تھے، ان سے عمرو بن حارث، شعبہ اور لیث نے روایت کی ہے پھر عنہ عن البراء بن عازبؓ کہا گیا یعنی یہ روایت سلیمان بن عبدالرحمٰن دمشقی سے اور یہ براء بن عازب سے کرتے ہیں، پھر جب کوئی دوسرا راوی سلیمان کے محل، عمر اور اُن سے روایت کرنے والوں کی جلالت شان پر غور و تامل کرتا ہے تو اُن کے تابعین سے ہونے میں شک بات نہیں سمجھتا ہے، حالانکہ یہ بات نہیں ہے، کیونکہ سلیمان اور براء بن عازب کے درمیان میں عُبید بن فیروز واقع ہیں اور انہیں میں سلیمان بن یسار ہیں جن سے سلیمان بن بلال اور ابن ابی ذئب روایت کرتے ہیں اور یہ مدینہ منورہ کے رہنے والوں میں شیخ ہیں، ان کو صاحب منصورہ کہا جاتا ہے، اکثر وہ اہل علم وفن سے واقف نہیں ہوتے ہیں ان پر اصلی بات مخفی رہتی ہے وہ اتباع تابعین سے روایت کرتے وقت اس وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ یہ وہی سلیمان بن یسار ہیں جو حضرت میمونہؓ کے مولیٰ اور فقہائے سبعہ میں سے تھے اور جو ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے جاتے رہتے تھے (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم)

بعض صحابہ اور مشہور ائمہ کی اولاد جو حدیث کے راوی ہیں

سب سے پہلے اہل بیت اطہار کے راویوں کے نام لکھے جاتے ہیں:

۱۔ حضرت فاطمہ زہراؓ بنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ اسباط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ حضرت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب

۴۔ حضرات عبداللہ، حسن، علی، زید ابنائے حسن بن حسین بن علی (زین العابدین)

۵۔ حضرت عمرو بن حسن بن علی بن ابی طالب

۶۔ حضرت محمد بن عمرو بن حسن بن علی بن ابی طالب

۷۔ حضرت حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب۔

۸۔ حضرت موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طا[لب]

حضرت محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب۔

۹۔ حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب۔

۱۰۔ حضرت فاطمہ بنت حسین بن علی (زین العابدین)

۱۱۔ حضرات عمر، عبد اللہ، زید، عمر، حسین ابنائے علی (زین العابدین) بن حسین بن علی بن ابی طالب۔

۱۲۔ حضرت جعفر بن محمد (الباقر) بن علی (زین العابدین)

۱۳۔ حضرت حسین بن زید بن علی (زین العابدین)

ان مذکورہ حضرات سے حدیث کی روایت ثابت ہے، حاکم نیسا پوری کا بیان ہے کہ اہل بیت اطہار کے راویان حدیث کی تعداد دو سو سے زیادہ ہے جس میں مرد اور عورتیں دونوں شریک ہیں، یہاں چند افراد کے نام بطور مثال کے لکھے گئے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں حضرت اسماءؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر، عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی بکر، محمد بن عبد الرحمن بن ابی بکر، قاسم بن محمد بن ابی بکر، عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دختری اولاد میں حضرت جعفر الصادق بن محمد الباقر ہیں، حضرت جعفر الصادق کا قول ہے۔

ابوبکر جدی أیسب الرجل جدہ لا شفعنی اللہ ان لم اقدمہ (معرفۃ علوم الحدیث)

ابو بکرؓ میرے نانا ہیں کیا کوئی شخص اپنے نانا کو دشنام دے سکتا ہے۔ خدا مجھے بیشرو نہ کرے اگر میں ان کو ابوبکر پیشرو نہ بنا دوں۔

یہ سب احادیث کے راویوں میں داخل ہیں۔

حضرت عمر فاروق کی اولاد میں جو ثقہ اور اثبات راویوں میں سے ہیں جن سے صحیح حدیث کی تخریج کی گئی ہے ان کی تعداد چالیس سے زیادہ ہے۔

سعد بن ابی وقاص صحابیؓ کی اولاد میں ۳۰۰ھ ہجری تک کافی تعداد میں حدیث کے فقہاء، ائمہ اور حفاظ گذرے ہیں جو سب ثقہ شمار کئے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبد الرحمن بن عوف صحابیؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعود صحابیؓ، حضرت عباس بن عبد المطلب صحابیؓ کی اولاد میں بھی حدیث کے راوی تھے۔

اب چند محدثین کی اولاد کے متعلق بیان کیا جاتا ہے، جن کا شمار حدیث کے راویوں میں ہے:

حضرت مالک بن انسؓ کی اولاد میں صرف یحیٰی بن مالک ایک فرزند تھے، دوسرے فرزند کی خبر نہیں ہے۔ محدث ثوری

کی کوئی اولاد نہ تھی۔ شعبۃ بن الحجاج محدث کے فرزند سعید بن شعبۃ تھے، عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی کے فرزند صرف محمد بن اوزاعی تھے، دوسرا فرزند نہ تھا، امام ابوحنیفہ کے فرزند حماد بن ابی حنیفہ تھے دوسرا فرزند نہ تھا، حماد ہی سے نسل جاری ہوئی ہے، امام شافعی کے دو فرزند عثمان اور محمد تھے، امام احمد بن حنبل کے دو فرزند صالح اور عبداللہ تھے، عبدالرحمٰن بن مہدی کے دو فرزند ابراہیم اور موسیٰ تھے تیسرا فرزند نہیں تھا، یحییٰ بن سعید کے محمد فرزند تھے۔ عبداللہ بن مبارک کے کوئی اولاد نہ تھی ان کی نسل جاری نہیں ہوئی، علی بن المدینی کے دو فرزند محمد اور عبداللہ تھے یہ دونوں اپنے والد سے حدیث کی روایت کرتے تھے، یحییٰ بن معین کی نرینہ کوئی اولاد نہ تھی ان کی نسل دختر سے جاری ہوئی ہے، امام بخاری اور امام مسلم کے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم)

موالی

موالی مولیٰ کی جمع ہے، عربی لغت میں لفظ مولیٰ متعدد و متضاد معانی پر مشتمل ہے مثلاً مولیٰ کے معانی میں مالک، رب، غلام، آزاد کرنے والا شخص، آزاد کردہ غلام بیٹا، چچا، چچازاد بھائی، پڑوسی، حلیف، قرابت مند، نزیل، شریک اور دوست وغیرہ، مولیٰ کی عمومی طور پر تین قسمیں کی گئی ہیں (۱) مولی الاسلام (۲) مولی الحلف (۳) مولی العتاقۃ۔ اسلام لانے کی وجہ سے جو موالی ہوتے تھے اُن کو موالی الاسلام کہتے تھے، اور امداد باہمی کی وجہ سے مولیٰ کہلانے والے مولی الحلف سمجھے جاتے تھے، اور غلامی سے آزاد ہونے والے کو مولی العتاقۃ کہتے تھے امام نووی نے لکھا ہے کہ گو موالی کے لفظ کا اطلاق سب ہی پر ہوتا ہے لیکن مولیٰ کے لفظ کا اطلاق زیادہ تر مولیٰ عتاقۃ ہی پر کیا جاتا ہے یعنی آزاد شدہ غلام ایہی مفہوم اس لفظ کا زیادہ عام اور غالب ہے۔"

موالی کا اطلاق اُن غیر عربی لوگوں پر ہوتا تھا جو خود یا اُن کے آباء و اجداد غلام ہونے کے بعد آزاد ہو جاتے تھے۔ اسی طرح موالی میں اس قسم کے لوگ بھی شریک تھے جن کا نسلاً کسی عربی قبیلہ سے تعلق نہ ہوتا تھا اور ان کا وطن عرب سے باہر کسی ملک میں ہوتا اسلامی علاقہ کے امن و اماں، عدل و انصاف کا شہرہ سن کر مسلمان ہونے کے بعد عربی قبائل کی آبادیوں مثلاً کوفہ، بصرہ وغیرہ کو وطن بنانا چاہتے تو کسی عربی قبیلہ سے دوستی اور باہمی امداد کا معاہدہ کرکے رہ پڑتے، پھر جس قبیلہ سے اُن کا تعلق ہوتا اُسی قبیلہ کی طرف اُن کو منسوب کر دیا جاتا تھا اور اس قبیلہ کے موالی میں شمار ہوتے تھے، اسی طرح جس عربی مسلمان کے ہاتھ پر غیر عربی آدمی اسلام لاتا تو جو قبیلہ اس عربی النسل آدمی کا ہوتا اسی قبیلہ کی طرف اس نو مسلم عجمی مسلمان کو بھی منسوب کر دیتے تھے، اور اسی طرح جو عجمی غلام آزاد کیا جاتا وہ اپنے آقائے عربی کی طرف یا اس کے خاندان کی طرف منسوب ہوتا تھا۔

اسلام نے غلاموں کے مظلوم طبقہ کو بلند ترین منزلوں تک پہنچایا ہے جن پر آزاد مسلمانوں کی رسائی بھی اپنے عہد اقبال و عروج میں آسان نہ تھی۔ مادی اور سیاسی راہوں میں بادشاہت و فرمانروائی تک اور علمی و دینی راہوں میں امامت و پیشوائی تک پہنچنے والے غلاموں کی اسلام میں بکثرت تعداد دیکھی جاتی ہے۔

اسلام میں غلاموں کو قرآن پڑھنے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے سیکھنے کی اجازت ہی نہیں دی گئی تھی۔ بلکہ یہ واقعہ ہے کہ خود مسلمانوں کو قرآن پڑھانے والے قرّاء عموماً اُن کے یہی غلام تھے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا بہت بڑا ذخیرہ مسلمانوں نے ان ہی غلاموں سے سیکھا اور پڑھا ہے۔

اسلام کی ابتدائی صدیوں میں عموماً غلاموں کو حصول علم کا کافی موقعہ ملا، جوں ہی اُن کو آزاد ہونے کا موقع ملتا تھا اور یہ مواقع اسلامی تعلیمات کی ترغیبات کی وجہ سے بکثرت پیش آتے رہتے تھے وہ علوم و فنون کی تحصیل میں مشغول ہو جاتے تھے جن میں اُن کے لئے، دین کی بھی ترقیاں مضمر تھیں اور دنیاوی سربلندیوں کی راہیں بھی واضح تھیں اب سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موالی کے حالات لکھے جاتے ہیں جو حاکم کی معرفۃ علوم الحدیث سے ماخوذ ہیں۔

۱۔ شُقران، یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حبشی غلام تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ کے پیش کر دیا تھا، آپ نے انہیں آزاد کر دیا، یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے موقع پر موجود تھے، اور آپ کی قبر مبارک پر چادر ڈالی تھی جو مشہور حدیث ہے۔

۲۔ ثوبان۔ یہ یمن کے قیدیوں میں سے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد فرما دیا تھا ان سے کثرت سے حدیثیں مروی ہیں۔

۳۔ رُویفع۔ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے قیدیوں میں سے تھے۔

۴۔ زید بن حارثہ۔ عرب کے قبیلہ کلب کے قیدیوں میں سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر احسان فرما کر آزاد فرما دیا آزادی کے بعد زید بن رسول اللہ کہے جانے لگے جب یہ آیت نازل ہوئی "ادعوھم لاٰبائھم" الآیۃ (پ ۲۱ سورۃ الاحزاب آیت ۵) ان موالی کو اُن کے آباء کے نام سے پکارو تو وہ زید بن حارثہ کہے جانے لگے۔ اُن کی بیوی (برکتہ) اُم ایمن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مولاۃ تھیں اُن کے بطن سے اُسامہ بن زید اور آنستہ پیدا ہوئے (حضرت زید بن حارثہ کا یہ خصوصیت ہے کہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں صرف ان ہی کا نام قرآن کریم میں آیا ہے "فلما قضیٰ زید منھا وطرا" پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۳۷۔" جب زید نے اپنا مقصد پورا کر لیا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب سے حضرت زینب بنت جحش سے حضرت زید بن حارثہ نے نکاح کیا تھا، مگر دونوں میں موافقت قائم نہیں رہی جس کی

دجے حضرت زید نے انہیں طلاق دیدی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب سے آسمان پر کر دیا جس سے انہوں نے ام المومنین ہونے کا شرف حاصل کیا۔ مولف) ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ انستہ بن زید بن حارثہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکۂ بدر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی تھی۔

۵۔ ابو کبشہ جن کا نام سُلیم ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ تھے۔ امام ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ ابو کبشہ بھی معرکۂ بدر میں موجود تھے۔

۶۔ ابو رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کہا جاتا ہے کہ ان کا نام ابراہیم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تزویج اپنی مولاۃ سلمیٰ سے کردی تھی جن کے بطن سے عبداللہ بن ابی رافع پیدا ہوئے جو امیر المومنین علی بن ابی طالب کے کاتب (منشی) تھے

۷۔ ابو موہیبتہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

۸۔ حمزہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حمزہ کی اولاد بھی تھی۔

۹۔ سلمان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت سلمان کے متعلق مذکور ہے کہ وہ غلام تھے، مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے، آپ نے انہیں خرید کے آزاد کر دیا۔

۱۰۔ سفینہ۔ محمد بن منکدر سے بیان کرتے ہیں کہ میں بحری جہاز میں سوار تھا وہ ٹوٹ گیا اس کے ایک تختہ پر میں سوار ہو گیا، موجوں نے ایک جزیرے میں پہنچا دیا، وہاں مجھے ایک شیر ملا، مجھے اس سے کچھ خوف نہیں ہوا، میں نے کہا اے ابو الحارث! (عربی میں شیر کی کنیت ہے) میں رسول اللہ کا مولیٰ ہوں، اُس نے مجھے اپنے کندھے سے دبایا اور راستے پر لاکے کھڑا کر دیا، پھر وہ دھاڑنے لگا، میں نے گمان کیا یہ اُس کا آخری سلام ہے۔

۱۱۔ مہران مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے حدیث مروی ہے۔

ہمارے محترم دوست مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم اپنی کتاب تدوین حدیث میں تابعین موالی کے متعلق لکھتے ہیں تابعین یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے معلومات حاصل کرنے والوں میں مشہور تابعی شامی مکحول ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سندھ سے وطنی تعلق رکھتے تھے۔ ۱۱۸ھ میں وفات پائی، جلالت قدر کا اُن کے اس سے اندازہ کیجیے کہ امام زہری جب اپنے زمانے کے اہل علم کا تذکرہ کرتے تو کہتے کہ حقیقی عالم اس زمانے میں تین ہی ہیں اور تین میں مکحول کا نام بھی لیا کرتے تھے، یہی مکحول اپنی تعلیمی روئیداد بیان کرتے ہوئے شاگردوں سے کہا کرتے تھے "میں مصر میں

آزاد کیا گیا، آزاد ہونے کے بعد میں نے یہ کیا کہ مصر میں علم کا جو ذخیرہ تھا جہاں تک میرا خیال ہے اس پر حاوی ہو گیا (یعنی علماء سے اس کو سیکھ لیا) پھر میں عراق پہونچا، عراق کے بعد مدینہ آیا ان دونوں شہروں میں بھی جو علم پھیلا ہوا تھا، اس کو جہاں تک سمجھتا ہوں میں نے سمیٹ لیا، پھر شام آیا اور اس کو تو میں نے چھلنی میں چھان لیا، شاید اختصار کے لئے بعض مقامات کا ذکر اس بیان میں انہوں نے ترک کر دیا ہے کیونکہ ان ہی کے بعض شاگردوں نے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں "روئے زمین کا پھیرا میں نے طلب علم میں لگایا ہے (یعنی اسلامی ممالک میں) سارے علاقوں کا دورہ علم کی تلاش میں میں نے کیا ہے۔

ان ہی موالی میں بعضوں کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ حصول آزادی سے پہلے ہی طلب علم میں وہ مشغول ہو جاتے تھے۔ رفیع بن مہران جو ابو العالیۃ الریاحی کے نام سے مشہور ہیں ۹۰ھ ہجری میں وفات ہوئی جلیل القدر تابعیوں میں ان کا شمار ہوتا ہے اپنا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"میں غلام تھا اور اپنے مالک کی خدمت کیا کرتا تھا، اس زمانے میں میں نے قرآن زبانی یاد کر لیا، اور عربی خط سیکھ لیا، اور غلاموں کا ایک طبقہ بھی حفظ قرآن میں اُن کے ساتھ تھا، قرآن کے پڑھنے میں غلاموں کا یہ گروہ کتنی محنت برداشت کرتا تھا وہی کہتے تھے کہ ہم لوگ غلام تھے بعض تو ہم میں اپنے مالکوں کو مقرر رقم ادا کرتے تھے اور ہم میں بعض اپنے مالکوں کی خدمت کیا کرتے تھے، با ایں ہمہ ہم لوگ شب میں قرآن پاک ایک دفعہ ختم کر لیا کرتے تھے: کہا کرتے تھے کہ خوش قسمتی سے اُن کو آخر میں ایک عربی خاتون نے خرید لیا اور پکڑ کر جامع مسجد لے گئی. جمعہ کی نماز کے لئے خطیب منبر پر جا چکا تھا اس خاتون نے امام اور نمازیوں کو خطاب کر کے کہا لوگو! گواہ رہو میں نے اس کو اللہ کے نام پر چھوڑ دیا ہے اب اس کا جو جی چاہے کرے"۔ پھر کیا تھا علم کا جو شوق اندر دبا تھا دل کھول کر اس کے پورا کرنے کا موقع اُن کو مل گیا، کہتے تھے کہ میرا حال یہ تھا کہ بصرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنتا اور معلوم ہوتا کہ فلاں صحابی جو مدینہ میں بھی متعدد ہیں وہ اس کے راوی ہیں تو اس وقت تک چین نہ لیتا جب تک کہ مدینہ پہونچ کر خود اُن صحابی سے اس روایت کو نہ سنتا (ابن سعد صہ ۸۱ ج ۷)

ابو العالیۃ جو ایک غریب عربی خاتون کے غلام تھے تحصیل علوم کر کے اس اونچے درجہ پر پہنچے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد بھائی حبر الامت ترجمان القرآن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس غلام کے ساتھ یہ سلوک کر رہے تھے جیسا کہ امام الذہبی خود ابو العالیۃ کی زبانی نقل کرتے ہیں (یعنی ابو العالیہ کے الفاظ نقل کرتے ہیں. مؤلف)

ابن عباس رضی اللہ عنہ مجھے اپنے ساتھ اس تخت پر بٹھایا کرتے جس پر وہ خود بیٹھے ہوتے، اور قریش تخت کے نیچے فرش پر

بیٹھے ہوتے۔ ابن عباسؓ تخت پر نیچے بٹھانے کے بعد قریش کے ان لوگوں کی طرف خطاب کرکے کہتے کہ علم یوں ہی آدمی کی عزت کو بڑھاتا ہے وہ بیٹھتا ہے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں۔ پھر ایک دوسرے موقع کے متعلق ابوالعالیہ کہتے ہیں۔

"میں ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اس زمانے میں وہ بصرہ کے امیر (گورنر) تھے مجھے دیکھ کر ابن عباسؓ نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا اور پکڑ کر مجھے اپنے ساتھ بٹھایا حتیٰ کہ اس تخت پر بالکل ان کے برابر بیٹھ گیا اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس وقت ابوالعالیہ معمولی گھٹیا درجے کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

۲۔ فاروق اعظمؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا جاتا ہے کہ بنو مخزوم کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) مجاہد بن جبیرؒ گھوڑے پر سوار ہیں اور ابن عمرؓ ان کی رکاب تھامے ہوئے ہیں، خود مجاہد بیان کرتے ہیں بسا اوقات ابن عمرؓ میرے گھوڑے کی رکاب تھام لیتے تھے۔

آج بھی مجاہدؒ کا شمار ائمہ مفسرین میں ہے یہ اس علم کا نتیجہ تھا جسے صحابہ کی صحبتوں میں مجاہد نے حاصل کیا تھا۔

۳۔ حضرت ابن عمرؓ کے مولیٰ زید بن اسلم کا مسجد نبوی میں تعلیمی حلقہ تھا، حضرت امام زین العابدین عموماً استفادہ کے لئے اسی حلقہ میں جاکر شریک ہوتے، بعض جاہلی حمیت والوں نے پوچھا کہ قریش کی مجلس کو چھوڑ کر ایک مولیٰ کے حلقہ میں جاکر آپ بیٹھتے ہیں؟ اس وقت یہ ارشاد ہوا "جس سے نفع پہنچے آدمی کو وہیں بیٹھنا چاہئے (ابن سعد ۱۵۸ ۵)

۴۔ موالی علماء میں کوفہ کے ایک مشہور عالم حبیب بن ثابت تابعی ہیں، ابویحییٰ القتات کے حوالہ سے امام ذہبی نے نقل کیا ہے کہ طائف کے سفر میں میں اُن کے ساتھ تھا جس وقت طائف میں ہمارا داخلہ ہوا تو حبیب کے احترام میں وہاں کی خلقت کچھ اس طرح ٹوٹ پڑی تھی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس شہر والوں کے پاس کوئی پیغمبر آگیا۔

۵۔ منصور بن زاذان جو موالی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے جب اُن کی وفات ہوئی تو جنازے میں مسلمانوں کے سوا عیسائیوں کا ایک گروہ اور یہودیوں کا ایک گروہ بھی الگ الگ جنازے میں شریک تھا۔

۶۔ مصر کے مولیٰ عالم و فقیہ یزید بن حبیب تھے، مشہور محدث، ابن لہیعہ کے بیان کے مطابق یزید سیاہ حبشی تھے گویا کوئلہ تھے، مگر علم و فضل و دیانت و تقویٰ کا جو نور ان سے پھوٹ پھوٹ کر بکھر رہا تھا سارے مصر کو منور کئے ہوئے تھا انہی نے مصر میں یہ حالت پیدا کر دی تھی کہ حکومت کی گدی پر نیا حکمران جب بیٹھتا اور بیعت لینے والے مصر کے باشندوں سے بیعت لینے کے لئے آتے تو ہر ایک کا یہی جواب ہوتا کہ یزید بن حبیب اور ان کے ہمعصر ایک دوسرے مولیٰ عالم عبیداللہ بن ابی جعفر جو کچھ کریں گے وہی ہم بھی کریں گے یہ دونوں مصر کے تابناک جواہر سمجھے جاتے تھے، اور لیث بن سعد جو مصر کے مشہور عالم

اور امراء میں سے تھے وہ بھی کہتے تھے کہ یزید بن حبیب ہمارے ملک کے عالم، سردار اور پیشوا ہیں۔

۷۔ بصرہ کے مشہور محدث ایوب سختیانی جو موالی میں سے تھے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے خواجہ حسن بصری بھری مجلسوں میں کہتے تھے کہ بصرہ کے نوجوانوں کے سردار وہی ہیں۔

۸۔۹۔ محمد بن سیرین اور خواجہ حسن بصری یہ دونوں بھی خاندان موالی سے تعلق رکھتے تھے اور عربوں اور غیر عربوں میں سردار سمجھے جاتے تھے۔

۱۰۔ خلیفہ ہارون رشید کی ملکہ زبیدہ خاتون جب ہارون کے ساتھ سفر میں تھیں اور شہر رقہ میں قیام تھا اس عرصہ میں عبداللہ بن المبارک جو علمائے موالی میں تھے خبر مشہور ہوئی کہ آج شہر میں آنے والے ہیں اچانک غل شور اور ہنگامہ کی آواز بلند ہوئی، زبیدہ نے پوچھا کہ قصہ کیا ہے۔ جس وقت یہ جواب دیا گیا کہ ابن المبارک آج رقہ آرہے تھے شہر والے ان کے استقبال کو نکلے ہیں تو کہنے لگیں یہ ہے خدا کی قسم حکومت نہ کہ ہارون کی حکومت جس کے لئے لوگ پولیس اور پولیس کے ملازم کے ذریعہ جمع ہوتے ہیں۔

۱۱۔ حضرت ابن عباس رض کے موالی عکرمہ جب بصرہ پہونچے تو اُن کو دیکھنے کے لئے لوگ ٹوٹ پڑے حتی کہ گھر کی چھتوں پر بھی چڑھ کر دیکھنے لگے۔

۱۲۔ شہر مدینہ میں کوفہ کے موالی عالم حکم بن عُتیبہ جب کبھی تشریف لاتے تو مسجد نبوی کی خاص جگہ لوگ اُن کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔

ذیل کے چند موالی کے نام امام حاکم کی کتاب معرفۃ علوم الحدیث سے لکھے جاتے ہیں:۔

۱۳۔ شہر مرو سے چار آدمی غلاموں کی اولاد میں ایسے نکلے کہ ان میں ہر ایک اپنے وقت کا امام تھا یعنی عبداللہ بن المبارک اور ان کے والد مبارک غلام تھے، ابراہیم بن صائغ اور ان کے والد میمون صائغ غلام تھے، حسین بن واقد اور ان کے والد واقد غلام تھے اور ابو حمزہ محمد بن میمون السکری اور اُن کے والد میمون غلام تھے یعنی عبداللہ، ابراہیم، حسین اور ابو حمزہ محمد یہ چاروں محدث اور عالم ہوئے اور ان چاروں کے والد غلام تھے۔

۱۴۔ ثُرطبان یہ عبداللہ بن ذرّہ المزنی کے غلام تھے اور یہ عبداللہ بن عون کے جد تھے۔

۱۵۔ ام الحسن خیرہ حضرت اُم سلمہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مولاۃ تھیں۔

۱۶۔ نوح بن کیسان العنبری اور کیسان مولی تھے ایوب بن ازہر العنبری کے۔

۱۷۔ مالک بن دینار اور دینار بنو سامہ بن لُوی کی ایک عورت کے مولی تھے۔

۱۸۔ عبدالعزیز بن صہیب یہ عبدالعزیز العبد کے جلد تر تھے، حضرت انس بن مالکؓ کے موالی میں سے تھے۔

۱۹۔ حمید بن ابی حمید الطویل ان کے والد ابو حمید کا نام طرخان ہے جو طلحۃ الطلحات اور طلحہ خزاعی کے موالی تھے۔

۲۰۔ شعیب بن الحجاب اور حجاب بنو واقد کے موالی تھے۔

۲۱۔ نافع یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے موالی تھے جو نیشاپور کے قیدیوں میں سے تھے۔

۲۲۔ عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج اور ہرمز غلام تھے۔

۲۳۔ ابو عبید یہ عبدالرحمٰن بن ازہر کے موالی تھے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے موالی تھے۔

۲۴۔ ابوسعید کیسان المقبری یہ بنولیث بن بکر کے موالی تھے۔

۲۵۔ افلح یہ حضرت ابوایوب کے موالی تھے، حضرت ابوایوب انصاری نے چالیس ہزار درہم پر انہیں مکاتب بنایا تھا یعنی اتنی رقم ادا کرنے پر آزاد کر دئے جائیں گے۔ بعد ازاں حضرت ابوایوب انصاری اپنی کتابت پر نادم ہوئے اور انہیں اپنی خدمت پر واپس بلا کر آزاد کر دیا۔

۲۶ تا ۲۸۔ سلیمان، عطاء، اور عبدالملک یہ تینوں یسار کے بیٹے تھے، اور یہ تینوں فقہائے تابعین میں سے تھے ان کے والد یسار حضرت ام المؤمنین میمونہؓ کے موالی تھے، یسار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

۲۹۔ ابو مرۃ حضرت عقیل بن ابی طالب کے موالی تھے اور بڑے تابعین میں سے تھے۔

۳۰۔ صالح بن نبہان اور نبہان موالی تھے توامہ بنت امیہ بن خلف قرشی کے۔

۳۱۔ عمرو بن دینار اور دینار موالی تھے باذان الجمحی کے۔

موالی کے متعلق عبدالملک اور امام زہری کا مکالمہ

مروانی حکمران عبدالملک بن مروان اور ابن شہاب زہری کے درمیان ایک مکالمہ امام حاکم نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں درج کیا ہے جس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم و عمل کے لحاظ سے موالی علماء کتنے بلند مراتب پر پہونچ گئے تھے، باوجودیکہ مروانیوں کا حکمران طبقہ عربی عصبیت کو ابھار کر اور موالی کو نیچے گرا کر سیاسی فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے تاہم جمہور مسلمانوں میں ان موالی علماء کی بڑی قدر و منزلت تھی اور انہیں اپنا دینی پیشوا بنانے میں فخر محسوس کرتے تھے، وہ مکالمہ یہ ہے:۔

امام ابن شہاب زہری خلیفہ عبدالملک کے دربار میں ایک دفعہ پہونچے، اُس نے پوچھا کہ زہری کیا بتا سکتے ہو کہ مسلمانوں کے مختلف امصار اور شہروں میں آج کل سب سے بڑے عالم جو مرجع انام ہوں کون لوگ ہیں زہری نے کہا

کیوں نہیں فرماتے کہ کس کس شہر کے ائمہ کو بتاؤں، عبد الملک نے حسب ذیل ترتیب سے پوچھنا شروع کیا۔

عبد الملک۔ تم اس وقت کہاں سے آرہے ہو؟

زہری۔ مکہ معظمہ سے۔

عبد الملک۔ مکہ میں کس شخص کو چھوڑ کر آئے ہو جو اس وقت مکہ والوں کی پیشوائی کر رہا ہے؟

زہری۔ عطاء بن ابی رباح۔

عبد الملک۔ عرب خاندان کے آدمی ہیں یا موالی سے ان کا تعلق ہے؟

زہری۔ موالی سے۔

عبد الملک۔ کس چیز نے عطا کو یہ مقام عطا کیا؟

زہری۔ دین اور حدیثوں کی روایت نے۔

عبد الملک۔ ٹھیک ہے یہ دونوں چیزیں ہیں ہی ایسی کہ آدمی کو پیشوائی عطا کریں، خیر بتاؤ یمن کا امام اور پیشوا مسلمانوں کا آج کل کون ہے؟

زہری۔ طاؤس بن کیسان۔

عبد الملک۔ کیا عرب سے نسلی تعلق رکھتے ہیں یا موالی سے ہیں؟

زہری۔ موالی سے۔

عبد الملک۔ اس شخص کو کس چیز نے یہ بڑائی عطا کی ہے؟

زہری۔ ان ہی باتوں نے جس نے عطا کو بڑھنے کا موقع دیا ہے۔

عبد الملک۔ اچھا مصر کا امام ان دنوں کون ہے؟

زہری۔ یزید بن ابی حبیب۔

عبد الملک۔ عرب ہیں یا موالی میں سے یہ بھی ہیں؟

زہری۔ موالی ہی سے ان کا بھی تعلق ہے۔

عبد الملک۔ اور شام کا پیشوا آج کل کون ہے؟

زہری۔ مکحول۔

عبد الملک۔ عرب یا موالی۔

زُہری۔ موالی سے ان کا بھی تعلق ہے، غلام تھے، قبیلہ ہُذَیل کی ایک عورت نے ان کو آزاد کیا تھا۔

عبدالملک۔ جزیرۃ (یعنی فُرات اور دریائے دجلہ کے درمیانی علاقے) کا امام کون ہے؟

زُہری۔ میمون بن مہران۔

عبدالملک۔ مولیٰ ہیں یا عربی؟

زہری۔ مولیٰ۔

عبدالملک۔ خراسان کا سب سے بڑا آدمی آج کل کون ہے؟

زُہری۔ ضحاک بن مزاحم۔

عبدالملک۔ مولیٰ یا عربی؟

زُہری۔ مولیٰ۔

عبدالملک۔ بصرہ کا بتاؤ کہ امام کون ہے؟

زہری۔ حسن بن ابی الحسن (یعنی خواجہ حسن بصری)

عبدالملک۔ مولیٰ یا عربی؟

زُہری۔ مولیٰ۔

عبدالملک۔ ویلک (تجھ پر افسوس ہے) آخر کوفہ میں مسلمانوں کی دینی پیشوائی کی باگ کس کے ہاتھ میں ہے؟

زُہری۔ ابراہیم النخعی۔

عبدالملک۔ کیا یہ بھی مولیٰ ہیں یا عربی النسل؟

زُہری۔ یہ عربی النسل عالم ہیں۔

عبدالملک۔ تمہارا بھلا ہو زہری تم نے میرے غم کو دور کر دیا، بخدا یہ موالی عرب پر چھا جائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ منبر ولی پہ خطبہ دیں گے اور عرب منبروں کے نیچے رہیں گے۔

زُہری۔ اے امیر المؤمنین! یہ خدا کا حکم اور اس کا دین ہے جس نے اس کی حفاظت کی اسے سیادت ملی اور جس نے اللہ کے دین کو ضائع کیا وہ نیچے گر کر رہا۔

تابعین اور اتباع تابعین کے مشہور ثقہ ائمہ

۱۔ اہل مدینہ میں حسب ذیل حضرات ہیں:۔ محمد بن مسلم الزہری، محمد بن منکدر القرشی، محمد و موسیٰ و ابراہیم پسران تیمیٰ

عتبہ بن ابی عیاش کے فرزند ہیں، ثور بن زید الدیلی۔ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن الرائی، سعد بن ابراہیم الزہری، صفوان بن سلیم الزہری، عبداللہ بن دینار العدوی۔ عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم الانصاری، عبیداللہ بن عمر بن حفص العمری، یحییٰ و عبد ربہ و سعد یہ تینوں سعید بن قیس الانصاری کے فرزند ہیں، عمارہ بن غزیۃ الانصاری، مالک بن انس الاصبحی، نافع و زید یہ دونوں عبدالرحمٰن بن ابی نعیم انصاری کے لڑکے ہیں، زید بن اسلم العدوی، عبداللہ بن الفضل الہاشمی عمر بن عبدالعزیز، ابوحازم سلمہ بن دینار الزاہد، یزید بن رومان، صالح بن کیسان، ابوسہیل نافع بن مالک، ابوطوالہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن معمر بن حزم القاضی، عبدالرحمٰن بن حرملۃ، بکیر بن عبداللہ بن الاشج مدنی یہ مصر میں بس گئے تھے پھر مدینہ آگئے اور یہاں وفات پائی، زید بن علی بن الحسین الشہید، جعفر الصادق بن محمد الباقر، مسلم بن ابی مریم، صدقہ بن یسار، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار، عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز، شبل بن العلاء الحرقی، خارجہ بن زید بن ثابت، اسماعیل بن ابی حکیم، عبداللہ بن سعید بن ابی ہند، ربیعۃ بن عثمان التیمی۔

۲۔ اہل مکہ کے یہ لوگ ہیں:۔ ابراہیم بن میسرہ، اسماعیل بن امیۃ، ایوب بن موسیٰ، مجاہد بن جبر، داؤد بن شابور عمرو بن دینار، زیاد بن سعد، عبدالملک بن جریج، عبداللہ بن کثیر القاری، یعقوب بن عطاء بن ابی رباح، قیس بن سعد، حمید بن قیس الاعرج، شبل بن عباد، عبداللہ بن ابی نجیح، عبداللہ بن عثمان بن خثیم، عبدالوہاب بن بخت، عثمان بن الاسود، علی بن صالح المکی، عبداللہ بن عطاء، فضیل بن عیاض۔ خلاد بن عطاء، بن ابی رباح

۳۔ اہل مصر کے یہ حضرات ہیں:۔ عمرو بن الحارث، خیر بن نعیم الحضرمی، یزید بن ابی حبیب، عیاش بن عباس القتبانی عبیداللہ بن ابی جعفر، عبداللہ بن سلیمان الطویل، کثیر بن فرقد، عبدالرحمٰن بن خالد بن مسافر ان سے صحیحین میں حدیث مخرج ہے اور یہ امیر مصر تھے۔ زہرۃ بن معبد بن عبداللہ بن ہشام بن زہرۃ القرشی، عبدالرحمٰن بن شریح الغافقی، حیوۃ بن شریح التجیبی، عبداللہ بن عیاش القتبانی، طلحۃ بن عبدالملک الایلی، زریق بن حکیم الایلی۔

۴۔ اہل شام کے یہ حضرات ہیں:۔ ابراہیم بن ابی عبلۃ العقیلی، عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی، شعیب بن ابی حمزۃ الحمصی محمد بن الولید الزبیدی، ضمضم بن زرعۃ، رجاء بن حیوۃ الکندی، عبداللہ بن الجبیر بن الحمصی، یونس بن میسرۃ بن حلبس الکنانی، عبادۃ بن نسی الکندی، بحیر بن سعد الکلاعی، زید بن واقد الدمشقی، عاصم بن رجاء بن حیوۃ الکندی، الوضین بن عطاء، النعمان بن المنذر الدمشقی، عبداللہ بن شوذب، میسرۃ بن معبد اللخمی، عبدالعزیز بن عبداللہ بن حمزہ بن صہیب، ابووہب عبیداللہ بن عبید الکلاعی، یزید بن ابی مریم، ابوبکر بن ابی مریم الغسانی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عبدالسلام ہے، العلاء بن الحارث، مکحول الفقیہ، ہشام بن الغاز بن ربیعۃ الجرشی، ابومعبد حفص بن غیلان، حجۃ بن مدرک الغسانی،

عبدالرحمن بن یزید بن جابر، یزید بن یزید بن جابر، ابراہیم بن مرۃ، ارطاۃ بن المنذر السکونی، عبداللہ بن العلاء ابن زبر، بشر بن العلاء بن زبر، محمد بن زیاد الالہانی، یحیی بن ابی عمرو الشیبانی، یحیی بن الحارث الذماری، رجاء بن سلیمان، حریز بن عثمان الرحبی، ثابت بن ثوبان الدمشقی، عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان، سعید بن عبدالعزیز التنوخی، برد بن سنان الدمشقی، ثور بن یزید الکلاعی، عروہ بن رویم اللخمی، یحیی بن یحیی الغسانی، شرحبیل بن مسلم الخولانی، عبدالرحمن نمر الیحصبی، سعید بن بشیر الدمشقی، نمیر بن یزید التنیسی یہ عزیز الحدیث کے راوی ہیں، عمرو بن قیس الکندی، نصر بن علقمہ، ابوشیبہ یحیی بن عبدالرحمن، عمر بن یزید النصری، اسماعیل بن عبیداللہ بن ابی مہاجر، بلال بن سعد، سلمۃ بن العیار الفزاری، ام الدرداء الانصاریہ، جنادہ بن ابی امیہ، ارطاۃ بن المنذر۔

۵۔ اہل یمن کے یہ حضرات ہیں:۔ حجر بن قیس المدری، الضحاک بن فیروز الدیلمی، ابوالاشعث شرحبیل بن کلیب بن آدۃ الصنعانی، المطعم بن المقدام الصنعانی، راشد بن داود الصنعانی، حنش بن عبداللہ الصنعانی، عمر بن حبیب الصنعانی، شہاب بن عبداللہ الخولانی، ایمن بن نابل یمنی ہیں مکہ میں بس گئے تھے، وہب، ہمام، معقل، عمر یہ چاروں منبہ کے فرزند ہیں اور سب ثقہ ہیں، معقل زیادہ تر عزیز حدیث کے راوی ہیں، سماک بن الفضل الخولانی، المغیرہ بن حکیم الصنعانی، عمرو بن مسلم الجندی، الحکم بن ابان العدنی، النضر بن کثیر العدنی، عبداللہ بن طاؤس عزیز الحدیث ہیں، ہمام بن نافع الصنعانی، شریف بن ابراہیم صنعانی عزیز الحدیث کے راوی ہیں، طاؤس بن کیسان، عبداللہ بن طاؤس، محمد بن عبداللہ بن طاؤس، طاؤس بن عبداللہ بن طاؤس، سماک بن الولید الحنفی الیمانی۔

۶۔ اہل یمامہ کے ثقہ حضرات: ضمضم بن جوس الیمامی، ہلال بن سراج الحنفی، عبداللہ بن بدر الیمامی، ابوکثیر یزید بن عبدالرحمن السحیمی، یحیی بن ابی کثیر، عبداللہ بن یحیی بن ابی کثیر۔

۷۔ اہل کوفہ کے ثقہ حضرات: الربیع بن خثیم العابد، صعصعۃ بن صوحان العبدی، کمیل بن زیاد النخعی، عامر بن شراحیل الشعبی، سعید بن جبیر الاسدی، ابراہیم النخعی، ابواسحاق السبیعی، عبدالملک بن عمیر اللخمی، محارب بن دثار الذہلی، آدم بن علی الشیبانی، وبرۃ بن عبدالرحمن السلمی، عدی بن ثابت الانصاری، مسلم بن عمران البطین، علی بن الاقمر الوادعی اور ان کے بھائی کلثوم بن الاقمر، یہ بہت زیادہ عزیز حدیث کے راوی تھے، واصل بن حیان الاحدب، عبدالملک بن میسرۃ الہلالی الزراد، طلحہ بن مصرف الیامی، زبید بن الحارث الیامی، سلمہ بن کہیل الحضرمی، الحر بن الصیاح النخعی، حبیب بن ابی ثابت الاسدی، ابوحصین عثمان بن عاصم الثقفی، ابوعون محمد بن عبیداللہ الثقفی، عون بن عبداللہ بن عتبۃ ابن مسعود، معن بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود، عبدالعزیز بن رفیع الاسدی، عبدالملک ابن سعید بن جبیر، محمد بن قیس الہمدانی، ابوفروۃ مسلم بن سالم الجہنی، ابو زرعہ عروۃ بن الحارث

الہمدانی، سعید بن ابی بردۃ بن ابی موسی الاشعری، ابو صخرۃ جامع بن شداد المحاربی عیاش بن عمرو العامری، الرکین بن الربیع بن عمیلۃ الفزاری، ہلال بن حمید الوزان، موسی بن ابی عائشۃ الہمدانی، بیان بن بشر الاحمسی، اسماعیل بن رجاء الزبیدی، اسماعیل بن عبد الرحمٰن السدی۔ علی بن مدرک النخعی، قیس بن وہب الہمدانی، الزبیر بن عدی الیامی، سعید بن مسروق الثوری، جامع ابن ابی راشد اور اُن کے بھائی الربیع بن ابی راشد، الحکم بن عُتیبۃ الکندی، حماد بن ابی سلیمان اور یہ ابراہیم بن ابی موسی الاشعری کے مولیٰ ہیں، الفضیل بن عمر الفقیمی اور اُن کے بھائی الحسن بن عمرو الفقیمی، الحارث بن یزید العکلی، عبدۃ بن ابی لُبابۃ القرشی یہ قریشی مولیٰ ہیں، سعید بن عمرو بن اشوع الہمدانی، منصور بن المعتمر السُّلمی، ابو معشر زیاد بن کلیب التیمی، ابراہیم بن مہاجر البجلی، علقمہ بن مرثد الحضرمی، ابو مالک سعد بن طارق الاشجعی، مغیرۃ بن مقسم الضبی، عمار بن معاویۃ الدہنی، قابوس بن ابی ظبیان الجنبی، ابو سنان ضرار بن مُرۃ الشیبانی، حبیب بن ابی عمرۃ الازدی۔ الربیع بن خثیم الاسدی۔ سلیمان بن مہران الکاہلی: الاعمش الاسدی، اسماعیل بن ابی خالد البجلی، ابو اسحاق الشیبانی سلیمان بن فیروز، مطرف بن طریف الحارثی، اسماعیل بن سمیع الحنفی، خالد بن سلمۃ بن العاص المخزومی اور یہی فأفأ ہیں، ہارون بن عنترۃ الشیبانی، الحسن بن عبید اللہ النخعی، المخارق بن حبیب الصیرفی، ابو سعد سعید بن المرزبان البقال، محمد بن سالم ابو سالم العبسی، ابو حیان یحییٰ بن سعید التیمی، موسیٰ بن عبد اللہ الجُہنی، عبد اللہ بن شبرمۃ الضبی، غیلان بن جامع المحاربی، مخول بن راشد النخعی، الصلت بن بہرام الہلالی، بکیر بن عامر البجلی، محمد بن قیس الاسدی، عمر بن ذر بن عبد اللہ الہمدانی، عبد اللہ بن حبیب بن ابی ثابت الاسدی۔ القاسم بن الولید الہمدانی، ابان بن تغلب الربعی، مسعر بن کدام الہلالی، ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت التیمی، مالک بن مغول البجلی، ابو العمیس عُتبۃ بن عبد اللہ المسعودی، عبد الجبار بن العباس الشبامی، عبد الرحمٰن بن زبید الیامی۔ سفیان بن سعید الثوری، عمر بن سعید الثوری، یہ دونوں بھائی ہیں۔ محمد بن سوقۃ البجلی، زیادۃ بن سوقۃ، عبد اللہ بن سوقۃ، عبد الرحمٰن بن سوقۃ، سعید بن سوقۃ، یوسف بن اسحاق بن ابی اسحاق السبیعی، علی بن صالح ابن حی، الحسن بن صالح بن حی، کامل بن العلاء التیمی، القاسم بن معن بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود، سعیر بن الخمس التیمی، عباس بن ذریح الہمدانی، عیسیٰ بن عمر النحوی، فرات بن ابی عبد الرحمٰن القزاز، فراس بن یحییٰ الخارفی، کثیر بن قاروندا، ابو اسماعیل النہری، موسیٰ بن عبد الملک بن عمیر اللخمی، ابو البلاد یحییٰ بن ابی سُلیم عبد الملک بن سعید بن ابجر الہمدانی، حصین بن عبد الرحمٰن النخعی، عبد الملک بن اعین العجلی، عبد الرحمٰن بن الاصبہانی، عبد اللہ بن عبد اللہ الرازی، الزبیع بن الرُکین بن الربیع الفزاری، رقبۃ بن مصقلۃ العبدی، عمرو بن قیس المُلائی، وائل بن داؤد اور ان کے بیٹے

بکر بن وائل، یزید بن کیسان، العلاء بن المسیب بن رافع، عبداللہ بن ابی السفر الہمدانی، عمر بن ابی زائدۃ اور ان کے بھائی زکریا، مطیع بن عبداللہ الغزال، عبداللہ بن الحارث یہ شعبی کے بھانجے ہیں، چند حدیثوں کے راوی ہیں، سلیم مولی الشعبی، سنتر بن مسلم البطین، الفضل بن یزید الثمالی، مزاحم بن زفر، بختری بن المختار ان سے وکیع اور دوسرے لوگ روایت کرتے ہیں، الصلت بن بہرام، عبداللہ بن عیسی بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ، ادریس بن یزید الاودی، الحسن بن سالم بن ابی الجعد، ہشام بن عبدالرحمٰن الصیرفی، مساور الوراق، صدقۃ بن ابی عمران، نصیر بن ابی الاشعث القناسی، ابراہیم بن حرب یہ سماک کے بھائی ہیں، تین حدیثیں سند کے ساتھ بیان کیں۔ سعید بن سماک بن حرب، عزرۃ بن عبداللہ القشیری، عیسی بن قرطاس تقریباً دس حدیثیں سند کے ساتھ بیان کیں، یوسف بن میمون الصباغ، زید بن عطاء بن السائب، اسحاق بن اسحاق الشیبانی، سلیمان بن قرم، عبداللہ بن عمرو بن عمرو بن مرۃ، عبداللہ بن حبیب بن ابی ثابت۔ عبداللہ بن مسلم اخا ابی حماد، ثابت بن محارب بن دثار ایک حدیث کے راوی ہیں، محمد بن علی السلمی، جابر بن الحر جابر بن یحیی الحضرمی، عبدالمومن بن القاسم الانصاری، نصر بن عبدالرحمٰن الخزاز، حمزۃ بن حبیب الزیات، حبیب بن حبیب یہ حمزہ کے بھائی ہیں، الابیض ابن ابان القرشی، مفضل بن مہلہل اور ان کے بھائی الفضل بن مہلہل، داود بن نصیر الطائی زفر بن الہذیل، سعد الکاتب یہ شعبی سے روایت کرتے ہیں اور یہ راویوں میں تقریباً دو عزیز حدیث کے راوی ہیں، ابو حماد مفضل بن صدقۃ الحنفی، عباس بن ذریح، محمد بن منصور المشرقی، عمران بن مسلم القیسی، ابو ایوب عبداللہ بن علی الافریقی، محمد بن السماک ابو منصور، زیاد بن زیاد بن خیثمہ، بلال بن عثمان، یحیی بن ابوب البجلی، جریر بن ایوب البجلی، اسماعیل بن سمیع الحنفی، ابیض بن الاغر الذہلی، آدم بن عیینہ، محمد بن عیینہ، حبیب بن احسان ابن ابی الاشرس، صباح بن یحیی المولی الطعمۃ بن غیلان، عبداللہ بن مسعر بن کدام، عبداللہ بن المختار ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بصری تھے کوفہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ عائذ بن نصیب العائذی یہ آخر زمانہ میں مصر میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ زکریا بن خالد الاسدی، فضیل بن غزوان، محمد بن جحادۃ الایادی، یاسر بن سعد العجلی، عمرو بن مرۃ، عبداللہ بن سعید بن عمیر، عبدالملک بن سعید بن جبیر، علقمۃ بن مرثد الحضرمی۔

۲۰۔ اہل جزیرہ کے یہ حضرات: میمون بن مہران، عمرو بن میمون بن مہران، کثیر بن مرۃ الحضرمی، عبداللہ بن بسر الحمرانی، خالد بن معدان العابد، ابو الزاہریۃ، حدیر بن کریب، ثور بن یزید ابو خالد الرحبی، یہ رحبۃ حمص کے جوہری ہیں شامی نہیں، خصیف بن عبدالرحمٰن الجزری، خصاف بن عبدالرحمٰن یہ عزیز حدیث کے راوی ہیں۔ سالم بن عجلان الافطس، علی بن بذیمۃ الحرانی، عریف بن درہم، معاویہ بن عقبہ، اسد بن عبدالرحمٰن المعیرقی، داود بن عیسی النخعی کوفہ کے رہنے والے تھے۔

جریرا میں سکونت اختیار کی، زہیر، حُدیج اور رُحیل ابنائے بنو معاویہ یہ سب کوفی تھے جزیرہ میں سکونت اختیار کی سابق بن عبداللہ البربری رقّی، صاعد بن مسلم، عبداللہ بن مالک الجزری، عمرو بن سلیمان القبی، معقل بن عبداللہ الجزری، ورقہ بن عمر الیشکری کوفی تھے جزیرۃ میں سکونت اختیار کی، ان میں سے حدیث کی تخریج کی: زید بن رفیع، زید بن ابی اُنیسہ، جعفر بن برقان، النضر بن عربی، غالب بن عبیداللہ الجزری۔

۹۔ اہل بصرۃ کے یہ حضرات ہیں: ایوب بن تمیمہ السختیانی، اشعث بن عبدالملک الحمرانی، معاویۃ ابن قُرّۃ المزنی، ایاس بن معاویۃ بن قُرّۃ، بکر بن عبداللہ المزنی، بہز بن حکیم القشیری، توبۃ بن عبدالرحمٰن العنبری، ثُمامۃ بن عبداللہ بن انس، جعفر بن ابی وحشیۃ ابوبشر، جعفر بن حیان العطاردی، حبیب بن الشہید، یونس بن عُبید، خالد بن مہران الحذّاء، سلیمان بن طرخان التیمی، عبداللہ بن عون، یحییٰ بن عتیق، داؤد بن ابی ہند، رشد بن نجیح الحمانی، ابوعمرو بن العلاء بن عمار بن العریان بن عبداللہ بن الحصین بن الحارث بن دلہم یہ خزاعۃ بن مازن کے خاندان سے تھے اور ان کے دو بھائی سفیان و معاذ بھی اہل ثقہ تھے واصل بن عبدالرحمٰن ابوحرۃ الرقاشی اور ان کے بھائی سعید بن عبدالرحمٰن الرقاشی، سلمۃ بن علقمۃ، سالم بن رزین، سلیم بن حیان، سعید بن ابی عروبۃ، سہل بن مسلم السراج، سرار بن مجشر، سوار بن عبداللہ العنبری الکبیر، السری بن یحییٰ، شعبۃ بن الحجاج، شعیب بن الحبحاب، شبیل بن عزرۃ، عبداللہ بن بکر المزنی، عبدالرحمٰن السراج، عثمان بن ابی حفصۃ، عمران بن حُدیر، عمران بن مسلم القصیر، معلی بن الحکم البنانی، عاصم بن سلیمان الاحول، عقبۃ بن خالد الشنی، فرقد السبخی، قُرّۃ بن خالد السدوسی، محمد بن زیاد القرشی، محمد بن واسع، محمد بن عمرو، ابوسہل الانصاری، محمد بن الزبیر الحنظلی، محمد بن بشیر بن بشیر الاسلمی، منصور بن زاذان، مالک بن دینار، مطر بن طہمان الوراق، معاویۃ بن عبدالکریم الضال، میمون بن موسیٰ المرئی، عبیداللہ بن الحسن العنبری، ہارون بن رئاب الاسیدی، ہارون بن موسیٰ النحوی، ہشام بن حسان، ہلال بن حق، یزید بن ابراہیم التُستری، قتادۃ بن دعامۃ السدوسی، حُمید بن ہلال العدوی، ابوخلدۃ خالد بن دینار الحنفی، الاسود بن شیبان، ابوعامر صالح بن رستم الخزاز، میمون بن سیاہ، روح بن القاسم، زکریا بن حکیم الحبطی، سالم بن ابی الذیال۔

۱۰۔ اہل واسط کے یہ حضرات ثقہ تھے: ابوہاشم یحییٰ بن دینار الرمانی، خلف بن حوشب، العوام بن حوشب، طلاب بن حوشب، یوسف بن حوشب، ابوخالد یزید بن عبدالرحمٰن الدالانی، سفیان بن حسین، اصبغ بن یزید الوراق یہ قرآن مجید لکھا کرتے تھے، اسماعیل بن سالم۔

۱۱۔ اہل خراسان کے ثقہ حضرات یہ تھے: محمد بن زیاد قاضی مرو یہ سعید بن جُبیر وغیرہ سے یہاں روایت کرتے تھے، عثمان بن ابی رواد العتکی زہری وغیرہ سے سماعت کی عزیز الحدیث کے راوی تھے، عزرۃ بن ثابت الانصاری اور ان کے بھائی محمد بن ثابت الانصاری

اور علی بن ثابت الانصاری، یزید بن عمر النحوی مروزی کی کنیت ابو سعید تھی، ابو المنیب العتکی، ابو حریز عبداللہ بن الحسین قاضی سجستان، ابراہیم بن طہمان الفقیہ العابد ان کا گھر اور ان کا گھرانا نیسابور میں تھا، یحییٰ بن صبیح المقری ان کا گھر اور گھرانا بھی نیسابور میں تھا، الحسین بن واقد المروزی، یعقوب بن القعقاع المروزی، ابو حمزہ محمد بن میمون المروزی، عمارۃ بن ابی حفصہ السجستانی ان کی کنیت ابو یحییٰ تھی۔ عبدالعزیز بن ابی رواد، عبدالمومن بن خالد الحنفی، علباء بن احمر الیشکری، منیو بن مسلم السراج، ابراہیم بن میمون الصائغ، ابو جعفر عیسیٰ بن ماہان الرازی، ابراہیم بن ادھم الزاہد اہل بلخ سے تھے، سعدان بن سعید الحلمی، شقیق بن ابراہیم الزاہد، الفضل بن عطیۃ البخاری ثقہ اور مامون تھے ان سے ثوری اور ہشیم نے روایت کی ہے۔ حاکم کہتے ہیں کہ میں نے ابو العباس محمد بن یعقوب سے سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے العباس بن محمد الدوری سے سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ محمد بن الفضل الخراسانی ضعیف ہے لیکن ان کے والد الفضل بن عطیہ ثقہ اور مامون ہیں ان کے والد سے سُفیان بن عُیینہ روایت کرتے ہیں۔

بشیر الکوسج نیسابوری، انہیں مروزی بھی کہا جاتا ہے انہوں نے حسن البصری سے سماعت کی ہے، محمد بن سیرین، عبداللہ بن کیسان ابو مجاہد، عیسیٰ بن عبید الکندی، عبدالرحمٰن بن مسلم ابو مسلم صاحب الدولۃ، ابو غانم یونس بن نافع القاضی، محمد بن ابو وضاح، قتیبہ بن مسلم الامیر، عیاس بن غفار الحوذی، نصر بن سیار الامیر، نصر بن محمد الشیبانی، معاذ بن حرملہ، حکیم بن زید، نمیر بن جاذۃ المروزی، خلید بن حسان البخاری، اسحاق بن وہب البخاری، تابعین میں کُرز بن وبرہ الجرجانی (از معرفتہ علوم الحدیث للحاکم)

تراجم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

یعنی

سیرت صحابہ کرام

۱۔ امیر المومنین حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

ابو بکر کُنیت، عبداللہ نام، صدیق اور عتیق لقب ہے، والد کا نام عثمان اور ابو قحافہ کنیت ہے، حضرت ابو بکرؓ کا نسب کتاب الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب میں اس طرح ہے، ابو بکر عبداللہ بن ابی قُحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لُؤی بن غالب بن فہر اس طرح حضرت ابو بکر کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مُرّہ بن کعب پر جاکر مل جاتا ہے، حضرت ابو بکر کی والدہ کا نام اُم الخیر تھا، آپ افضل الامت و زیادہ خلیفہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے اس سفر میں سوائے ابوبکرؓ کے کوئی دوسرا رفیق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ تھا۔

اہل علم کے ایک طبقہ کا قول ہے اسلام لانے والے مردوں میں ابوبکرؓ پہلے شخص تھے، اور یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اللہ کے رسول کے ساتھ نماز پڑھی، ان کے حُسن وجمال کی وجہ سے انہیں عتیق کہا جاتا ہے، ان کے چہرے میں عتاقت یعنی خوبصورتی تھی، دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من سرّہ ان ینظرالی عتیق من النار فلینظر الی ھذا تسمی عتیقا لذلک۔ جو شخص اس بات سے مسرور ہونا چاہے کہ آتشِ دوزخ سے آزاد کردہ شخص کو دیکھے تو اس شخص (ابوبکرؓ) کو دیکھے اس لئے عتیق کے لقب سے مشہور ہوگئے (۱)

ابن ابی ملیکہ کے مراسیل میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیقؓ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرتے ہو اور ان احادیث میں اختلاف کرتے ہو، تمہارے بعد لوگ زیادہ اختلاف کریں گے، اس لئے تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں روایت نہ کرو، کوئی تم سے پوچھے تو کہدو ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ اس کی حلال کردہ چیز کو حلال اور حرام کردہ شئے کو حرام سمجھو (۲)

روایت حدیث میں حضرت ابوبکرؓ کا اس قدر تشدد اس لئے تھا تاکہ لوگ روایت میں سخت احتیاط کو ملحوظ رکھیں، روایت حدیث کو روکنا مقصد نہیں تھا۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کے پاس بزمانۂ خلافت ایک جدّہ (دادی یا نانی) آئی اور اپنی میت کی میراث کی خواہاں ہوئی، حضرت ابوبکرؓ نے کہا اللہ کی کتاب میں تمہارے لئے میراث کا ذکر نہیں ہے ذرا ٹھہرو بعد نماز لوگوں سے اس کے متعلق حدیث نبوی دریافت کردوں، چنانچہ نماز ظہر کے بعد آپ نے صحابہ سے پوچھا حضرت مغیرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدّہ کو میراث کا چھٹا حصہ دیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے شہادت طلب کی جس کی شہادت محمد بن مسلمہ نے دی اس بنا پر جدّہ کے لئے چھٹے حصہ کا حکم نافذ کردیا، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر وہ روایت حدیث کو جائز نہیں رکھتے تو مغیرہؓ اور محمد بن مسلمہؓ سے دریافت کرکے حدیث نہیں سنتے اہم روایت سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا۔

(۱) الاستیعاب (۲) تذکرۃ الحفاظ جلد ا

ایاکم والکذب فان الکذب یھدی الی الفجور والفجور
یھدی الی النار۔

تم لوگ جھوٹ سے بچو، جھوٹ فسق و فجور کی رہنمائی کرتا ہے اور فجور آتش دوزخ میں لے جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر کی روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میرے والد ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ سو حدیثیں جمع کی تھیں، ایک رات وہ بہت زیادہ کروٹیں بدلنے لگے مجھے بڑا غم اور دکھ ہوا میں نے پوچھا ابا آپ کسی مرض کی تکلیف سے کروٹیں بدل رہے ہیں یا کوئی خبر پہونچی ہے؟ جب صبح ہوئی تو کہا! وہ احادیث جو تمہارے پاس ہیں لاؤ، میں حدیث لائی۔ انہوں نے آگ منگوائی اور سب کو جلا دیا، میں نے دریافت کیا آپ نے حدیث کو کیوں جلا دیا؟ وہ بولے مجھے ڈر پیدا ہوا کہ مجھے مرنا ہے اور وہ حدیثیں جو میرے پاس اس وقت ہیں انہیں ایک شخص پر وثوق کر کے حاصل کیا تھا، اگر وہ درحقیقت حدیثیں قابل وثوق نہ ہوئیں تو ایسی غیر موثق احادیث کا میرے پاس رہنا صحیح نہیں ہے (۱)

حضرت ابوبکرؓ کی وفات ۲۲ جمادی الآخرۃ ۱۳ہجری میں بعمر ۶۳ سال واقع ہوئی (۲)

۲۔ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ابوحفص کنیت، عمر نام، فاروق لقب ہے، آپ کے نسب کا سلسلہ یہ ہے، عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب، آپ کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک سے کعب بن لوئی پر جا کر مل جاتا ہے (۲) آپ کے نسب میں عدی بن کعب ہیں اس لئے عدوی کہے جاتے ہیں آپ خلیفہ دوم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر تھے، آپ کے ذریعہ اسلام کو بہت تقویت پہونچی، آپ کے زمانہ میں بہت شہر فتح ہوئے اور اسلامی حکومت میں داخل کئے گئے۔ آپ کی شان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو کان بعدی نبی لکان عمر

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ

بیشک اللہ نے عمر کی زبان اور قلب میں حق رکھ دیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے حدیث کی نقل و روایت میں محدثین کے لئے تثبت کا قانون بنا دیا ہے یعنی وہ حدیث روایت کی جائے جو یقینی طور پر ثابت ہو، اسی بنا پر خبر واحد میں انہیں شک ہوتا تو اس کے قبول کرنے میں توقف فرماتے تھے۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ (۲) معرفۃ علوم الحدیث مصنفہ حاکم نیساپوری۔

حضرت ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کے دروازے کے باہر سے تین بار سلام کیا، اجازت نہ ملی تو واپس روانہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کسی کو ان کے پیچھے بلانے کے لئے بھیجا، جب وہ آئے، حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ کیوں واپس ہوئے تھے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہا۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا سلم احدکم ثلاثا فلم یجب فلیرجع۔	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب تین دفعہ سلام کے بعد بھی جواب نہ ملے تو واپس آجاؤ۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اس حدیث کے متعلق بینہ یعنی گواہی لاؤ ورنہ تمہارے ساتھ ویسا ہی سلوک کروں گا جس کے تم سزاوار ہوگے۔ حضرت ابو موسیٰ واپس آئے ان کا رنگ فق تھا ہم سب بیٹھے ہوئے تھے ہم لوگوں نے ان سے پوچھا کیوں کیا حال ہے؟ انہوں نے حدیث مذکورہ کے متعلق پوچھا کہ کیا آپ میں سے کسی نے یہ حدیث سنی ہے؟ ہم سب نے کہا ہاں ہم سب آدمیوں نے یہ حدیث سنی ہے۔ ان میں سے ایک آدمی ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ گئے اور حضرت عمرؓ کو حدیث کے متعلق خبر دی، حضرت عمرؓ کا مقصد یہ تھا کہ ابو موسیٰ کی خبر دوسرے شخص سے تصدیق ہو جائے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دو ثقہ راویوں کی روایت ایک راوی کی بہ نسبت زیادہ قوی اور زیادہ ترجیح کے لائق ہے۔ اور حضرت عمرؓ کے عمل سے روایت حدیث میں خبر کے طریقوں کی تکثیر کی ترغیب دینا کا پتہ بھی چلتا ہے تاکہ روایت درجۂ ظن سے درجۂ یقین تک پہونچ جائے کیونکہ ایک راوی کے متعلق یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اسے نسیان (بھول) یا وہم پیدا ہو گیا ہے، لیکن دو راویوں میں یہ نہیں ہو سکتا ہے خصوصاً جبکہ دونوں کی روایت میں کسی قسم کا اختلاف بھی نہ ہو۔

رجاء بن ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی تھی کہ حضرت امیر معاویہؓ کہا کرتے تھے کہ آپ لوگ اپنے اوپر حدیث کی روایت اسی قدر لازم سمجھیں جس قدر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں روایت کرتے تھے کیونکہ وہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت حدیث روایت کرنے سے منع کرتے تھے (۱)

حضرت عمرؓ کی شہادت بحالت نماز فجر اواخر ذی الحجہ ۲۳ھ ہجری میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر تقریباً ساٹھ سال کی تھی۔ راجح قول یہ ہے کہ آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی (۱)

مشہور روایت ہے کہ زخمی ہونے کے بعد پانچ روز بستر مرض پر زندہ رہے، یکم محرم الحرام ۲۴ھ ہجری کو وفات

---

(۱) حضرت عمرؓ کے تمام حالات تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام ذہبی سے لئے گئے ہیں۔

پائی، آپ کے قاتل کا نام ابو لؤلؤ فیروز ہے جو مجوسی تھا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا ابولؤلؤ کو جب گرفتار کیا جانے لگا تو اس نے اپنے خنجر سے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

۳۔ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

ابو عمر کنیت، عثمان نام، والد کا نام عفان ہے، اموی خاندان سے تھے۔ ذوالنورین لقب تھا، آپ کا سلسلۂ نسب امام حاکم نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں اس طرح بیان کیا ہے:۔

عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نسب عبد مناف پر مل جاتا ہے، آپ سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے، آپ ہی نے تمام امت اسلامیہ کو ایک ہی مصحف پر جمع اور متفق کیا تھا جبکہ مسلمانوں میں قرآن کریم کی قرأت میں اختلاف رونما ہوا تھا آپ ہی کے عہد خلافت میں آپ کے نامور سپہ سالاروں نے اقلیم خراسان اور اقلیم مغرب کو فتح کیا تھا آپ اسلام لانے والوں میں سابقین صادقین میں سے ہیں، اللہ کی راہ میں آپ نے بہت کچھ خرچ کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنتی ہونے کی بشارت دی ہے اور اپنی دو بیٹیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کو یعنی ایک کی وفات کے بعد دوسری صاحبزادی کو آپ کی زوجیت میں دیا تھا، آپ کا شمار سابقین اولین، عشرہ مبشرہ اور خلفائے راشدین میں ہے، آپ کی بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپ نے قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا، بسلسلہ ہجرت پہلے ملک حبشہ گئے، اور وہاں سے مدینہ منورہ آئے۔ آپ نے بھی حدیث کی روایت کی ہے (آپ کی ازواج بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثوم کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے، لیکن دوسری بیوی سے اولاد ہوئی ہے جن کے نام آگے آ رہے ہیں) حضرت عثمان غنیؓ سے آپ کے فرزند عمرو، ابان اور سعید نے اور آپ کے مولیٰ حمران نے آپ سے حدیث کی روایت کی ہے، اسی طرح حسب ذیل حضرات نے آپ سے روایت کی ہے، انس بن مالکؓ، ابو امامۃ بن سہلؓ، احنف بن قیس، سعید بن المسیب، ابو وائل، طارق بن شہاب، ابو عبد الرحمٰن سُلمی، علقمہ بن قیس، مالک بن اوس بن حدثان اور ان کے علاوہ بہت سے لوگوں نے حضرت عثمانؓ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ اگرچہ آپ جنگ بدر میں مجبوری کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے تھے مگر بدریوں میں آپ کا شمار ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ اپنی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کی وجہ سے گھر ہی پر رہ کر تیمارداری فرمائیں اسی لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مال غنیمت سے آپ کو بھی حصہ دیا اور اجر و ثواب بھی ملا۔

شر پسند فتنہ پردازوں کے سرداروں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف سر اٹھایا اور آپ کے گھر کا محاصرہ کیا تاکہ آپ کو خلافت سے

برطرف کردیں، آپ کو قتل کرنے کے لئے ہنگامہ برپا کیا، آپ نے انتہائی صبر سے کام لیا اور اپنے نفس اور غلاموں کو مقابلہ کرنے سے روکا، یہاں تک کہ آپ کو شرپسندوں نے ذبح کردیا، اس وقت آپ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے، اور آپ کی بیوی نائلہ پاس میں موجود تھیں، چار شرپسند فرد دیوار پھاند کر آپ کے گھر میں گھس گئے تھے، قاتل کا نام سودان بن حمران تھا، جمعہ کا روز تھا، ۱۸ ذی الحجہ تاریخ تھی اور ۳۵ھ ہجری تھا، آپ کی خلافت بارہ سال تک قائم رہی اور اسّی سال سے کچھ اوپر آپ کی عمر تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے اقران (ہم سن) میں سے تھے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اٹھارہ سال یا کچھ زیادہ بڑے تھے، آپ علم و عمل، صیام، تہجد، اتقان، انفاق (راہ اللہ میں خرچ کرنا) اور جہاد فی سبیل اللہ اور صلہ رحم کے جامع تھے (۱)

۴۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

ابوالحسن کنیت، علی نام ہے، والد ماجد کا نام ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے، امت اسلامیہ کے قاضی اعلیٰ کے شہسوار، داماد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، خلیفہ چہارم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے، اسلام لانے والوں میں سابقین اولین میں آپ کا نام ہے، نوعمر لوگوں میں سب سے پہلے ایمان لائے، اور اسلام لانے میں ذرا بھی توقف نہیں کیا، اللہ کی راہ میں جہاد کا پورا حق ادا کیا، علم و عمل کے بار کو اٹھایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنتی ہونے کی بشارت دی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۱۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ — میں جس کا مولیٰ اور آقا ہوں علی بھی اس کے آقا ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

۲۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی — تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

نیز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۲۔ لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق — تم سے ایماندار شخص ہی محبت کرے گا اور منافق آدمی تم سے بغض رکھے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ امام اور عالم تھے، دوسروں سے حدیث نبوی کے اختیار کرنے میں اتنے محتاط تھے کہ جو

---

(۱) حضرت عثمان غنیؓ کے یہ حالات تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام ذہبی سے لئے گئے ہیں۔

شخص آپ سے حدیث نبوی کی روایت کرتا تھا اس سے حلف لے کر حدیث قبول کرتے تھے۔

اسماء بن حکم فزاری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی کو یہ کہتے ہوئے سنا میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تھا تو اللہ جس قدر چاہتا مجھے اس سے نفع پہونچاتا اور جب کوئی غیر شخص حدیث سناتا ہے اس وقت میں اس سے حلف لیتا ہوں، حلف (قسم) کے بعد میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مجھے حدیث سنائی اور ابوبکرؓ راست گو ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما من عبد مسلم یذنب ذنبا ثم یتوضأ ویصلی رکعتین ثم یستغفر اللہ الا غفر اللہ له	جو کوئی مسلمان بندہ کوئی گناہ کرے پھر وہ وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ اس کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔

اس حدیث کا اسناد حسن ہے۔

کمیل بن زیاد نخعی کا بیان ہے کہ "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک روز میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مقامی آبادی کے پہاڑ کے ایک گوشے کی طرف لے گئے جب ہم صحرا میں پہونچے وہ بیٹھ گئے پھر ایک سانس کھینچی اور فرمایا اے کمیل! دل ایک ظرف ہے اچھا دل وہ ہے جو زیادہ چیزوں کی حفاظت کرے" جو کچھ میں کہوں اُسے تم محفوظ رکھو، لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں اول عالم ربانی دوسرے وہ عالم جو نجات کے لئے علم کے طالب ہیں تیسرے وہ لوگ ہیں جو ان چھٹے ہوئے جانوروں کی طرح ہیں جن کا کوئی رکھوالا نہیں ہے، ہر آواز دینے والے کی طرف لپک کر جاتے ہیں، ہر تند و تیز ہوا سے جھک جاتے ہیں علم کی روشنی انہوں نے حاصل نہیں کی ہے اور نہ کسی مضبوط ستون سے وابستہ ہیں، علم مال سے بہتر ہے، وہ تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کی حفاظت کرتے ہو علم عمل کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے عالم کی صحبت ایک ایسا دین اور قرض ہے جو زندگی ہی میں اطاعت کر کے پورا کر دیا جاتا ہے، اور مرنے کے بعد اس کا ذکر خیر جاری رہتا ہے اصحاب مال کے ختم ہوتے ہی اس کا مال بھی ختم ہو جاتا ہے، مال والے کی زندگی ہی میں اس کے خزانے لٹ جاتے ہیں لیکن علماء باقی رہیں گے جب تک زمانہ باقی رہے گا ان علماء کی جسمانی ہستیاں گرچہ مفقود ہوتی ہیں مگر ان کی مثالی شکلیں لوگوں کے دلوں میں موجود رہتی ہیں

پھر آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میں علم بھرا ہے اگر میں اس کے حاملین (بار اٹھانے والے) کو پاؤں تو علم انہیں دیدوں لیکن وہ تلقین ہی کے ذریعہ ہوگا، وہ حاملین علم غیر مامون اور غیر محفوظ ہوں گے جو دنیا کے لئے دین کو آلہ کار بنا کے استعمال کریں گے اور اللہ کی کتاب کو حجت بنا کے اور اس کے بندوں پر اس کی نعمتوں کو دکھلا کے نمایاں بننے کی کوشش کریں گے، وہ بظاہر اہل حق کے تابعدار ہوں گے لیکن زندگی میں انہیں کوئی بصیرت حاصل نہیں ہوگی، ان کے دلوں میں ذرا سا شبہ پیدا ہوتے

ہی شک کی چنگاریاں بھڑک اٹھیں گی، اے اللہ! یہ اور وہ نہ ہو یا وہ لذتوں میں گرے ہوئے ہوں گے اپنی خواہشات کے بندے ہوں گے یا وہ مال جمع کرنے اور ذخیرہ اندوزی میں منہمک ہوں گے، ایسے لوگ دین کے داعی نہ ہوں گے، وہ چوپایوں سے زیادہ مشابہ ہوں گے، اس طرح حاملین علم کے مٹنے سے علم بھی مٹ جائے گا، اگر ہاں! زمین ایسے لوگوں سے خالی بھی نہیں رہے گی جو اللہ کی حجت کو قائم رکھیں گے تاکہ اس کی حجتیں اور اس کی نشانیاں باطل نہ ہوں ایسے لوگ تعداد میں کم ہوں گے مگر قدر اور مرتبے میں اللہ کے نزدیک بڑے ہوں گے، انہیں کے ذریعہ اللہ اپنی حجتوں کی مدافعت فرماتا رہے گا، یہاں تک کہ وہ ان حجتوں کو اپنے قران اور ہم جنسوں تک پہنچا دیں اور ان حجتوں کے تخموں کو اپنے ہم مثالی اشخاص کے دلوں میں بو دیں، انہی کے ذریعہ علم کا ہجوم حقیقت امر ہوگا دیکھنے میں وہ بظاہر ابدان ہوں گے مگر ان کی روحیں محل اعلیٰ میں معلق ہوں گی یہی لوگ اللہ کے ملک میں اللہ کے خلفاء اور اس کے دین کے داعی ہوں گے، ہاں ہاں ایسے ہی لوگوں کے دیکھنے کا شوق ہوتا ہے،، میں اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، اگر تم چاہو تو اٹھ کے چلے جاؤ۔"

ابراہیم تیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف قرآن لکھا ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے وہ لکھا ہے۔

خویتہ بن نصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو مقام صفین میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ اللہ ان لوگوں کو قتل کر دے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی حدیثوں کو بگاڑ ڈالا ہے۔

قیس بن عباد کہتے ہیں میں علم و شرف حاصل کرنے کے لئے مدینہ پہنچا وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بدن پر دو چادریں تھیں اور اس کے سر پر دو گیسو تھے وہ اپنا ہاتھ حضرت عمرؓ کے کاندھے پر رکھے ہوئے تھے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

عاصم بن حمزہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے فقیہ کو نہ بتاؤں جو حقیقی فقیہ ہو سکتا ہے، فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور اللہ کے بتائے ہوئے معاصی (گناہ) کے کرنے کی اجازت نہ دے اور اللہ کے مکر (خفی داؤ) اور تدبیر سے لوگوں کو نڈر اور بیخوف نہ کرے۔

حضرت ابو عقیل حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا لوگوں سے وہی حدیث بیان کرو جس میں معروف (اچھی بات) کا ذکر ہو اور منکر (بری بات) کو چھوڑ دو کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب ہو؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مشہور حدیث کی روایت کی ترغیب دے کر اور منکر کی روایت سے توبیخ اور زجر فرما کر ایک بڑی اصل بنا دی ہے اسی کے ذریعہ منکر احادیث اور کمزور اشیاء کی اشاعت رک سکتی ہے، اور یہ اسی وقت

ہو سکتا ہے جب حدیث کے رجحان اور روایان حدیث کا پورا علم ہو۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت ۱۷ رمضان المبارک سنہ ۴۰ ہجری میں واقع ہوئی اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال کی تھی یا ایک دو سال کم ہو یا زیادہ (۱)

۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

ابو عبدالرحمن کنیت، عبداللہ نام ہے، آپ کا سلسلہ نسب کتاب الاستیعاب میں اس طرح مذکور ہے۔

عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم ابن سعد بن ہذیل بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا نسب خزیمہ بن مدرکہ پر ملتا ہے۔ مؤلف)

حضرت ابن مسعودؓ کی والدہ کا نام ام عبد ہے، ان کا سلسلہ نسب یہ ہے ام عبد بنت عبدود بن سواء بن قریم بن صاہلہ یہ بھی بنی ہذیل سے تھے، کتاب تجرید میں ہے کہ حضرت ابن مسعود کی والدہ ام عبد مہاجرات میں سے تھیں حضرت عمرؓ نے ان کے لئے دو ہزار مقرر کر دیا تھا (درہم یا دینار کی صراحت نہیں ہے۔ مؤلف)

حضرت ابن مسعودؓ قبیلہ ہذیل سے تعلق رکھتے تھے اس لئے ہذلی کہے جاتے تھے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، خادم، ایمان لانے والوں میں سابقین اولین میں سے تھے، ان کا شمار کبار بدریین میں اور بڑے فقیہوں اور مقربین (قرآن مجید پڑھانے والے قراء) میں ہوتا تھا، ادائے فرض میں صحیح تلفظ کرتے، روایت حدیث میں تحقیق کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کی ضبط الفاظ کی سستی میں جھڑکتے تھے۔ حضرت عمرؓ سے پہلے اسلام لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن شریف کی ستر سورتیں زبانی یاد کی تھیں ایک شب وہ دعا میں مصروف تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات کو محبوب رکھتا ہے کہ قرآن کو اسی طرح تر و تازہ سنے جس طرح وہ اترا ہے اسے ابن ام عبد یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت سے پڑھے۔

عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ایسے شخص کو بتلائیے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طور و طریقہ اور عادات و اخلاق میں زیادہ قریب تر ہوں تاکہ ہم ان سے علم حاصل کریں اور حدیث کی سماعت کریں، حضرت حذیفہؓ نے کہا وہ ابن مسعود ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہ تمام حالات تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام ذہبی سے لئے گئے ہیں۔

بے محفوظ اصحاب ہیں وہ جانتے ہیں کہ ابن اُم عبد (عبداللہ بن مسعودؓ) اللہ کے نزدیک ان سب اصحاب سے زیادہ قریب ہیں۔

حارثہ بن مضرب کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کا مکتوب پڑھا گیا اُس میں یہ درج تھا میں نے تمہارے پاس عمار بن یاسر کو امیر بنا کر اور عبداللہ بن مسعود کو مُعلّم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے یہ دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نجیب صحابیوں میں سے ہیں اور اہل بدر سے ہیں ان کی اتباع کرنا، اور ان کی باتوں کو سُننا، اور میں نے عبداللہ بن مسعود کو اپنے اوپر تمہیں ترجیح دی ہے (یعنی عبداللہ بن مسعود کی مجھے ضرورت تھی مگر تمہاری ضرورتوں کو مقدم رکھا ہے)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن مسعود پر نظر ڈالی پھر فرمایا ایک چھوٹا سا ظرف جو علم سے لبریز ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حدیث کی روایت کم کرتے تھے۔ الفاظ بہت احتیاط سے برتتے تھے، ان کی وفات اتفاقی طور سے مدینہ میں ۳۲ ہجری میں واقع ہوئی اس وقت ان کی عمر تقریباً ساٹھ سال کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تمام شاگرد کسی صحابی کو ان سے بڑھ کر نہیں سمجھتے تھے اور نہ اُن سے زیادہ فضیلت دیتے تھے۔ حضرت ابوالدرداء صحابیؓ راوی ہیں کہ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر خطبہ دیا پھر آپ نے فرمایا اے ابوبکر! تم اٹھو وہ کھڑے ہوئے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ سے بھی مختصر بیان کیا پھر آپ نے فرمایا اے عمر! تم اٹھو حضرت عمرؓ اٹھے اور حضرت ابوبکرؓ کے خطبہ سے بھی مختصر انہوں نے خطبہ دیا، پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں شخص تم اٹھو اور خطبہ دو یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اے ابن اُم عبد (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود) تم اٹھو اور خطبہ دو چنانچہ حضرت عبداللہ بن اُم عبد اٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا بے شک اللہ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے ہاتھ کے اشارے سے کہا یہ ہمارے نبی ہیں، اللہ اور اس کے رسول جس بات کو پسند کرتے ہیں ہم بھی اسی کو پسند کرتے ہیں۔ السلام علیکم۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن اُم عبد نے درست کہا، ابن اُم عبد نے سچ کہا، اسناد اس کا منقطع ہے۔

ابو عمرو سیبانی کہتے ہیں کہ میں ابن مسعودؓ کی صحبت میں ایک سال تک رہا لیکن وہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتے تھے اور جب کبھی انہوں نے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا تو ان پر کپکپی چڑھ جاتی تھی اور روایت میں فرماتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا یا اس کے قریب قریب فرمایا۔

عُبیداللہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تم کوئی حدیث لوگوں سے بیان کرو اور اُن کی سمجھ تک نہ آسکے تو حدیث بعضوں کے لئے فتنہ کا سبب ہو جائے گی۔

ابو قلابہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تم علم حاصل کرنے کو لازم جانو قبل اس کے کہ وہ چلا جائے علم کے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اہل علم ختم ہو جائیں گے، تم میں سے کسی کو یہ نہیں معلوم ہے کہ اس علم کی ضرورت کب ہو گی؟

عنقریب تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے کہ ان کا گمان ہوگا کہ وہ اللہ کی کتاب کی دعوت دیتے ہیں حالانکہ وہ اُسے اپنی بائیں طرف ڈال چکے ہوتے ہیں، اس لئے تم علم کو ضرور حاصل کرو اور بدعت سے بچو، کرید کرنے سے بچو، گہرائی میں جانے سے بچو، عتیق یعنی پرانی چیز کو پکڑے رہو۔

مُرۃ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں جب تم علم حاصل کرنا چاہو تو قرآن کو منتشر کر دیعنی اُسے پھیلاؤ کیونکہ اس میں اولین اور آخرین کا علم ہے۔

عبدالرحمن بن یزید حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ سنت میں میانہ روی اختیار کرنا بدعت میں اجتہاد کرنے سے بہتر ہے۔

آخر میں امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ابن مسعود کی سیرت نصف جلد کتاب میں جمع کی جا سکتی ہے وہ صحابہ کے سردار علم کے ظرف اور ہدایت کے امام تھے، اپنے فتاوے اور قراتوں میں منفرد تھے، ان کے سب فتاوے اور قراءات علمی کتابوں میں مذکور ہیں (۱)

۴۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

ابو المنذر کنیت، اُبی نام ہے، کتاب الاستیعاب میں ان کا نسب اس طرح بیان ہوا ہے۔

(اُبی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار، ان نجار کا نام تیم اللات ہے جن کا نسب یہ ہے تیم اللات بن ثعلبۃ بن عمرو بن خزرج اکبر الانصاری المعاوی، ان کی دوسری کنیت ابو الطفیل بھی ہے، حضرت اُبی خزرج نجار قبیلہ سے تھے، تمام صحابہ میں سب سے زیادہ قاری بلکہ سید القراء تھے، معرکۂ بدر اور دوسرے معرکوں میں شریک ہوئے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پڑھا، اور حدیث کی کثرت سے سماعت کی یہ علم و عمل کے جامع تھے، ان کے مناقب اور اوصاف بہت ہیں (استیعاب میں ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبی کو بلایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن پڑھ کے سناؤں، حضرت اُبی نے پوچھا کیا اللہ نے آپ سے میرا نام لیا ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" یہ سن کے حضرت اُبی رونے لگے)

حضرت اُبیؓ سے روایت کرنے والوں میں ابو ایوب انصاریؓ، عبداللہ بن عباسؓ، اور سوید بن غفلۃ ہیں، حضرت ابو ہریرۃؓ اور ایک جماعت نے حضرت اُبیؓ سے کتاب اور سنت کی تعلیم حاصل کی ہے۔ حضرت اُبی میانہ قد کے گندم گوں رنگ

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے یہ حالات تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام ذہبی سے لئے گئے ہیں۔

کے آدمی تھے، سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے۔ ابو العالیۃ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت اُبیؓ بن کعب سے کہا آپ مجھے وصیت کیجئے، انہوں نے فرمایا اللہ کی کتاب کو اپنا لو اور اُسے اپنا حکم اور فیصلہ کنندہ بنانے پر راضی ہو جاؤ، اسی کتاب الٰہی نے تم میں تمہارے رسول کو خلیفہ اور نائب الٰہی بنایا ہے جو شفیع (شفاعت کرنے والے) مُطاع (جس کا حکم مانا جائے) اور شاہد (سنارع) یعنی گواہ ہوں گے، جن میں کسی قسم کی تہمت نہیں ہے، اس کتاب میں تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا ذکر ہے، اور تمہارے لئے یہی حَکَم یعنی فیصلہ کرنے والی ہے، اور اس میں تمہارے اور تم سے بعد میں آنے والے لوگوں کی خبر درج ہے۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ حضرت اُبیؓ کی اکرام و تعظیم کرتے تھے، اور ان سے ڈرتے تھے، اور ان سے فتویٰ طلب کرتے تھے، اور جب حضرت اُبیؓ کی وفات ہوئی حضرت عمرؓ نے فرمایا "آج مسلمانوں کے سردار کی وفات ہو گئی"۔

حضرت اُبیؓ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی، ہیثم بن عدی کے قول کے مطابق ان کی وفات ۱۹ سنہ ہجری میں اور واقدی اور عبداللہ بن نمیر اور ذہلی وغیرہ کے اقوال کے مطابق ۲۲ سنہ ہجری میں ہوئی (تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام ذہبی)

۷۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

ابوذر کنیت، جندب نام ہے، قبیلہ غفار کی طرف نسبت کی وجہ سے غفاری مشہور ہیں، کتاب الاستیعاب میں ان کا سلسلہ نسب اس طرح مذکور ہے:

جندب بن جنادۃ بن قیس بن عمرو بن مُلیل بن صعیر بن حرام بن غفار بن مُلیل بن ضمرۃ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ ابن الیاس بن مضر بن نزار (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نسب کنانۃ بن خزیمۃ پر ملتا ہے۔ مولف)

صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ اسلام لانے والوں میں سابقین اولین میں سے ایک ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اول زمانہ میں وہ اسلام لائے، پانچ اسلام لانے والوں میں یہ پانچویں تھے، اس کے بعد وہ اپنی قوم کے پاس چلے گئے پھر ایک کافی زمانے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ پہنچے، وہ علم، زہد، جہاد، راست گوئی اور اخلاص میں صدر اور سر براہ تھے گندمی رنگ اور بدن کے بھاری بھر کم تھے، داڑھی گھنی تھی، ابو داؤد کا کہنا ہے کہ وہ معرکۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے مگر حضرت عمرؓ نے انہیں قُرّاء کی جماعت کے ساتھ رکھا تھا، اور علم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے برابر درجہ دیا تھا اور ان کی خوراک کے لئے چار ہزار دینار مقرر کر دیا تھا۔

حضرت ابوذرؓ مال جمع نہیں کرتے تھے۔ سچی بات کا علانیہ اظہار کرتے تھے خواہ وہ تلخ ہی کیوں نہ ہوتی۔ حضرت ابوذرؓ سے انس بن مالکؓ، زید بن وہب، جبیر بن نفیر، احنف بن قیس، ابو سالم جیشانی، سفیان ابن ہانی، عبدالرحمٰن بن غنم اور سعید بن المسیب اور قدیم تابعین کی بڑی جماعت نے حدیث کی روایت کی ہے۔

حضرت ابوذر کے مناقب اور فضائل مشہور ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا۔

ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء اصدق لہجۃ من ابی ذر۔ | ابوذر سے زیادہ کسی صادق القول اور راست گو کو نہ آسمان میں اپنے سایہ میں لیا اور نہ زمین نے اس کا بار اٹھایا

عبداللہ بن صامت کی روایت ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے خلیل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ جو سونا اور چاندی مہر کر کے رکھا جائے گا اس کے مالک کے لئے انگارہ بن جائے گا تا وقتیکہ اُسے اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ نہ کر دے۔

امام اوزاعی کہتے ہیں کہ مرثد ابو کثیر نے اپنے والد سے سن کر مجھ سے بیان کیا کہ ابوذرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور اُن سے کہا کہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے صدقہ وصول کرنے والے اشخاص ہم سے مقررہ مقدار سے زیادہ وصول کر رہے ہیں کیا صدقہ کی زیادہ مقدار کے مالوں کو چھپا دیں؟ حضرت ابوذر نے کہا نہیں بلکہ تم اپنے مال کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور زکوٰۃ وصول کرنے والوں سے کہو جس قدر تمہارا حق ہے وہ لے لو اور باقی ناجائز جو لیا ہے اُسے واپس کر دو۔ زکاۃ وصول کرنے میں جتنی دست درازی وہ تم سے کریں گے بروز قیامت تمہاری میزان میں نیک عمل بنا کر رکھا جائے گا اس وقت حضرت ابوذر کے پاس قریش کا ایک نوجوان کھڑا تھا اس نے کہا اے ابوذر! کیا امیر المومنین نے تمہیں فتویٰ دینے سے منع نہیں کیا ہے؟ حضرت ابوذر نے جواب دیا کیا تم میرے نگران کار ہو؟ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اس پر (اپنی گردن کی طرف اشارہ کر کے کہا) تلوار رکھ دو اس وقت مجھے یہ گمان ہو کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنی ہے کہہ سکوں گا تو تمہاری تلوار چلنے سے پہلے ہی اس بات کو کہہ کے رہوں گا۔

امام ذہبی کہتے ہیں کہ ابوذرؓ کے اخلاص اور حق گوئی کی قوت کی وجہ سے وہ فتویٰ دینے سے روک دیئے گئے تھے اس بنا پر مقام ربذہ میں بر سوں زندگی گذاری ۳۲ھ ہجری میں انہوں نے وفات پائی (از تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام ذہبی)

۸۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

ابو عبدالرحمٰن کنیت، معاذ نام ہے، کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب اور کتاب خلاصہ میں ان کا نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔ معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد بن علی ابن اسعد بن سارذۃ بن تزید بن جشم بن الخزرج۔

حضرت معاذ بن جبل عالم ربانی انصاری قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ عقبہ میں حاضر ہوئے تھے اس وقت اُن کی عمر اٹھارہ سال یا اس سے کچھ کم تھی (عقبہ مکہ کے قریب وہ مقام ہے جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت

سے پہلے بسلسلۂ تبلیغ اسلام بزمانہ حج مدینہ سے آنے والوں سے رات کے وقت قریش سے چھپ کر بیعت لی گئی) حضرت معاذ نے معرکۂ بدر اور دوسرے معرکوں یعنی غزوات میں شرکت کی، یہ نجیب، فقیہ اور عقلمند صحابی سمجھے جاتے تھے، محمد بن سعد کا بیان ہے کہ حضرت معاذ لمبے قد کے گورے، خوبصورت دانت اور بڑی آنکھوں والے تھے ان کی دونوں بھویں ملی ہوئی تھیں اور گھونگریالے بالوں والے تھے۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ حضرت معاذ سے جن لوگوں نے حدیث کی روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں انس بن مالکؓ ابو الطفیل، اسلم مولیٰ عمرؓ، اسود بن ہلال، اسود بن یزید، ابو مسلم خولانی، ابو وائل، ابو بحریۃ سکونی، عبداللہ بن قیس ضبابی عبدالرحمن بن غنم، مالک بن یخامر، مسروق، قیس بن ابی حازم، یزید بن عمیرۃ زبیدی ان کے علاوہ بھی ایک جماعت ہے، ان میں سے بعض کی حضرت معاذ سے منقطع روایت ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا۔

یامعاذ انی لاحبک	اے معاذ! میں تمہیں محبوب رکھتا ہوں۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یأتی معاذ امام العلماء برتوۃ	معاذ علماء کے آگے اتنے فاصلے پر ہوں گے جتنے فاصلہ ڈھیلا یا تیر جاتا ہے، اس حدیث کا اسناد مرسل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ ہم معاذ کو حضرت ابراہیم کے اس وصف سے تشبیہ دیتے تھے۔

کان امۃ قانتا حنیفا: پ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۱۲۰

شہر بن حوشب کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت معاذ کے متعلق فرمایا کہ اگر میں معاذ کو خلیفہ بناؤں اور اس کے بارے میں میرا رب عزوجل مجھ سے سوال فرمائے تو میں یہی جواب دوں گا کہ اے اللہ! میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ علماء جب اپنے رب کے سامنے حاضر ہوں گے اس وقت معاذ ان علماء کے آگے اتنے فاصلہ پر ہوں گے جتنا پتھر پھینکے جانے کا فاصلہ ہوتا ہے۔

ابو مسلم خولانی کہتے ہیں کہ جب شہر حمص کی مسجد میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ وہاں تقریباً تیس ادھیڑ عمر کے صحابہ موجود ہیں ان میں ایک جوان شخص سرمگیں آنکھوں والا اور چمکدار دانتوں والا بھی موجود ہے جو خاموش ہے، جب ان صحابہ کو کسی مسئلے میں کوئی شک ہوتا تھا تو وہ اس جوان شخص سے پوچھتے تھے۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ جوان شخص حضرت معاذ ہیں۔

عائذ اللہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں میں مسجد میں پہنچا وہاں دیکھا کہ ایک حلقہ میں

ایک جوان گندم گوں رنگ روشن چہرے والے اور شیریں زبان تھے جو سب کی عمر میں تقریباً برابر تھے جب ان سب لوگوں کو کسی مسئلے میں شبہ ہوتا تھا تو اس جوان شخص کی طرف رجوع کرتے تھے (یہاں راوی نے حضرت معاذ کا نام نہیں ظاہر کیا ہے۔ امام ذہبی نے حضرت معاذ کے حالات کے ضمن میں یہ واقعہ بیان کیا ہے)

ابو بحریہ کہتے ہیں کہ میں شہر حمص کی مسجد میں داخل ہوا وہاں ایک جوان شخص گھونگریالے بالوں والے تھے جن کے اطراف میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے جب وہ جوان شخص باتیں کرتے تھے تو گویا ان کے دہن سے نور اور موتی بکھر رہے تھے لوگوں نے کہا یہ حضرت معاذ بن جبل رضؓ ہیں۔

موسیٰ بن علی اپنے والد علی سے سُن کر بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے جابیہ کے مقام میں ایک خطبہ دیا اور فرمایا جو شخص قرآن سیکھنا چاہتا ہے وہ اُبیؓ صحابی کے پاس آئے، اور جو فرائض کے مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ زید بن ثابت صحابی کے پاس آئے اور جو فقہی مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ معاذ کے پاس آئے اور جو شخص مال کا سائل ہو وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ نے مجھے مال کا خازن اور قاسم (تقسیم کرنے والا) بنایا ہے۔

عاصم بن حمید سکونی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت معاذ کو یمن بھیجنے لگے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی مشایعت میں پیدل چلے اور معاذ سواری پر تھے، آپ نے فرمایا اے معاذ! شاید اس سال کے بعد تم مجھ سے نہ مل سکو اور تم میری مسجد اور میری قبر سے گذرو گے، یہ سُن کر حضرت معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کے غم میں رونے لگے، آپ نے فرمایا اے معاذ! رو و نہیں، رونا شیطان کا کام ہے، ابو البیان نے اس واقعہ کی سماعت حضرت معاذ سے کی ہے۔

عبداللہ بن کعب کی روایت ہے کہ حضرت معاذؓ جوان، سخی اور اپنی قوم کے جوانوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے وہ مال رکھنا نہیں جانتے تھے، ہمیشہ قرض سے کام چلتا رہا یہانتک کہ دین یعنی قرض اُن کے سارے مال پر چھا گیا اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ قرضخواہوں سے سفارش فرما کر کچھ کم کرا دیجئے یہ سُن کر آپ نے حضرت معاذؓ کا سارا مال فروخت کر کے پورا قرض ادا فرما دیا اور وہ بے مال کے ہو گئے پھر فتح کے سال میں آپ نے حضرت معاذؓ کو امیر بنا کر یمن کے ایک حصہ میں روانہ فرمایا تا کہ مال کی تلافی ہو جائے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے افطار فرماتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

الحمد للہ الذی اعاننی فصمت ورزقنی فافطرت

حمد و ثنا اللہ کے لئے ہے جس نے میری اعانت فرمائی تو میں نے روزہ رکھا اور رزق عطا فرمایا تو افطار کیا۔

حضرت معاذؓ اردن میں مرض طاعون میں مبتلا ہوئے اور ۱۸ھ ہجری میں وفات پاکر شہادت پائی (طاعون میں مرنے والا شہید کہا جاتا ہے۔ مؤلف) اس وقت ان کی عمر تقریباً ۳۵ سال کی تھی۔

(کتاب خلاصہ میں ہے کہ حضرت معاذ نے مقام عمواس کے طاعون میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ طاعون کی نسبت عمواس کی طرف کی گئی ہے۔ عمواس ایک قریہ ہے جو رملہ اور بیت المقدس کے درمیان واقع ہے، طاعون کی ابتدا اس مقام سے ہوئی تھی، کتاب التہذیب میں بھی اسی طرح مذکور ہے، اسی کتاب میں ہے کہ حضرت معاذؓ کی قبر مقام بیسان کی شرقی جانب ہے اس وقت ان کی عمر ۳۳ سال کی تھی۔ مؤلف)

۹۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

ابو اسحاق کنیت، سعد نام ہے، سلسلہ نسب یہ ہے، سعد بن ابی وقاص مالک بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب، ابو اسحاق زہری قبیلہ زہرہ کی طرف نسبت سے زہری کہے جاتے ہیں، ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلاب پر ملتا ہے، معرکۂ بدر میں شریک ہوئے، اس لئے بدری کہے جاتے ہیں، یہ اُن دس صحابہ میں سے ہیں جنہیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی ہے اس لئے عشری کہے جاتے ہیں عشرۂ مبشرہ کی نسبت سے، اللہ کی راہ میں سب سے پہلے انہوں نے تیر چلائے، ان سے حدیث کی روایت کرنے والوں میں اُن کی اولاد عامر، محمد، مصعب، ابراہیم، عمر اور عائشہ ہیں اور قیس بن حازم، سعید بن المسیب، علقمہ، ابو عثمان نہدی، مجاہد، اور ائمہ مکی ہیں ان کے علاوہ بھی بکثرت آدمی ہیں۔ جب یہ اسلام لائے اس وقت اُن کی عمر سترہ سال کی تھی، پست قد، اور موٹے جسم کے تھے، گھونگریالے بال تھے، سارے جسم میں بال بھرے ہوئے تھے، رنگ گندمی تھا، ناک چپٹی تھی، بعضوں نے کہا ہے کہ وہ لمبے بدن کے تھے۔ حضرت سعدؓ کا بیان ہے کہ جب میں اسلام لایا اس وقت میرے چہرے پر ایک بال بھی نہ تھا یعنی داڑھی نہیں اُگی تھی۔ ابن المسیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے میں چند روز تک سوچنے کے بعد اسلام لایا اور میں اسلام لانے والوں میں تیسرا شخص تھا، اور میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یعنی میدان جنگ میں)

ارم فداک ابی وامی ... تیر چلاؤ تم پر میرے باپ ماں فدا ہوں۔

حضرت سعد مجاب الدعوات تھے یعنی اُن کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔

حضرت سعد کے مناقب اور فضائل بکثرت ہیں، وہ سالار لشکر بنائے گئے تھے، بڑے بڑے جہادوں اور جنگوں میں حصہ لیا اور بڑی فتوحات حاصل کیں، مسلمانوں کے دلوں میں ان کا بہت اثر تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امیر معاویہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں اُن سے حضرت سعد علیحدہ رہے اسی لئے حضرت

علی کرم اللہ وجہ ان پر رشک کیا کرتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کا قول ہے "اللہ کی منزل میں سعد اور عبداللہ بن عمر نے جگہ پائی ہے اگر ان کا کوئی قصور بھی ہو تو وہ بہت چھوٹا ہوگا اور اگر ان کی کوئی نیکی ہے تو وہ بڑی ہوگی"۔

امام زہری کہتے ہیں کہ جب حضرت سعدؓ کی نزع کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے اپنا پرانا اونی جبہ طلب کیا اور کہا کہ اسی کا مجھے کفن دینا، یہی جبہ پہن کے میں نے معرکۂ بدر میں جنگ کی تھی اور اس کو اسی دن کے لئے چھپا رکھا تھا، بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے ترکے میں دو لاکھ پچاس ہزار درہم نکلے اور وہ اپنے بنائے ہوئے قصر میں جو مقام عقیق میں تھا گوشہ نشین ہو گئے تھے ان کی وفات ۵۵ھ (پچپن ہجری) میں ہوئی ان کی میت مقام عقیق سے لاکر مدینہ منورہ کے قبرستان "بقیع" میں دفن کی گئی (تذکرۃ الحفاظ) کتاب الاستیعاب میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی وفات ان کے قصر میں ہوئی جو عقیق میں تھا عقیق مدینہ منورہ سے دس میل کے فاصلے پر واقع تھا، ان کے جنازہ کی نماز مروان بن حکم نے پڑھائی جو ان کے زمانے میں مدینہ کے امیر یعنی حاکم تھے

۱۰۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

ابوموسیٰ کنیت، عبداللہ نام ہے، قبیلہ اشعر سے تعلق رکھنے سے اشعری کہے جاتے ہیں آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابوموسیٰ اشعری عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب، یہاں تک آپ کا نسب تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام ذہبی میں بیان کیا گیا ہے، حرب کے بعد سے سلسلہ نسب کتاب الاستیعاب سے لیا گیا ہے، حرب بن عامر بن عنز بن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن جماہر بن اشعر بن ادد بن زید بن یشجب بن عریب بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔

یشجب

حضرت ابوموسیٰ خیبر کی فتح کے زمانے میں حضرت جعفرؓ کے ساتھ ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عامل بناکر حضرت معاذ بن جبل کے ساتھ یمن بھیجدیا، حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت ابوموسیٰؓ کو بصرۃ اور کوفہ کا والی (حاکم) بناکر روانہ فرمایا تھا، حضرت ابوموسیٰؓ عالم باعمل اور صالح تھے، کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے تھے، قرآن مجید کی تلاوت میں خوش گلوئی انہیں پر ختم تھی، انہوں نے حدیث کی روایت کی ہے اور لوگوں کو قرآن مجید پڑھایا ہے۔ ان سے حدیث کی روایت کرنے والوں کے نام یہ ہیں، طارق بن شہاب، ابن المسیب، اسود، ابووائل، ابوعبدالرحمن اسلمی، ربعی بن حراش، ابوعثمان نہدی، ان کے علاوہ اور بھی خلقت ہے جس نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے حدیث کی روایت کی ہے انہوں نے اہل بصرہ کو پڑھایا اور فقہ کی تعلیم دی۔

عیاض اشعری کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ

پ ۶ سورۃ المائدۃ آیت ۵۴

عنقریب اللہ ایسی قوم لائے گا جسے وہ محبوب رکھتا ہے اور وہ قوم بھی اللہ کو محبوب رکھتی ہے۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی طرف اشارہ کر کے کہا اے ابوموسیٰ! یہ تمہاری قوم ہے اس حدیث کو حاکم نے صحیح مانا ہے اور اس کے راوی عیاض ابوموسیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

صحیحین میں ہے کہ ابوبردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللهم اغفر لعبد الله بن قیس ذنبه وادخله یوم القیامة مدخلا کریما۔ اے اللہ! عبداللہ بن قیس (یعنی ابوموسیٰ اشعری) کے گناہ کی مغفرت فرما اور قیامت کے روز کرامت کی جگہ انہیں داخل فرما۔

بریدہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ سے قرآن کی قرأت سنی تو فرمایا۔

لقد اوتی هذا من مزامیر آل داؤد۔ انہیں (ابوموسیٰ اشعری) کو آل داؤد کے مزامیر میں سے ایک مزمار (بانسری) دی گئی ہے۔

ابوالبختری کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی سے ابوموسیٰ کے بارے میں سوال کیا انہوں نے جواب دیا۔ وہ علم میں رنگے گئے اور رنگے ہوئے نکلے ہیں ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں نے اسود سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے کوفہ میں علیؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ سے زیادہ علم کا جاننے والا نہیں دیکھا ہے۔ امام شعبی کہتے ہیں کہ علم چھ آدمیوں سے حاصل کیا جاتا تھا ان کے نام یہ ہیں عمرؓ، علیؓ، ابی، عبداللہ (ابن مسعودؓ)، زیدؓ (بن ثابت) اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔

صفوان بن سلیم کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سوائے عمرؓ، علیؓ، معاذ ابن جبلؓ اور ابوموسیٰ اشعری کے کوئی فتویٰ نہیں دیتا تھا نہدی کہتے ہیں میں نے ابوموسیٰ اشعری کی آواز سے زیادہ اچھی آواز نہ طنبورہ کی سنی، نہ جھانج کی اور نہ بانسری کی، اور جب وہ نماز میں ہماری امامت کرتے تھے تو ہماری تمنا ہوتی تھی کہ وہ سورۃ بقرہ پڑھیں، کیونکہ وہ سب سے بڑی سورہ ہے، دیر تک خوش الحنی کے سننے کا موقع ملے گا ابوموسیٰ اشعری عابد تھے بہت روزے رکھتے تھے بہت زیادہ قائم اللیل تھے، بڑے مرتبہ والے تھے۔ صحیح روایت یہ ہے کہ ان کی وفات بماہ ذی الحجہ ۴۴ھ ہجری میں ہوئی (تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام ذہبی)

۱۱۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

ابوالدرداء کنیت، عویمر نام ہے، کتاب الاستیعاب میں ان کا سلسلۂ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ابوالدرداء عویمر بن عبداللہ بن زید بن قیس بن امیہ بن عامر بن عدی بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج بن بلحارث بن خزرج حضرت ابوالدرداء کو ابن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے یہ انصاری خزرجی ہیں امام ربانی اور حکیم الامت کہے جاتے تھے۔ بیان کیا

جاتا ہے کہ ان کے اسلام لانے میں بدر کے دن تک تاخیر ہوئی پھر وہ اُحد کی جنگ میں شریک ہوئے اور راس روز جنگی بلاؤں اور مصائب میں مبتلا ہوئے مگر اچھی طرح سے گذر گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید حفظ کیا، اہل شام میں رہنے کی وجہ سے شامی عالموں میں اُن کا شمار تھا، اہل دمشق کو قرآن پڑھاتے تھے (ان کی قرآنی درسگاہ میں سولہ سو کے قریب طلبہ قرآن کی تعلیم ان سے حاصل کرتے تھے جس کا ذکر پہلے بھی کیا گیا ہے۔ مؤلف) اور دمشق کے یہ فقیہ اور قاضی بھی تھے۔

حضرت ابو الدرداء نے جملہ احادیث کی روایت کی ہے، اور اُن سے روایت کرنے والوں میں اُن کے بیٹے بلال اور ابو الدرداء کی بیوی ام الدرداء فقیہہ، جبیر بن نفیر، علقمہ، سعید بن المسیب، خالد بن معدان، ابو ادریس خولانی اور دوسرے لوگ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو الدرداء اور سلمان کے درمیان رشتۂ مواخاۃ (بھائی چارہ) قائم کیا تھا۔

حضرت ابو الدرداء کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہاں (جگہ ظاہر نہیں کی۔ مؤلف) روانہ فرمایا اور میں پہلے تاجر تھا اس لئے میں نے چاہا کہ یہاں تجارت بھی کروں اور عبادت بھی جاری رکھوں لیکن یہ دونوں باتیں ایک ساتھ نہ ہو سکیں اس لئے میں نے تجارت چھوڑ دی اور عبادت میں مشغول ہو گیا، پھر ابو الدرداء نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اسے پسند نہیں کرتا کہ دروازے پر میری دکان ہو اور نماز میں بھی خلل اور خطا واقع نہ ہو اور دکان کے منافع سے ہر روز مجھے چالیس دینار ملا کریں اور میں سب کا سب خیرات اور صدقہ کر دیا کروں۔ لوگوں نے پوچھا آخر آپ کو تجارت سے اس قدر نفرت کیوں ہو گئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا (روزِ قیامت) "حساب کی شدت کے خوف سے"۔

حضرت ابو الدرداء کا بیان ہے کہ میں موت کو اپنے رب کے اشتیاق میں محبوب رکھتا ہوں، اور فقر و فاقہ کو اپنے رب سے عاجزی کرنے کے لئے، اور مرض کو اپنے گناہوں کے کفارہ کے لئے پسند کرتا ہوں۔

حضرت ابو الدرداء کی وفات ۳۲ھ (بتیس ہجری) میں ہوئی۔

صحیح بخاری میں حضرت انس صحابی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی اس وقت قرآن مجید کے جمع کرنے والوں میں چار ہی شخص تھے، ابو الدرداء، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید۔

قاسم بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ ابو الدرداء اُن لوگوں میں سے تھے جنہیں علم عطا کیا گیا تھا (یعنی وہبی تھا۔ مؤلف)

مسروق کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے علم کی انتہا چھ شخصوں پر ہے۔ عمر، علی، عبد اللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابو الدرداء اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے یزید بن معاویہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابو الدرداء اُن فقہاء اور علماء میں سے ہیں جن سے

بیماری کی شفا حاصل ہوتی ہے۔

لیث بن سعد کسی شخص کا قول نقل کرتے ہیں کہ اس شخص نے کہا کہ میں نے ابوالدرداء کو مسجد میں جاتے ہوئے دیکھا اس وقت ان کے ساتھ تابعین (شاگردان) کی اتنی تعداد تھی جتنی کسی بادشاہ کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ سب کے سب ان سے علمی سوالات کرتے جاتے تھے (تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام و حافظ ذہبی)

۱۲۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

ابو یوسف کنیت، عبداللہ نام ہے، والد کا نام سلام بن الحارث ہے اسرائیلی حبر یعنی عالم تھے، اور انصار مدینہ کے حلیف تھے۔ کتاب الاستیعاب میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام کی اولاد سے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو وہ مسلمان ہوئے، ان کا نام پہلے حصین تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا اور جنت کی انہیں بشارت دی اور انہیں کی شان میں یہ آیت اتری ہے۔

وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ

پ ۲۶ سورۃ الاحقاف آیت ۱۰

ومن عندہ علم الکتاب یہ وہ ہیں کہ ان کے پاس کتاب (کتاب الہٰی) کا علم ہے۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ میں اپنے زمانے کے اہل کتاب (یہودی) میں عالم تھے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کئی حدیثیں مروی ہیں اور ان سے روایت کرنے والوں کے نام یہ ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ زرارۃ بن اوفی قاضی بصرۃ، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن، ابو سعید مقبری، ابو بردۃ بن ابو موسیٰ اور حضرت عبداللہ بن سلام کے دونوں بیٹے یوسف اور محمد ان کے علاوہ اور دوسرے لوگ بھی ہیں۔

یزید بن عمیرۃ کہتے ہیں کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی موت کی نزع کا وقت ہوا اس وقت ان سے کہا گیا کہ آپ ہم لوگوں کو کچھ وصیت فرما دیجئے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علم اور ایمان دونوں اپنی جگہ پر ہیں جو ان دونوں چیزوں کا طالب اور خواہشمند ہوگا وہ پالے گا تم علم ابوالدرداء، سلمان، ابن مسعود اور عبداللہ بن سلام جو اسلام لاچکے ہیں ان سے حاصل کرو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ عبداللہ بن سلام جنت کے دس اشخاص میں دسویں ہیں، اس حدیث کی تخریج ترمذی نے کی ہے۔

عامر بن سعد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے عبداللہ بن سلام

کے کسی شخص کے لئے یہ کہتے ہوئے نہیں سُنا کہ تم اہل جنت سے ہو اور انہی کی شان میں یہ آیت اُتری ہے۔

وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ

یہ حدیث متفق علیہ ہے یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہے۔

مصعب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ اہل جنت کا ایک آدمی آرہا ہے اس وقت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آگئے۔

ایک روز حضرت عبداللہ بن سلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا خواب بیان کیا آپ نے اس کی تعبیر میں فرمایا کہ تمہاری وفات اس حالت میں ہوگی کہ تم "عروۃ الوثقیٰ" کو مضبوط پکڑے ہوئے ہوگے (عروۃ الوثقیٰ کے معنی ہیں، مضبوط کڑا مطلب یہ ہے کہ تم اسلام کی سختی سے پابند ہوگے)

ایک روز حضرت عبداللہ بن سلام اپنے سر پر لکڑی کا گٹھا لے کر گذرے لوگوں نے کہا کیا اللہ نے آپ کو اس سے بے نیاز نہیں رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا "ہاں" مگر میں چاہتا ہوں کہ اپنے غرور کو توڑ دوں۔

یوسف اپنے والد عبداللہ بن سلام سے بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے قرآن اور توراۃ دونوں کو پڑھا ہے، آپ نے اُن سے فرمایا کہ ایک رات کو اُسے پڑھو، امام ذہبی کہتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو توراۃ کو دہرانے اور اس میں غور و فکر کرنے کی اجازت اور رخصت ملی ہے، حضرت عبداللہ بن سلام کی وفات مدینہ میں ۴۳ھ (تینتالیس ہجری) میں واقع ہوئی اس پر سب کا اتفاق ہے رضی اللہ عنہ (تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام ذہبی)

۱۳۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

اُم عبداللہ کنیت اور عائشہؓ نام ہے، کتاب الاستیعاب میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کی والدہ کا نام اُم رومان ہے جن کا سلسلہ نسب یہ ہے، ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینۃ بن سبیع بن دھمان بن الحارث ابن غنم بن مالک بن کنانۃ، اُم رومان کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ۶ھ ہجری میں واقع ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی قبر میں اُترے اور اُن کے لئے مغفرت کی دعا کی اور ارشاد فرمایا۔

"اللھم لم یخف علیک مالقیت ام رومان فیک وفی رسولک۔ — اے اللہ! تجھ سے مخفی نہیں ہے جو اُم رومان کو تیری راہ اور تیرے رسول کی راہ میں مصیبتوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔

اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

من سرہ ان ینظر الی امراۃ من الحور العین فلینظر الی — جسے اس بات سے خوشی ہو کہ بڑی آنکھوں والی حور میں

۴۹ ام رومان۔ سے ایک عورت کو دیکھے اُسے اُم رومان کو دیکھنا چاہیئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی اور خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، بہت بڑی فقیہہ صحابیہ تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں جو فقہاء تھے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف مسائل کی تحقیق میں رجوع کرتے تھے، ان سے ایک جماعت نے فقہ کی تعلیم حاصل کی ہے۔

واقعہ بدر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بماہ شوال خلوت فرمائی اور وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آٹھ سال پانچ مہینے رہیں اور بہت زیادہ آپ کی محبوب بیویوں میں سے تھیں۔

اِفک (جھوٹی تہمت) والوں نے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا تھا اس کی برأت میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کل عمر (۶۵) پینسٹھ سال کی تھی، ان سے صحابہ کی ایک جماعت نے حدیث کی روایت کی ہے اور مسروق، ابن المسیب، عروۃ، قاسم، شعبی، عطا، ابن ابی ملیکہ، مجاہد، عکرمہ، معاذہ عدویہ، اور نافع مولیٰ ابن عمر نے اور ایک بڑی خلقت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کی روایت کی ہے۔

قبیصہ بن ذویب کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں سے زیادہ علم رکھتی تھیں، اُن سے بڑے بڑے صحابہ مسائل پوچھا کرتے تھے، ابو بردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو کسی حدیث کی سمجھ میں مشکل پیش آتی تھی تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے تھے، اور اُنہیں کے پاس اس کا علم پاتے تھے۔

امام ذہبی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت علم والی تھیں، جن کے متعلق عروۃ (ابن الزبیر) کہتے تھے کہ میں نے طب میں حضرت عائشہ سے زیادہ علم رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا، ہشام اپنے والد (عروۃ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے قرآن، فرائض، حلال و حرام، شعر، واقعات عرب اور انساب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ علم رکھنے والا انسانوں میں کسی شخص کو نہیں دیکھا (عروۃ بن الزبیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علاتی بہن اسماء کے فرزند تھے، اور حضرت اسماء کے صاحبزادے عبداللہ بن الزبیر ہی کے نام پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر اپنی کنیت اُم عبداللہ رکھی تھی۔ مؤلف)

ہشام اپنے والد (عروۃ) سے بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد خلافت میں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لاکھ کی رقم بھیجی، بخدا ابھی سورج غروب بھی نہیں ہوا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مال کو غریبوں میں تقسیم کر دیا، اُن کی خادمہ نے کہا کاش آپ ہم سب کے لئے بھی ایک درہم کا گوشت خرید لیتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا تم نے مجھے یہ کیوں نہیں دلایا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ اُم دُرّہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو تھیلیوں میں رقمی مال بھیجا گیا تھا جو ایک لاکھ اسی ہزار

کے قریب تھا حضرت عائشہؓ نے طشت منگوایا اور مال کو اس میں رکھا اور اس میں سے لے کر تقسیم کرنے کے لئے بیٹھ گئیں اور وہ اس روز روزہ رکھے ہوئے تھیں، شام ہوتے ہی ساری رقم تقسیم کر دی ایک درہم بھی ان کے پاس نہیں رہا۔ پھر روزہ کھولنے کے لئے اپنی خادمہ سے افطاری طلب کی، خادمہ روٹی اور روغن زیتون لائی، اس وقت ان کی خادمہ ام ذرہ نے کہا، کیا ایک درہم کا گوشت بھی ہم سب کے لئے آپ نے نہیں خریدا جس سے آپ افطار کرتیں، جواب میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا تم مجھے ملامت نہ کرو اگر تم مجھے یاد دلاتیں تو میں ایسا کرتی۔

ابن ابی ملیکہ عائشہ بنت طلحہ سے سن کر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ایک روز ایک سانپ کو مار ڈالا رات کو خواب دیکھا، کہنے والا کہہ رہا ہے خدا! اے عائشہؓ تم نے ایک مسلمان کو قتل کر ڈالا، حضرت عائشہؓ نے جواب دیا اگر وہ مسلمان ہوتا تو وہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نہیں آتا، کہنے والے نے جواب دیا کہ وہ اس وقت گھر میں داخل ہوا تھا جب آپ اپنے کپڑوں میں ملبوس تھیں، صبح کو حضرت عائشہؓ گھبرائی ہوئی اٹھیں اور بارہ ہزار کی رقم فی سبیل اللہ خیرات کرنے کا حکم دیا۔

حضرت عائشہؓ کی وفات ۵۷ھ ہجری میں ہوئی کسی نے ۵۸ھ ہجری بھی بتایا ہے (اس وقت حضرت عائشہ کی عمر ۶۶ یا ۶۷ برس تھیں سال کی تھی۔ تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام حافظ ذہبیؒ)

۱۴۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

ابو نجید کنیت، عمران نام ہے، والد کا نام حصین بن عُبید بن خلف ہے، قبیلہ خزاعہ کے تعلق سے خزاعی مشہور تھے، صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جس سال ابو ہریرہؓ مسلمان ہو کر مدینہ آئے اسی سال (یعنی فتح خیبر کے سال میں جو ۷ھ ہجری میں واقع ہوئی تھی مؤلف) حضرت عمران بن حصین بھی اسلام لائے ان سے چند حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت عمران بن حصین کو بصرۃ بھیجا تھا تاکہ بصرہ والوں کو فقہ کی تعلیم دیں۔

زرارۃ بن اوفی کہتے ہیں کہ میں نے عمران بن حصین کو معمولی لباس میں ملبوس دیکھا۔ اس وقت وہ حضرت عمرؓ کی طرف سے بصرۃ کے قاضی تھے۔

حضرت حسن بصریؒ (جو ابو سعید حسن بن ابی الحسن بصری کے نام سے مشہور ہیں اور شریعت و طریقت کے جامع اور تابعی ہیں۔ مؤلف) خدا کی قسم کھا کے کہتے ہیں کہ بصرہ میں عمران بن حصین سے بہتر کوئی شخص نہیں آیا۔ حضرت عمران بن حصین سے جن لوگوں نے حدیث کی روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں زرارۃ، حسن، محمد بن سیرین، مطرف، ابو رجاء العطاردی، عامر الشعبی

ابن بریدۃ، مطرف ابن عبداللہ بن الشخیر، ابو رجاء العطاردی ان کے علاوہ اور بھی لوگ ہیں۔ حضرت عمران بن حصین پر فرشتے سلام کیا کرتے تھے۔ حضرت عمران بن حصین کی وفات ۵۲ھ ہجری میں واقع ہوئی، وہ باصوری مرض میں مبتلا تھے، علاج کے لئے داغ لگوانے سے کھینے لگے ہیں نے (کی) یعنی داغ لگوائے مگر اس سے فائدہ نہیں ہوا اور یہ بھی بتایا کہ داغ لگانے سے عارضی فائدہ ہوا تھا مگر مرض کی شکایت دوبارہ عود کر آئی۔

کتابوں میں ان کی روایت کردہ چند حدیثیں پائی جاتی ہیں، وہ عقلمند صحابہ میں سے تھے، اور صاحب فضیلت تھے۔ حضرت عمران بن حصین کی وفات جس سال ہوئی اسی سال حضرت ابوایوب انصاری، ابوبکرۃ ثقفی، کعب بن عجرۃ، اور معاویہ بن حدیج کی وفات بھی ہوئی تھی، اور یہ پانچوں اُن صحابہ میں سے تھے جو جنگ صفین میں (جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئی تھی۔ مؤلف) الگ تھلگ رہے۔ (تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام حافظ ذہبی)

۱۵۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

ابوسعید اور ابو خارجہ دو کنیتیں ہیں زید نام ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:۔

زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبدعوف بن غنم بن مالک بن نجار، انصاری خزرجی اور نجاری اُن کی نسبتیں ہیں۔ حضرت زید بن ثابت قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے اس لئے مُقری (قرآن پڑھانے والے) کہے جاتے تھے۔ علمِ فرائض (میراث کی تقسیم) کے ماہر تھے اس لئے فرضی مشہور تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی طرف سے جو وحی آتی تھی اُس کی کتابت کرتے تھے اس وجہ سے کاتبِ وحی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔

حضرت زید کے والد جنگ بعاث میں مارے گئے تھے جو قبیلۂ اوس و خزرج کے درمیان میں ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے واقع ہوئی تھی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے اس وقت حضرت زیدؓ گیارہ برس کے تھے، بہت ذہین اور شریف طبیعت کے لڑکے تھے وہ اسلام لائے، انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی خطاطی سیکھنے کے لئے حکم دیا چنانچہ وہ خطاطی سیکھ کے خوشنویس کاتب بن گئے اور وحی کی کتابت کرنے لگے، قرآن حفظ کیا، اور راس میں پکے نکلے، علم فرائض کو اچھی طرح حاصل کیا، معرکۂ خندق اور دوسرے معرکوں میں شریک ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت زید کو مستقل طور سے قرآن مجید کے جمع کرنے پر مامور کیا تھا، اُنھوں نے نہایت مشقت اور جانفشانی سے پورا قرآن جو مختلف اجزاء میں لکھا ہوا تھا ایک جگہ جمع کر دیا، پھر حضرت عثمانؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت زید کو اسی لکھے ہوئے اور جمع شدہ قرآن سے جس کا نام مُصحف رکھا گیا تھا اس کی کتابت اور نقل پر متعین کیا کیونکہ حضرت عثمانؓ کو حضرت زیدؓ کے حفظِ قرآن، ان کی دینداری، امانت اور خوشنویسی پر اعتماد اور بھروسہ تھا، قرآن کی

سات نقلیں کرائی گئیں اور مختلف اسلامی مرکزی شہروں میں ایک ایک نسخہ روانہ کیا گیا اور سخت ہدایت کی گئی کہ اسی لکھے ہوئے قرآن کے مطابق تعلیم دی جائے۔ مؤلف)

حضرت زیدؓ سے ایک جماعت نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی جس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابوعبدالرحمن سلمی بھی تھے، حضرت زیدؓ سے حدیث کی روایت جن لوگوں نے کی ہے ان میں حضرت زید کے بیٹے خارجہ، اور انس بن مالکؓ ابو عمرو، مروان، عبید بن السباق، عطاء بن یسار، بشر بن سعید، حجر المدری، طاؤس اور عروہ تھے اور ان کے علاوہ بھی اور خلقت تھی، حضرت عمرؓ جب حج کرنے کے لئے جاتے اس وقت حضرت زیدؓ کو اپنا جانشین بنا کے جاتے تھے، حضرت زید کے مناقب اور فضائل بہت ہیں۔

حضرت زید کی وفات ۴۵ھ ہجری میں ہوئی یہ واقدی کا بیان ہے جو رجاء سے نقل کیا ہے اور یحیٰی بن بکر اخلیفہ اور ابن نمیر کا بھی یہی قول ہے، لیکن بعض نے حضرت زیدؓ کی وفات کا سال ۵۴ھ ہجری اور بعضوں نے ۵۵ھ ہجری بھی کہا ہے۔

حضرت زید کے فرزند خارجہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ اس وقت تک میں قرآن کی سترہ سورتیں پڑھ چکا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سورتیں سنائیں آپ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اے زید! تم میرے لئے یہودیوں کی خط کتابت سیکھ لو مجھے یہودیوں پر اپنے مکتوب کے بارے میں اطمینان نہیں ہے۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نصف ماہ میں یہودیوں کی خط کتابت سیکھ کے اس میں ماہر ہو گیا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن کے جمع کرنے میں انصار کے چار شخص شریک تھے، وہ یہ تھے، اُبیّ، زید بن ثابت، معاذ اور ابو زید رضی اللہ عنہم۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اُفرضُ اُمتی زید بن ثابت

میری اُمت میں علم فرائض (علم میراث) کے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت ہیں۔

امام شعبی کہتے ہیں کہ زیدؓ لوگوں پر دو چیزوں سے غالب آئے ایک علم فرائض اور دوسری چیز قرآن ہے۔ مسروق کہتے ہیں کہ صحابہ میں فتویٰ دینے والوں میں عمر، علی، عبداللہ بن مسعود، زید، اُبیّ، اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم تھے۔

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ (اپنے اپنے عہد خلافت میں) فتویٰ، فرائض، اور قرأت میں کسی شخص کو حضرت زیدؓ پر مقدم نہیں رکھتے تھے۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت زیدؓ کو منصب قضا پر مامور کیا، اور اُن کے لئے رزق یعنی کھانے کا خرچ مقرر کر دیا۔

احمد عجلی کہتے ہیں کہ تمام لوگ حضرت زیدؓ کی قراءت پر قائم ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ زید بن ثابت راسخین علم والوں میں سے تھے اور وہ حضرت زیدؓ کی رکاب تھامے رہتے تھے۔

یحییٰ بن سعید انصاری کہتے ہیں کہ جب حضرت زید کی وفات ہوئی اس وقت حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ امت اسلامیہ کا حبر (عالم) مرگیا، اور امید ہے کہ اللہ عبداللہ بن عباسؓ کو ان کا جانشین بنا دے۔

علی بن رباح کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص حضرت زیدؓ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھتا تو وہ کہتے اللہ ایسا تھا۔ اگر پوچھنے والا کہتا جی ہاں تو وہ فتویٰ دیتے تھے ورنہ خاموش رہتے (تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام و حافظ ذہبی)

۱۶۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوہریرۃؓ کنیت ہے اور مشہور روایت کی بنا پر ان کا اسلامی نام عبدالرحمٰن ابن صخر اور زمانہ جاہلیت میں عبد شمس تھا، یمن کے قبیلۂ دوس سے تعلق رکھنے کی وجہ سے دوسی مشہور تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی تھے اور رفیقہ تھے، وہ اپنے بارے میں خود بیان کرتے ہیں کہ میں بکریاں چرایا کرتا تھا، جنگلی بلی کے کئی بچوں کو میں اُٹھا لایا جب میرے باپ نے بلی کے ان بچوں کو دیکھا اور اُن کی آوازیں سُنیں تو میں نے ان کا حال سُنایا اس وقت میرے باپ نے میری کنیت ابوہریرۃ رکھدی اور کہا تو ابوہریرۃ (چھوٹی بلی والا) ہے اس زمانہ میں میرا نام عبد شمس تھا۔

حضرت ابوہریرۃؓ خیبر کی فتح کے دنوں میں (یعنی ۷ ہجری) ہجرت کر کے مدینہ آئے اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام خیبر ہی میں قیام پذیر تھے۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس تشریف لائے تو حضرت ابوہریرۃ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی تعلیمات سے بہرہ ور ہوئے اور بکثرت حدیثیں آپ سے سُنکر زبانی یاد کرلیں، نیز حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ حضرت اُبی بن کعبؓ، اور کعب سے بھی حدیثیں حاصل کیں اور حضرت ابوہریرۃؓ سے جن لوگوں نے حدیث کی روایت کی ہے اُن کے نام یہ ہیں۔ ابومسلم، سعید بن المسیب، بشیر بن نہیک، حفص بن عاصم، حمید بن عبدالرحمٰن زہری، حمید بن عبدالرحمٰن حمیری، ابوصالح السمان، طاؤس بن کیسان، سالم ابوالغیث، سعید المقبری اور ان کے والد ابوسعید، سعید بن مرجانہ، سلمان اغر، ابوحازم سلمان الاشجعی،

ابو یونس بن جبیر، سلیمان بن یسار، شہر بن حوشب، صالح مولی التوأمتہ، ضمضم بن جوس، طاؤس، شعبی، ابو ادریس خولانی، ابو عثمان نہدی، عبدالرحمٰن اعرج، عراک بن مالک، عکرمہ، عروہ، عطاء، مجاہد، ابن سیرین، محمد بن زیاد جمحی، محمد بن کعب، موسیٰ بن وردان، نعیم بن مجمر، نافع مولی ابن عمرؓ، ہمام بن منبہ اور دیگر بہت لوگ ہیں۔

کتاب الاستیعاب میں ہے کہ حضرت ابو ہریرۃؓ سے صحابہ میں سے جن لوگوں نے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں: عبداللہ بن عباسؓ، ابن عمرؓ، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہم)

حضرت ابو ہریرۃؓ علم کے مخزن تھے، فتویٰ دینے والے اماموں میں بڑے درجہ والے تھے جلالت قدر کے ساتھ عبادت اور تواضع کی شان اُن میں رچی ہوئی تھی امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے آٹھ سو سے زیادہ آدمیوں نے حدیث کی روایت کی ہے بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو ہریرۃؓ گندم گوں رنگ کے تھے، دونوں مونڈھوں کے درمیان میں فاصلہ زیادہ تھا، اُن کے دو گیسو تھے جن میں لال خضاب استعمال کرتے تھے، یہ اصحاب صُفّہ میں سے تھے۔ فقیر منش تھے، بھوک اور فاقے کا مزہ خوب چکھا، پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اُن کی مالی حالت سُدھر گئی، مال وافر ملا، ذکر و فکر اور عبادت میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے، وہ مدینہ کے حاکم بھی بنائے گئے تھے اور مدینہ کی حکمرانی میں وہ مروان کے جانشین بھی بنائے گئے تھے، وہ بازار سے گذرتے وقت لکڑی کا گٹھا اٹھاتے ہوئے یہ کہتے ہوئے چلے ذرا اپنے امیر حاکم کے لئے راستہ کشادہ کردو ان کے مزاج میں ظرافت بھی تھی رضی اللہ عنہ۔

ابو بکر بن ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں شہر سجستان میں حضرت ابو ہریرۃ کی حدیث کی تصنیف میں مشغول تھا، ایک رات حضرت ابو ہریرۃؓ کو خواب میں دیکھا اس وقت اُن کی داڑھی گھنی تھی گندمی رنگ تھا، گاڑھے کپڑے پہنے ہوئے تھے، میں نے اُن سے (بحالت خواب) کہا کہ آپ سے میں محبت رکھتا ہوں، انہوں نے فرمایا کہ میں دنیا میں پہلا صاحب حدیث ہوں۔

حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آرہا تھا، اثنائے راہ میں یہ شعر کہا۔

یا لیلۃ من طولھا باعنائھا	اے رات! تو اپنی درازی اور سختی کے باوجود کُفر کے
علیٰ انّھا من دارۃ الکفر نجّت	گھر سے رہائی پا چکی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ میرا ایک غلام بھاگ گیا تھا، جب میں مدینہ آیا اور بیعت کی تو وہ بھی وہاں موجود ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوہریرۃ یہ تمہارا غلام ہے، میں نے کہا وہ لوجہ اللہ آزاد ہے میں نے اُسے آزاد کر دیا۔

حضرت ابوہریرۃؓ اپنی بیٹی سے کہا کرتے تھے بیٹی! سونے کا زیور نہ پہنو، مجھے آتش جہنم سے تمہارے لئے ڈر لگتا ہے۔

حضرت ابوہریرۃؓ اپنا حال بیان کرتے ہیں کہ میں نے یتیمی کی حالت میں نشو ونما پائی اور اپنی مسکینی کی حالت میں ہجرت کی میں غزوان کی دختر کا مزدور تھا دو پیٹ بھرنے کے لئے کھانا اور پیدل چلنے کا بدلہ یعنی معاوضہ بھی دیتی تھی اس گھرانے کے لوگ جب سفر کرتے تھے تو میں اُن کے اونٹوں کی حُدی خوانی کرتا تھا (یعنی اونٹوں کو تیز چلانے کے لئے گانا گاتا تھا) جب وہ منزل پر اُترتے تھے اُن کے لئے لکڑیاں چُن کے لاتا تھا، الحمد للہ اب اس نے دین کو میر اقوام اور ابوہریرہ کو امام بنا دیا ہے۔

ابوہریرۃؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے لوگوں نے سوال کیا کہ کچھ لوگ بحالت احرام ہیں اُنہیں دوسرے ایسے لوگوں نے جو احرام بند نہیں ہیں شکار تحفہ کے طور پر پیش کیا۔ کیا احرام بند اس شکار کا گوشت کھا سکتے ہیں؟ میں نے اُنہیں شکار کے گوشت کے کھانے کی اجازت دی، پھر میں حضرت عمرؓ سے ملا اور یہ واقعہ بیان کیا انہوں نے فرمایا اگر تم اس کے خلاف فتویٰ دیتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔

حضرت ابوہریرۃؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ابوہریرہ! غنیمت کے مالوں میں سے تم مجھ سے کچھ مال طلب کیوں نہیں کرتے ہو؟ میں نے عرض کی میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے وہی تعلیم دیجئے جس کی تعلیم اللہ نے آپ کو دی ہے، آپ نے اسی وقت میری پیٹھ پر سے چادر اُتاری اور اسے اپنے اور میرے درمیان میں بچھا دی پھر آپ نے حدیثیں بیان کیں یہاں تک کہ میں نے پوری حدیث کی سماعت مکمل کر لی، آپ نے فرمایا ان حدیثوں کو جمع کر کے ان سے مانوس ہو جاؤ، ابوہریرۃؓ کہتے ہیں دوسری صبح کو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی تمام حدیثیں حرف بہ حرف مجھے یاد ہیں۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں روزانہ ۱۲ بارہ ہزار بار اپنے گناہوں کی تعداد کے برابر استغفر اللہ واتوب الیہ۔ میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔

ورد کرتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ کے پوتے ابو نعیم بن محرر اپنے دادا ابوہریرہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک ڈور تھی جس میں ایک ہزار گرہیں پڑی ہوئی تھیں وہ اسی ڈور پر سونے سے پہلے تسبیح پڑھتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں خیبر کی جنگ کے دن مدینہ پہونچا تھا جبکہ جنگ ختم ہو چکی تھی۔ حضرت ابوہریرہ اپنا حال بیان کرتے ہیں کہ مارے بھوک کے مسجد نبوی میں قبر شریف اور منبر کے درمیان لوٹا کرتا تھا، اور لوگ سمجھتے تھے کہ میں پاگل ہو گیا ہوں اسی حالت میں کوئی شخص میرے سینے پر چڑھ بیٹھتا تھا، میں سر اٹھا کر اس سے کہتا مجھے جنون نہیں ہے میں بھوک سے تڑپ رہا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے یہ دعا فرمائی۔

اللّٰھم حبّب عبیدک ھذا (یعنی ابا ہریرۃ) وامہ الی عبادک المومنین وحبّبھم الیھما

اے اللہ! اس بندے ابوہریرہ اور ان کی ماں کو مومنین میں محبوب بنا دے اور ان مومنین کو ان دونوں میں محبوب بنا دے۔

اسی دعا کے سبب آپ کی والدہ نے اسلام قبول کیا تھا
ورنہ بیٹا ان کی مخالفت سے سخت پریشان رہا کرتا تھا

طفاوی کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں ابوہریرہ کے گھر میں چھ مہینے تک مہمان رہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں کسی کو ان سے بڑھ کے مہمان نواز نہیں پایا۔

مقبری[1] سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو ظرف بھر حدیثیں زبانی یاد کی ہیں ایک ظرف کی حدیثوں کی اشاعت لوگوں میں کی ہے دوسرے ظرف کی حدیثوں کی اشاعت کردوں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے گا۔

ابو صالح السمان کہتے ہیں کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے زیادہ حافظ حدیث ابوہریرہؓ تھے۔

امام شافعی کہتے ہیں کہ راویان حدیث میں ابوہریرۃ سب سے زیادہ حافظ حدیث ہیں۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ ابوہریرۃؓ نے کہا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی بھی مجھ سے زیادہ حدیث کا حافظ نہیں ہے۔

ابو رافع حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ یعنی ابوہریرہ حضرت کعب (ابی بن) سے ملے اور ان کو

---

(۱) کتاب تذکرۃ الحفاظ میں اس جگہ مقبری کے بعد عن ابی ہریرۃ طباعت میں چھوٹ گیا ہے کیونکہ مقبری تابعی ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست روایت نہیں کر سکتے اس کے علاوہ یہ باب حضرت ابوہریرہ کے حالات میں ہے نہ کہ مقبری کے حالات میں۔ مؤلف)

حدیثیں سُنانے لگے اور ان سے سوالات کرنے لگے، حضرت کعب نے کہا کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا ہے جس نے تورات نہیں پڑھی ہے اور تورات میں جتنی باتیں ہیں اُن سے وہ زیادہ واقف ہو سوائے ابو ہریرۃ کے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا اے ابو ہریرہ تم ہم لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ رہے ہو اور ہم لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا علم رکھتے ہو۔

ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرۃ کے پاس سات روز تک مہمان رہا میں نے دیکھا کہ راتوں کو ابو ہریرۃ، اُن کی بیوی، اور ان کا خادم رات کی ایک ایک تہائی حصہ میں اٹھتے ہیں اور باری باری سے ایک دوسرے کو جگا کر نماز پڑھتے ہیں (یعنی نماز تہجد) (تذکرۃ الحفاظ)

اضافہ (۱) حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس ایک شخص آیا اور اُن سے کوئی مسئلہ پوچھا حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا تم ابو ہریرۃ سے یہ مسئلہ پوچھو کیونکہ ایک روز میں اور ابو ہریرۃ اور فلاں آدمی مسجد میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے اور اُسی کے ذکر میں مشغول تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور ہم لوگوں کے پاس بیٹھ گئے اُس وقت ہم سب خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا تم لوگ جو دعا کر رہے تھے دوبارہ دعا کرو حضرت زید بن ثابت نے کہا کہ میں نے اور میرے ساتھی نے حضرت ابو ہریرہ سے پہلے دعا کی اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی پھر حضرت ابو ہریرۃ نے یہ دعا کی۔

اللّٰھم انی اسألک ما سألک صاحبای وأسألک علماً لا ینسیٰ	اے اللہ! میں وہی دعا کرتا ہوں جو میرے دونوں ساتھیوں نے کی ہے اور ایسا علم چاہتا ہوں جو فراموش نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی، حضرت زید کہتے ہیں کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم بھی اللہ تعالیٰ سے ایسا علم چاہتے ہیں جو فراموش نہ ہو، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سبقکم بھا الغلام الدوسی	تم سے پہلے اس دوسی لڑکے (ابو ہریرہ) نے اس دعا کے لئے سبقت کی ہے

محمد بن زیاد کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت ابو ہریرۃ کو مدینہ کا حاکم بنایا جب ان سے

---

(۱) اضافہ۔ از تہذیب التہذیب و دیگر کتب مؤلف۔

سے ناراض ہوئے تو انہیں معزول کر کے مروان کو ان کی جگہ بھیجدیا پھر کچھ دنوں کے بعد مروان کو معزول کر کے ابوہریرۃ کو دوبارہ اُن کی جگہ مدینہ کا حاکم بنا دیا اس وقت حضرت ابوہریرۃ نے اپنے دروازہ پر ایک خادم کو متعین کر دیا اور حکم دیا کہ سوائے مروان کے سب کو میرے پاس آنے دے۔ اس کے باوجود مروان آئے اور حضرت ابوہریرۃؓ کے پاس چلے گئے اور پوچھا ہمیں یہاں آنے سے روک دیا گیا ہے؟ حضرت ابوہریرۃؓ نے جواب دیا سب سے زیادہ روکے جانے کے حقدار تم ہی ہو۔ حضرت ابوہریرۃؓ کی وفات ۵۸ھ ہجری میں ہوئی یہ ایک جماعت کا خیال ہے بعضوں نے ۵۹ھ ہجری اور کسی نے ۵۷ھ ہجری بھی کہا ہے (تذکرۃ الحفاظ مصنفہ حافظ ذہبی)

۱۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

ابو عبدالرحمن کنیت اور عبداللہ نام ہے، والد کا نام عمر بن الخطابؓ ہے عدوی اور مدنی نسبت ہے، فقیہ تھے علم و عمل میں چوٹی کے لوگوں میں سے تھے، غزوۂ خندق میں شریک رہے اور اہل بیعت رضوان میں سے تھے، اور یہ اُن لوگوں میں سے تھے جو منصب خلافت کی صلاحیت رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے زمانۂ جنگ میں دو حکم انتخاب خلیفہ کے لئے مقرر کئے گئے تو منصب خلافت کے لئے یہ بھی چُنے گئے تھے جبکہ وہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص فاتح عراق اور ان کے جیسے دوسرے لوگ بھی موجود تھے، حضرت ابن عمرؓ کے مناقب بہت ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صلاحیت کی ستائش فرمائی تھی۔

خود حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ ایک روز حجاج خطبہ دینے کو کھڑا ہوا اس وقت وہ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر بھی کھڑے ہو گئے اور فرمایا "اللہ کے دشمن نے اللہ کے حرام کو حلال کر دیا بیت اللہ کو ویران کر دیا اور اولیاء اللہ کو قتل کر دیا (یعنی حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کو خانہ کعبہ میں حجاج نے شہید کیا)، حجاج نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ جواب دیا گیا کہ یہ عبداللہ بن عمرؓ ہیں یہ سُن کے حجاج نے کہا خاموش رہ اے بڈھے! تو سٹھیا گیا ہے، جب حجاج خطبہ سے فارغ ہوا اُس نے اپنے مددگاروں کو اُن کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے حکم دیا اس وقت ایک شخص نے زہریلے حربہ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر ضرب کاری لگائی جس سے وہ بیمار ہو گئے اور وفات پائی۔ ان کی بیماری کی حالت میں حجاج ان کے پاس عیادت کے لئے آیا اور سلام کیا مگر انہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا اور اُن سے باتیں کرنا چاہا مگر وہ کچھ نہ بولے اس واقعہ کو بخاری نے مختصر طریقہ سے بیان کیا ہے۔

حضرت عبداللہ (بن مسعود) کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ کی نیکی کا انکشاف اس وقت ہوتا تھا جب یہ دونوں کچھ کہتے تھے یا عملاً کر کے دکھلاتے تھے۔

نافع (مولی ابن عمرؓ) کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور سجدے میں گئے تو میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا اے اللہ! قریش سے مزاحمت کے لئے مجھے کوئی چیز نہ روک سکتی تھی بجز تیرے خوف کے نافع کا بیان ہے کہ جب ابو موسیٰؓ اور عمرو بن العاصؓ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی جنگ کے زمانہ میں حَکَم (ثالث) بنائے گئے تو حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا کہ میں اس منصب خلافت کے لئے سوائے ابن عمرؓ کے کسی کو موزوں نہیں سمجھتا ہوں اس وقت حضرت عمرو بن العاص نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے بیعت کریں کیا آپ اس کو پسند کریں گے کہ آپ کو اس امر کے لئے بڑی مالی رقم دی جائے تاکہ آپ اپنے اس دعویٰ سے اس شخص کے لئے دست بردار ہو جائیں جو اس کا زیادہ حریص ہے؟ یہ سن کے حضرت ابن عمرؓ کو غصہ آگیا اور کھڑے ہو گئے، اس وقت ابن زبیرؓ نے ان کے کپڑے کا دامن کھینچا اور کہا اے ابو عبد الرحمٰن! عمرو بن العاصؓ نے یہ کہا ہے کہ کیا آپ مجھے مال کی بڑی تعداد دیں گے تاکہ میں آپ سے بیعت کروں۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا افسوس ہے اے عمرو بن العاص! عمرو بن العاص نے کہا میں نے صرف آپ کے آزمانے کے لئے کہا تھا، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا بخدا! میں منصب خلافت کے لئے نہ کسی کو مال دوں گا اور نہ کسی سے مال لوں گا اور نہ اس منصب خلافت کو قبول کروں گا تاوقتیکہ تمام مسلمانوں کی رضامندی حاصل نہ ہو جائے۔

ابن الحنفیہ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ اس امت کے حبر (علامہ) تھے۔

سعید بن المسیب کہتے ہیں اگر میں کسی کے جنتی ہونے کی شہادت دوں تو ابن عمرؓ کے لئے دوں گا۔ حضرت حسن (بصری) کہتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے اور کہا آپ لوگوں کے سردار ہیں اور لوگوں کے سردار کے بیٹے ہیں اور تمام لوگ بھی آپ سے خوش ہیں، آپ باہر آئیں تاکہ ہم سب آپ سے بیعت کریں۔ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا بخدا! میرے لئے خون ذرا بھی نہ گرایا جائے گا۔ عمر بن محمد بن زید کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتے تھے تو رو پڑتے تھے اور جب دیار محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کا گذر ہوتا تھا تو اپنی آنکھیں بند کر لیتے تھے۔

سفیان ثوری کا کتنا اچھا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کی اقتدا، جماعت میں اور ابن عمرؓ کی جدائی میں کرنی چاہئے۔ (یعنی حضرت عمرؓ نماز میں بحالت جماعت شہید کئے گئے اور ان کے فرزند ابن عمرؓ کی دنیا سے جدائی حق کی حمایت میں اللہ کے دشمن کے مسموم حربہ سے ہوئی۔ مؤلف)

سلیمان بن یسار (مدینہ کے سات فقہاء میں ایک فقیہ تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو وفات ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے درمیان تقسیم کر دیئے تھے (تعلیم حاصل کرنے کے لئے۔ مؤلف) میں نے ابن عمرؓ سے اکثر لا ادری (میں نہیں جانتا) کہتے ہوئے سنا ہے اور ابن عباسؓ کسی کو اپنے پاس سے جواب دیئے بغیر واپس نہیں کرتے تھے میں نے

ابن عباسؓ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابن عمر عجب آدمی ہیں، لوگ اُن کے پاس آتے ہیں جس مسئلہ میں اُن کو شک ہوتا ہے اس میں غور نہیں کرتے، اگر کوئی فیصلہ کن سنّت ہوئی تو وہ کہہ دیتے ہیں ورنہ پھر وہ اپنی رائے دیدیتے ہیں۔ اور ابن عباسؓ سے میں نے یہ بھی کہتے ہوئے سنا جب ابن عمر سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تھا تو وہ مضطرب ہوگئے اور کہا "البلاء موکل بالقول" مصیبت بات کرنے سے آتی ہے۔

امام مالک کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن شہاب (زہریؒ) نے کہا کہ ابن عمر کی رائے کی برابری نہ کرو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے اُن سے نہ کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخفی رہی اور نہ صحابہ کی کوئی بات چھپی رہی ہے۔

یحییٰ بن یحییٰ تمیمی کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے کہا کیا آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں نے مشائخ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس کسی نے ابن عمرؓ کے قول کو لیا اس نے مسئلہ کے کسی گوشے کو نہیں چھوڑا انہوں نے کہا ہاں، میں نے کہا تھا نافع (مولیٰ ابن عمر) کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، آثار، اور افعال کی اتباع میں ایسے ڈوب گئے تھے کہ اُن کی عقل کے کھو جانے کا اندیشہ ہو گیا تھا۔ ابو جعفر محمد (الباقر) کہتے ہیں کہ صحابہ میں کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سن کے اتنی احتیاط کرتا کہ حدیث میں ذرا بھی زیادتی اور کمی نہ ہو سوائے ابن عمرؓ کے۔ ہشام بن حسان محمد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حجاج خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا اور کہا کہ ابن الزبیر نے کلام اللہ کو بدل دیا ہے، اس وقت ابن عمرؓ وہاں موجود تھے وہ بھی کھڑے ہو گئے اور یہ کہا یہ جھوٹ ہے نہ عبداللہ بن الزبیر نے کلام اللہ کو بدلا ہے اور نہ کوئی بدل سکتا ہے، حجاج نے ابن عمرؓ سے کہا تم بڈھے سٹھیا گئے ہو بیٹھ جاؤ، حضرت ابن عمرؓ نے کہا اگر تم نے اس بات کو دوبارہ کہا تو میں بھی دوبارہ تردید کروں گا۔ ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ لوگ اُن سے مسئلے پوچھ رہے ہیں انہوں نے کہا میرے پاس سے چلے جاؤ اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ میں اتنا زندہ رہوں گا کہ لوگوں کو میری ضرورت ہو گی تو میں تمہارے لئے بھی علم فقہ حاصل کرتا۔

حضرت ابن عمرؓ کی وفات ۷۳ھ ہجری کے اوائل میں ہوئی وہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کی طرف دنیا نہ جھکی ہو یا وہ دنیا کی طرف نہ جھکا ہو سوائے عبداللہ بن عمر کے رضی اللہ عنہما۔

۱۸۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

ابو العباس کنیت، عبداللہ نام ہے والد کا نام عباس ہے، کتاب الخلاصہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کا نسب اور رجال اس طرح مذکور ہے (عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہاشمی: حضرت ابن عباسؓ مکی مدنی طائفی، حبر الامت اور فقیہ الامت کہے جاتے تھے۔ عکرمہ کا بیان ہے کہ جب کبھی ابن عباس راستہ سے گذرتے تھے اس وقت عورتیں کہتی تھیں کہ مشک اس راستہ سے گذرا ہے (یعنی ابن عباس گئے ہیں)

حضرت ابن عباسؓ امام، بحر اور عالم دھر تھے، ابو العباس ابن عباس ہاشمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (عباس بن عبدالمطلب) کے فرزند تھے اور ابو الخلفاء تھے (عباسی حکومت کے بانی حضرت عبداللہ بن عباس کی اولاد سے تھے اسی لئے اس حکومت کا نام عباسی حکومت تھا، ہارون رشید اور مامون رشید اسی خاندان کے افراد اور خلفاء تھے۔ مؤلف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس تیرہ سال کے تھے (بعض روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت پندرہ سال کی تھی۔ مؤلف)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو دعاء دی تھی کہ اللہ انہیں دین کا فقیہ بنائے اور علم تاویلِ قرآن عطا فرمائے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور میرے لئے حکمت کی دعاء کی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز جب بیت الخلاء میں داخل ہوئے اور پھر باہر تشریف لائے تو روشنی دیکھی جو ہوا سے بچاؤ کے لئے اس کے گرد گھیرا ڈالا گیا تھا آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس نے بنایا ہے، حضرت ابن عباس نے کہا میں نے بنایا ہے اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء میں یہ کلمہ فرمایا۔

اللھم علمہ تاویل القرآن — اے اللہ! اس لڑکے (ابن عباس) کو قرآن کی تاویل کا علم عطا فرما۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ابن عباس قرآن کے اچھے ترجمان ہیں، اگر وہ (بزمانہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری عمروں کی مانند ہوتے تو ہم میں سے کوئی بھی ان کے دسویں حصہ کے برابر بھی نہ ہوتا۔ ابن وائل کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں ابن عباس کو حج کا امیر اور سردار بنایا ابن عباسؓ نے یوم الحج میں جو خطبہ دیا تھا۔ اگر اس خطبے کو ترک اور روم کے لوگ سن لیتے تو وہ اسلام لے آتے، پھر انہوں نے خطبہ میں سورۂ نور پڑھی اور اس کی تفسیر بیان فرمائی۔

ابوبکر ایک راوی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس بصرہ میں ابن عباسؓ آئے اس وقت کوئی عرب بھی اُن کی مانند جسم و علم، بیان، جمال اور کمال کے لحاظ سے نہ تھا۔

معمر کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے عمومی علم تین اشخاصؓ سے حاصل کیا اور وہ تین اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرؓ علیؓ اور اُبی بن کعبؓ ہیں رضی اللہ عنہم۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب میں یہ سنتا کہ فلاں شخص کے پاس حدیث ہے تو میں اس کے یہاں آتا اور اُس کے انتظار میں بیٹھ جاتا یہاں تک کہ وہ شخص باہر آتا تو میں اُس سے سوالات کرتا تھا اگر میں چاہتا کہ اس شخص کو باہر بلوالوں تو ایسا کر سکتا تھا۔

ابن شداد کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس نے فرمایا اے ابن شداد! کیا تمہیں اس بات سے تعجب نہ ہوگا کہ میرے پاس میرا غلام آیا اُس وقت میں قیلولہ (دن کے کھانے کے بعد لیٹ جانا) کے لئے لیٹ گیا تھا اس غلام نے کہا کہ دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے میں نے دل میں خیال کیا کہ وہ آدمی کسی ضرورت سے آیا ہوگا میں نے اُسے اپنے پاس آنے کی اجازت دیدی وہ شخص میرے پاس آیا اور سوال کیا کیا آپ اُس آدمی کے متعلق کچھ بتائیں گے؟ میں نے پوچھا کون آدمی؟ اس نے کہا کہ علی بن ابی طالب کب مبعوث ہوں گے (یعنی نبی بنا کر بھیجے جائیں گے) میں نے کہا سبحان اللہ! جب سب لوگ قبروں سے اٹھیں گے (یعنی ان کا بھی بعث و حشر و نشر ہوگا) اس نے کہا آپ بھی وہی بات کہتے ہیں جسے یہ احمق لوگ کہتے ہیں، میں نے حکم دیا اس آدمی کو باہر نکالو ورنہ میں اسے ماروں گا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ ایک ساعت کا علمی مذاکرہ بھی رات بھر کی عبادت گذاری سے بہتر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی وفات بمقام طائف ۶۸ھ ہجری میں واقع ہوئی، محمد بن الحنفیہ نے اُن کے جنازے کی نماز پڑھائی اور کہا آج اس امت کا عالم ربانی قضا کر گیا رضی اللہ عنہ۔

(تذکرۃ الحفاظ مصنفہ حافظ و امام ذہبی)

۱۹۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما

ابومحمد اور ابوعبدالرحمٰن اُن کی دو کنیتیں ہیں عبداللہ نام ہے والد کا نام عمرو بن العاص ہے (کتاب تقریب میں اُن کا نسب اور مختصر حال اس طرح مذکور ہے، عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل ابن ہاشم بن سعید بن سعد بن سہم سہمی، سابقین صحابہ میں سے تھے اور کثیر الروایات تھے، عبادلۂ فقہاء میں سے ایک تھے ذوالحجہ میں حرّہ کے دنوں میں بمقام طائف وفات پائی (طائف میں آپ کی وفات کی روایت زیادہ صحیح اور راجح ہے، مؤلف) قریشی خاندان سے تھے عالم ربانی تھے، یہ اکیلے اپنے والد کے ساتھ فتح مکہ سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عمرو العاص کو اُن کے والد پر ترجیح دیتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں بڑے روزہ دار قائم اللیل، قرآن مجید کے بہت تلاوت کرنے والے اور علم کے بہت طلب کرنے والے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کے کثرت سے حدیثیں قلمبند کیں جس کا اعتراف حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیا ہے کہ عبداللہ ابن عمرو بن العاص کی کثرت حدیث کی وجہ یہ تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں سُن کے لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا حضرت ابن عمرو بن العاص خیّر واقع ہوئے تھے اور اپنی شان کو بڑھاتے تھے مگر اپنے باپ کی اس بات میں ملامت کرتے تھے کہ فتنۂ خلافت کے زمانہ میں اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اور باپ کی نافرمانی کے گناہ کا خیال کر کے جنگ صفین میں وہ بھی آ گئے تھے مگر اپنی تلوار نیام ہی میں رکھی باہر نہ نکالی۔

اہل کتاب کی جملہ کتابیں ابن عمرو بن العاص کو مل گئی تھیں ان کا انہوں نے گہرا مطالعہ کیا اور ان میں عجائب باتیں دیکھیں، ان کے والد نے بے شمار مال ترکہ میں چھوڑا تھا، ان کے نوکر چاکر اور غلام بہت تھے، اور طائف میں ان کا ایک باغ تھا جس کا نام وہط تھا جس کی قیمت دس لاکھ درہم لگائی گئی تھی۔ ان سے اہل بصرہ نے بکثرت حدیثیں حاصل کی تھیں۔

۶۵ھ ہجری میں مصر میں وفات پائی جن دنوں فسطاط (مصر) کا محاصرہ کیا گیا تھا اور وہاں مروان بن الحکم اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی فوجوں میں جنگ ہو رہی تھی جس کی وجہ سے ان کا جنازہ باہر نکالا نہ گیا اس لئے گھر کے اندر ہی مدفون ہوئے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے جن لوگوں نے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں: ابن المسیب، عکرمہ، ابوعبدالرحمٰن الحُبُلی، عروۃ، وہب، ابن ابی ملیکہ، ابوعمرو شعیب ابن محمد یہ ابوعمرو شعیب حضرت ابن عمرو بن العاص کے پوتے تھے

(تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام ذہبی)

۲۰۔ حضرت عُقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ

کتاب الاستیعاب میں حضرت عُقبہ کا نسب اور دیگر حال اس طرح مذکور ہے۔

عُقبہ بن عامر بن عبس الجہنی بن جہینۃ بن زید بن سود بن اسلم بن عمرو ابن الحارث بن قضاعۃ ابو حماد کنیت ہے جن صحابہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے اُن کے نام یہ ہیں، جابرؓ، ابن عباسؓ، ابو امامۃ، مسلمۃ بن خلادۃ (صحیح مسلمۃ بن مخلد ہے۔ مؤلف، انتہیٰ)

حضرت عُقبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، فقیہ، علامہ، کتاب اللہ کے قاری، علم فرائض میں بصیرت رکھنے والے، قادر الکلام شاعر، اور بڑے مرتبہ والے تھے۔ ابن یونس کا بیان ہے کہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا مصحف اب تک موجود ہے، امیر معاویہؓ کے عہد میں مصر کے حاکم بنائے گئے، پھر انہیں یہاں سے معزول کیا گیا، اور ۴۷ھ ہجری میں بحری غزوات میں وہ منسلک کر دیئے گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ سیاہ خضاب استعمال کرتے تھے۔ (الاستیعاب)

امام ذہبی کہتے ہیں کہ حضرت عقبہؓ کی مرویات کثرت سے ہیں، جن راویوں نے اُن سے روایت کی ہے اُن کے نام یہ ہیں، جبیر بن نفیر، ابو عشانہ حی بن یؤمن اور ابو قبیل حی بن ہانی المعافریان لبجتہ بن عبد اللہ الجہنی، سعید المقبری، ابو الخیر مرثد الیزنی، علی بن رباح ان کے علاوہ اور دوسرے لوگ بھی ہیں، ابن یونس نے حضرت عقبہ کی تاریخ وفات ۵۸ھ ہجری لکھی ہے رضی اللہ عنہ (تذکرۃ الحفاظ مصنفہ حافظ ذہبی)

۲۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

ابو عبد اللہ کنیت، جابر نام ہے، نسب یہ ہے۔ جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام، کتاب الاستیعاب میں حضرت جابر کے نسب میں حرام کے بعد اضافہ اس طرح کیا گیا ہے، حرام بن ثعلبۃ بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمۃ، حضرت جابر کی والدہ کا نام نسیبۃ ہے ان کا نسب کتاب الاستیعاب میں اس طرح ہے۔ نُسیبۃ بنت عقبۃ بن عدی بن سنان بن نابی بن زید بن حرام، حضرت جابرؓ امام، انصاری، فقیہ، مدنی اور اپنے زمانے میں مدینہ کے مفتی تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے جن ستر انصار نے عقبہ ثانیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام عقبہ میں بیعت کی تھی ان میں حضرت جابرؓ بھی آخر میں شریک ہوئے تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ نافع علم حاصل کیا، حج کے بیان میں اُن کی روایت سے منسک صغیر کتاب ہے جس کی تخریج مسلم نے کی ہے۔

حضرت جابر نے معرکۂ بدر اور اُحد میں شرکت کا ارادہ کیا تھا مگر اُن کے والد نے اُن کی چھوٹی بہنوں کی نگرانی پر انہیں مامور کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ شریک نہ ہو سکے تھے اس کے بعد معرکۂ خندق اور بیعت رضوان (حدیبیہ کے مقام میں) شرکت کی طویل عمر پائی بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔

حضرت جابر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے لیلتہ البعیر میں پچیس بار مغفرت کی دعا فرمائی تھی، کہا جاتا ہے کہ حضرت جابرؓ نے بدر کے معرکہ میں شرکت کی تھی۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ میں معرکۂ بدر کے دن اپنے دوستوں کو کنوئیں سے پانی نکال نکال کر پلاتا رہا تھا۔

مشہور محدث ابن عیینہ کا بیان ہے کہ عطاء اور عمرو نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اس وقت ملاقات کی تھی جب وہ مکہ میں فروکش تھے۔

حافظ امام ذہبی کہتے ہیں کہ حضرت جابر سے جن لوگوں نے روایت کی ہے اُن کے نام یہ ہیں سعید بن میناء، ابوالزبیر، ابوسفیان طلحہ بن نافع، حسن بصری، سالم بن ابی الجعد، محمد بن منکدر اور اُن کے علاوہ اور خلقت ہے۔

حضرت جابرؓ نے چورانوے (۹۴) سال کی عمر پائی اور ۷۸ھ ہجری میں مدینہ میں وفات پائی رضی اللہ عنہ۔

(تذکرۃ الحفاظ مصنفہ حافظ امام ذہبی)

۲۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

ابوسعید کنیت اور سعد نام ہے خُدری آبائی نسبت ہے والد کا نام مالک بن سنان ہے، کتاب خلاصہ میں ان کا نسب مالک کے بعد اس طرح بیان کیا گیا ہے: سنان بن عبید بن ثعلبہ بن خُدرۃ) کتاب تقریب میں یہ مذکور ہے کہ ابوسعید سعد اور ان کے والد مالک بن سنان کو صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل تھا، کم سنی کی وجہ سے حضرت ابوسعید معرکۂ اُحد میں شریک نہیں ہوئے تھے پھر اس کے بعد کے غزوات میں شرکت کی، مدینہ میں وفات پائی۔"

حضرت ابوسعیدؓ انصاری، خزرجی اور مدنی تھے، علمائے صحابہ میں ان کا شمار تھا، بیعت الشجرۃ میں حاضر تھے، ان سے بکثرت حدیثیں مروی ہیں، مدت تک افتار (فتوی دینا) کی خدمت انجام دی، ان کے والد مالک بن سنان غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے، حضرت ابوسعیدؓ چھیاسی (۸۶) سال تک زندہ رہے ان سے جن لوگوں نے حدیث کی روایت کی ہے اُن کے نام یہ ہیں۔ ابن عمرؓ، جابر بن عبداللہؓ، اور ان دو کے علاوہ اور دوسرے صحابہ نے بھی ان سے روایت کی ہے، تابعین میں اُن سے روایت کرنے والوں کے نام یہ ہیں، عامر بن سعد، بکر بن سلیم، نافع مولی ابن عمرؓ، ابونضرۃ العبدی، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن۔ ان کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں ۷۴ھ ہجری کے اوائل میں وفات پائی، حضرت ابوسعیدؓ کے متعلق یہ بھی کہا جاتا

ہے کہ وہ اہل صُفہ میں سے تھے، ان سے حدیثیں بہت مروی ہیں، چنانچہ صحیحین بلبن اللہ سے ۴۲ حدیثیں روایت کی گئی ہیں، صرف صحیح بخاری میں ۱۶ حدیثیں اور صرف صحیح مسلم میں ۵۲ حدیثیں ان سے مروی ہیں (تذکرۃ الحفاظ مصنفہ حافظ ذہبی)

۲۴۔ حضرت انس بن مالک بن النضر رضی اللہ عنہ

ابن ضمضم اور ابو حمزۃ کنیت اور انس نام ہے، والد کا نام مالک بن النضر ہے (کتاب خلاصہ میں ان کے نسب میں نضر کے بعد ابن زید بن حرام کا اضافہ کیا گیا ہے، اور کتاب الاستیعاب میں حرام کے بعد نسب میں جو اضافہ ہے وہ یہ ہے: ابن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج بن حارثہ، اور کتاب تقریب میں ہے کہ حضرت انسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت دس سال تک کی ہے، اور سو برس سے زیادہ عمر پائی تھی، حضرت انسؓ امامت کا درجہ رکھتے تھے، انصاری، نجاری، مدنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے، انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل صحبت کا شرف حاصل ہوا، ان سے بکثرت حدیثیں مروی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت سے وفات کے وقت تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ رہے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت اُبیؓ اور ایک جماعت سے انہوں نے حدیث کی روایت کی ہے۔ طویل عمر پائی تھی، تمام صحابہ میں سب سے آخر میں ان کی وفات ہوئی ہے (یعنی بصرہ میں یہ آخری صحابی تھے جن کی وفات وہاں ہوئی ہے، ورنہ حضرت انسؓ کے بعد بھی بعض صحابی کی وفات ہوئی ہے جیسے ابو الطفیلؓ۔ مؤلف)

جن لوگوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے، ان کے نام یہ ہیں: حسن (بصری) زہری، قتادہ، ثابت البنانی، حمید الطویل، سلیمان التیمی، یحییٰ بن سعید الانصاری، اور ان کے علاوہ بکثرت لوگوں نے حضرت انسؓ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ صرف امام بخاری نے ان کی اسی حدیث کی اور امام مسلم نے ستر (۷۰) حدیث کی تخریج کی ہے اور ان دونوں اماموں نے متفقہ طور پر حضرت انسؓ کی (۱۲۸) حدیثوں کی تخریج کی ہے، حضرت انسؓ نے ۹۳ھ ہجری میں وفات پائی، یہ بیان حمید الطویل، ابن عُلیۃ، المضبعی، ابو نعیم، فلاس، قعنب، السری بن یحییٰ اور ایک جماعت کا ہے اور قتادہ، الہیثم بن عدی، اور ابو عبید کا قول ہے کہ حضرت انسؓ کی وفات ۹۱ھ ہجری میں ہوئی ہے اور معن بن عیسیٰ نے حضرت انس کے فرزند سے روایت کی ہے کہ حضرت انسؓ کی وفات ۹۲ھ ہجری میں ہوئی ہے جس کی تائید واقدی نے کی ہے اور جریر بن حازم نے شعیب بن حبحاب سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کی وفات ۹۰ھ ہجری میں واقع ہوئی ہے، رضی اللہ عنہ (تذکرۃ الحفاظ مصنفہ حافظ امام ذہبی)

وہ صحابہ کرام جن سے مروی حدیثیں صحاح میں موجود ہیں ان کے صرف نام دئے جاتے ہیں

(۱) اُسید بن الحضیر متوفی ۲۰ ہجری الاشہلی البدری (۲) البراء بن عازب الانصاری الاوسی (۳) بریدہ بن الحصیب الاسلمی نزیل شہر مرو و عالم مرد (۴) بلال بن رباح التیمی مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزیل داریا (۵) جابر بن سمرۃ السوائی (۶) جُبیر بن مُطعم القرشی النوفلی (۷) جریر بن عبداللہ البجلی (۸) حُذیفہ بن الیمان صاحب السریۃ بڑے عالموں میں سے تھے (۹) حکیم بن حزام الاسدی (۱۰) ابوایوب خالد بن زید الانصاری نجیب بدری (۱۱) خالد بن ولید بن مُغیرۃ المخزومی امیر لشکر سیف اللہ (۱۲) خباب بن الارت سابقین میں سے تھے (۱۳) رافع بن خدیج الانصاری (۱۴) الزبیر بن العوام بن خویلد القرشی الاسدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حواری تھے (۱۵) زید بن الارقم الانصاری اہل بیعت رضوان میں سے تھے (۱۶) زید بن خالد الجُہنی (۱۷) ابوطلحہ زید بن سہل الانصاری (۱۸) سعید بن زید بن عمرو ابن نفیل العدوی عشرۃ مبشرۃ میں سے تھے (۱۹) سلمان الفارسی ابوعبداللہ بڑے مرتبہ کے تھے وہ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ سن رسیدہ تھے ایک قول کے مطابق (۲۰) سلمۃ بن الاکوع بہت شجاع تھے (۲۱) سلمۃ بن جندب الفزاری (۲۲) سہل بن حنیف بدری تھے (۲۳) سہل بن سعد الساعدی مدینہ میں آخری صحابہ تھے جن کی وفات یہاں ہوئی (۲۴) شداد بن اوس الانصاری (۲۵) ابوامامۃ صدی بن عجلان الباہلی (۲۶) صہیب بن سنان الحمری سابقین میں سے تھے (۲۷) طلحۃ بن عبیداللہ التیمی شہید عشرہ مبشرہ میں سے تھے (۲۸) امین الامت ابوعبیدۃ عامر بن عبداللہ بن الجراح القرشی الفہری (امام حاکم نیشاپوری کلنے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں بیان کیا ہے کہ باوجود ان کی شہرت کے ان سے کوئی حدیث صحاح میں مذکور نہیں ہے، دوسرے راویوں نے ان کا نام صحاح میں ضمناً بیان کیا ہے۔ مؤلف) (۲۹) عُبادۃ بن صامت الانصاری البدری نقیب (ان کی یہ خصوصیت ہے کہ عقبہ اولیٰ و ثانیۃ کی دونوں بیعتوں اور بیعت الرضوان حدیبیہ میں بھی بیعت کی۔ مؤلف) (۳۰) عباس بن عبدالمطلب الہاشمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے (۳۱) عبداللہ بن ابی اوفی الاسلمی صحابیوں میں سب سے آخر میں کوفہ میں ان کی وفات ہوئی (۳۲) عبداللہ بن الزبیر بن العوام الاسدی حضرت اسماء بنت امیر المومنین حضرت ابوبکر الصدیق کے صاحبزادے تھے۔ (۳۳) عبداللہ ابن مُغفل المزنی بصرۃ کے عالموں میں سے تھے (۳۴) عبدالرحمٰن ابن ابی بکر صدیق التیمی (۳۵) عبدالرحمٰن بن سمرۃ القرشی العبشمی (۳۶) عبدالرحمٰن بن عوف الزہری بدری عشرہ مبشرہ میں سے تھے (۳۷) عتبان بن مالک السالمی انصاری بدری (۳۸) عدی بن حاتم الطائی (۳۹) عُقبۃ بن عمرو ابومسعود بدری انصاری (۴۰) عمار بن یاسر ابو الیقظان العنسی سابقین

اولین میں سے تھے (۴۱) عمر بن ابی سلمۃ المخزومی (۴۲) عمرو بن امیۃ الضمری (۴۳) عمرو بن العاص السہمی امیر مصر (۴۴) عوف بن مالک الاشجعی (۴۵) قیس بن سعد بن عبادۃ الخزرجی سیاف النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے تلوار لئے پاس میں کھڑے رہتے تھے (۴۶) کعب بن عجرۃ انصاری (۴۷) کعب بن مالک السلمی شاعر نبی صلی اللہ علیہ وسلم (۴۸) محمد بن مسلمۃ انصاری (۴۹) مالک بن حویرث لیثی (۵۰) مسور بن مخرمۃ بن نوفل زہری (۵۱) مسیب بن حزن المخزومی (۵۲) معاویۃ بن ابی سفیان اموی (۵۳) ابوسفیان ا دی (۵۴) معقل بن یسار (۵۵) مغیرۃ بن شعبۃ ثقفی نائب حاکم کوفہ (۵۶) مقداد بن اسود کوفی سابقین میں سے تھے (۵۷) ابوبرزۃ نضلۃ بن عبید الاسلمی (۵۸) نعمان بن بشیر بن سعد انصاری (۵۹) نعمان بن مقرن المزنی (۶۰) نفیع بن الحارث ابوبکرۃ ثقفی (۶۱) واثلۃ بن الاسقع الکنانی (۶۲) ابوجحیفۃ وہب السوائی (۶۳) ابواُسید ساعدی ان کا نام مالک ہے (۶۴) ابوحمید ساعدی منذر یا عبدالرحمٰن نام ہے (۶۵) ابورافع قبطی مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۶۶) ابوشریح الخزاعی (۶۷) ابوقتادہ انصاری ان کا نام نعمان ہے یا عمرو (۶۸) ابولبابۃ انصاری ان کا نام عبدالمنذر ہے یا رفاعۃ (۶۹) ابوواقد لیثی الحارث نام ہے یا عوف رضی اللہ عنہم (تذکرۃ الحفاظ مصنفہ امام ذہبی)

صحابیات رض

جن صحابیات سے حدیثیں صحاح میں مروی ہیں اُن کے نام یہ ہیں:۔

(۱) اسماء بنت ابوبکر صدیق رض (۲) ام المومنین جویریۃ بنت حارث مصطلقیۃ (۳) اُم المومنین حفصۃ بنت عمر عدویۃ رض (۴) اُم المومنین اُم حبیبۃ رملۃ بنت ابوسفیان امویۃ (۵) اُم المومنین زینب بنت جحش اسدیۃ۔ (۶) زینب ابی سلمۃ مخزومیۃ (۷) فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاشمیۃ (۸) ام الفضل لبابۃ بنت حارث ہلالیۃ (۹) اور ان کی بہن اُم المومنین میمونۃ (۱۰) اُم عطیۃ انصاریۃ نسیبۃ (۱۱) اُم المومنین اُم سلمۃ ہند مخزومیۃ (۱۲) اُم حرام بنت ملحان انصاریۃ (۱۳) اور ان کی بہن اُم سلیم والدہ حضرت انس بن مالک رض (۱۴) اُم ہانی حضرت علی بن ابی طالب کی بہن رضی اللہ عنہن، اُم المومنین حضرت عائشہ رض کا مستقل تذکرہ اوپر گذر چکا ہے (تذکرۃ الحفاظ)

تراجم تابعین یعنی سیرت تابعین

مدینہ کے سات مشہور تابعی فقہائے حدیث

۱۔ حضرت سعید بن المسیب رح (۱۵-۹۴) عمر ۷۹ سال۔ ابومحمد کنیت اور سعید نام ہے، والد کا نام مسیب

ہے، جو صحابی تھے (کتاب الخلاصہ میں ان کا نسب اور حال اس طرح بیان کیا گیا ہے، سعید ابن المسیب بن حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم ابو محمد مدنی اعور (یک چشم) علمائے تابعین کے سردار، فرد زمانہ، فاضل اور فقیہ ۱۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے، ابونعیم کا قول ہے کہ سعید نے ۹۳ھ ہجری میں وفات پائی، واقدی کا بیان ہے کہ سنہ وفات ۹۴ھ ہجری ہے، کتاب تقریب میں مذکور ہے کہ سعید علمائے اثبات اور بڑے فقیہوں میں سے ایک تھے، اور دوسرے طبقے کے بڑے لوگوں میں سے تھے، لوگوں کا اتفاق ہے کہ ان کے مرسلات حدیث صحیح ترمراسیل میں سے ہیں، ابن المدینی کہتے ہیں کہ میں تابعین میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا ہوں جو سعید سے زیادہ علم رکھتا ہو ان کی وفات ۹۰ھ ہجری کے بعد واقع ہوئی ہے اور اسّی برس سے زیادہ سن تجاوز کر گیا تھا)

تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ سعید امام، شیخ الاسلام اور مدینہ کے فقیہ تھے، ابو محمد کنیت اور مخزومی نسبت ہے، نہایت جلیل القدر تابعین میں سے تھے، حضرت عمرؓ کی خلافت کو دو سال گذر چکے تھے کہ سعید پیدا ہوئے، حضرت عمرؓ سے بھی انہوں نے کچھ سماعت کی ہے جبکہ حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے، اور حضرت عثمانؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عائشہؓ حضرت سعدؓ اور حضرت ابوہریرہؓ اور دوسرے صحابہ سے حدیث کی سماعت کی ہے، وہ وسیع علم رکھتے تھے، بہت محترم تھے، دیانت میں استوار، حق گو اور پاک نفس تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ سعید بن المسیب دُرویشوں میں سے ایک تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ سعید کے مرسلات صحیح کا درجہ رکھتے ہیں، حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ سعید بن المسیب سے زیادہ عالم میں نے کسی کو نہیں دیکھا، اور امام زہری اور مکحول کا بھی یہی قول ہے، علی بن المدینی کہتے ہیں کہ تابعین میں سعید سے زیادہ وسیع علم رکھنے والا میرے علم میں کوئی نہیں ہے وہ میرے نزدیک بہت جلیل القدر تابعی تھے عجلی وغیرہ کہتے ہیں کہ سعید حکمرانوں سے انعام قبول نہیں کرتے تھے ان کے پاس چار سو دینار تھے ان سے وہ روغن زیتون وغیرہ کی تجارت کرتے تھے۔

سعید بن ابراہیم کہتے ہیں کہ سعید بن المسیب کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے فیصلوں کا علم رکھنے والا مجھ سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔ امام زہری سے سوال کیا گیا کہ سعید بن المسیب نے علم کس سے حاصل کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ سعید نے علم زید بن ثابتؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے حاصل کیا، اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت صہیب سے بھی حدیث کی سماعت کی ہے اور سعید کی تمام تر مسند کی روایت حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کیونکہ سعید بن المسیب ان کے داماد تھے۔ اور لوگ کہتے تھے کہ سعید سے زیادہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے فیصلوں کا علم کسی اور کو نہیں ہے۔

قتادہ کہتے ہیں کہ جب کبھی حسن (بصری) کو کسی مسئلے میں مشکل پیش آتی تھی تو وہ سعید بن المسیب سے خط لکھ کے دریافت کرتے تھے۔

یزید بن حازم کہتے ہیں کہ ابن المسیب مسلسل روزے رکھتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن حرملہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ میں نے چالیس حج کئے ہیں

مطلب بن سائب کہتے ہیں کہ ایک روز میں سعید بن المسیب کے ساتھ بازار میں بیٹھا ہوا تھا کہ بنو مروان کی ڈاک گذری سعید نے ڈاک لانے والے سے پوچھا کہ بنو مروان کی ڈاک لانے والے آپ ہی ہیں اس نے کہا جی ہاں، پھر سعید بن المسیب نے اُس سے پوچھا کہ بنو مروان کو کس حال میں تم نے چھوڑا ہے؟ اُس نے جواب دیا سب خیریت سے ہیں پھر سعید نے اُس سے کہا کہ تم نے بنو مروان کو لوگوں کو بھوکوں مارتے ہوئے اور کُتوں کو کھلاتے ہوئے چھوڑا ہے (سعید ابن المسیب مروانیوں کے مخالفین میں سے تھے۔ مؤلف) یہ سُن کے ڈاک لانے والے کا چہرہ بگڑ گیا، مطلب بن سائب کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہو گیا اور ڈاکیہ کو منایا تو وہ چلا گیا۔ پھر میں نے سعید بن المسیب سے کہا خدا تمہاری مغفرت فرمائے تم اپنے خون سے کھیل رہے ہو، ابن المسیب نے جواب دیا تم احمق ہو چُپ رہو میں نے ڈاک لانے والے کی حق تلفی نہیں کی ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اُس کے حوالہ نہیں کرے گا۔

امام مالک کہتے ہیں مجھے خبر ملی ہے کہ سعید بن المسیب ایک ایک حدیث کی طلب میں کئی کئی راتوں اور دنوں کا سفر طے کرتے تھے۔

مصعب بن عثمان کہتے ہیں کہ جب مُسلم بن عقبہ نے سعید بن المسیب کے قتل کا ارادہ کیا تو عمرو بن عثمان اور مروان بن الحکم نے گواہی دی کہ سعید بن المسیب پاگل ہو گئے ہیں ان دونوں کی گواہی پر ابن المسیب کے قتل کے ارادے سے وہ باز آ گیا اور ابن المسیب کی جان بچی۔ ابو یونس قوی کہتے ہیں کہ ایک دوپہر میں مسجد میں گیا وہاں دیکھا کہ ابن المسیب اکیلے بیٹھے ہیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا ان کا کیا حال ہے؟ مجھے جواب ملا کسی شخص کو اُن کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔ ابن المسیب کے سال وفات میں اختلاف ہے ہیثم بن عدی، سعید بن عفیر اور ابن نمیر وغیرہ کا خیال ہے کہ ۹۴ھ ہجری میں سعید بن المسیب کی وفات ہوئی ہے، قتادہ ۸۹ھ ہجری بتاتے ہیں یحییٰ القطان کا خیال ۹۱ھ ہجری کا ہے، ضمرۃ ۹۱ھ ہجری یا ۹۲ھ ہجری کہتے ہیں، اور علی بن المدینی، یحییٰ بن معین اور المدائنی ۱۰۵ھ ہجری بیان کرتے ہیں، حاکم نیساپوری کہتے ہیں کہ اکثر ائمۂ حدیث کا خیال یہی ۱۰۵ھ ہجری ہے رحمہ اللہ تعالیٰ (تذکرۃ الحفاظ صفحہ از ۵۱ تا ۵۲)

۲۔ حضرت عروۃ بن الزبیر بن العوامؒ

(۲۲ ــــ ۹۴ھ)

ابو عبداللہ کنیت اور عروۃ نام ہے، والد کا نام زبیر بن العوام ہے یہ جلیل القدر تابعی اور مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک ہیں، علم حدیث کے امام، مدینہ کے عالم، قریشی اسدی اور مدنی نسبت ہے، اپنے والد حضرت زبیر بن العوام صحابی سے حدیث کی روایت تھوڑی ہے زیادہ تر روایت حضرت زید بن ثابتؓ حضرت اسامہ ابن زیدؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت حکیم بن حزامؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور دوسرے لوگوں سے کی ہے، اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے تفقہ حاصل کیا، سیرت کے عالم، حافظ اور محدثین کی اصطلاح میں ثبت تھے۔

حضرت عروۃ سے ان کے بیٹوں نے روایت کی ہے جن کے نام یہ ہیں ہشام، محمد، عثمان، یحییٰ، اور عبداللہ اور ان کے پوتے عمر بن عبداللہ نے بھی روایت کی ہے اور دوسرے لوگ جنہوں نے حضرت عروۃ سے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں۔ زہری، ابو الزناد، ابن المنکدر، صالح بن کیسان اور یتیمہ ابو الاسود ان کے علاوہ ایک خلقت نے حضرت عروۃ سے حدیث کی روایت کی ہے۔

امام زہری کہتے ہیں کہ عروہ کو میں نے دیکھا کہ وہ ایسا دریا ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوتا اور لوگ ان سے حدیث سننے کے لئے جمع ہو جاتے تھے۔

حضرت عروۃ کے فرزند ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد صائم الدہر یعنی ہمیشہ روزے رکھتے تھے اور روزے کی حالت ہی میں ان کا انتقال ہوا۔

ابن شوذب کہتے ہیں کہ عروۃ ہر روز پورے مصحف قرآن کا چوتھائی حصہ یعنی ساڑھے سات پارے دن کو پڑھتے تھے اور انہیں پاروں کو رات کے وقت نماز میں دہراتے تھے یہ ان کا روز کا معمول تھا، سوائے اس دن کے جس دن ان کا پاؤں آکلتہ (زہریلے پھوڑے) کی وجہ سے آری سے کاٹا گیا تھا (علاج کی غرض سے۔ مؤلف) حضرت عروۃ کی ولادت حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں ہوئی ہے اور شباب (یعنی خلیفہ بن خیاط) نے کہا ہے کہ عروۃ حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخر زمانے میں پیدا ہوئے تھے، ان کی وفات ۹۴ھ ہجری میں واقع ہوئی ہے (تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۵۹)

۳۔ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوفؒ

ابو سلمہ کنیت اور یہی نام بھی ہے، اور بعض آدمیوں نے کہا ہے کہ ان کا نام عبداللہ ہے، یہ زہری، مدنی

حافظ، اور مدینہ کے سات مشہور تابعین فقہاء میں سے ایک ہیں، اپنے والد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے حدیثیں کی روایت تھوڑی کی ہے زیادہ روایت حضرت عثمانؓ، حضرت ابو قتادہ، حضرت ابو اسید، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم سے کی ہے ان کے علاوہ اور دوسرے لوگوں سے بھی روایت کی ہے حضرت ابو سلمہ سے جن لوگوں نے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں، سالم ابو النضر، سعد بن ابراہیم القاضی، ابو الزناد، زہری، یحییٰ بن سعید، یحییٰ بن ابی کثیر، محمد بن عمرو، ان کے علاوہ اور دوسرے لوگوں نے بھی حضرت ابو سلمہ سے روایت کی ہے۔

حضرت ابو سلمہ آئمہ تابعین میں بڑے درجہ کے تھے ان کا علم فراواں تھا، ثقہ اور عالم تھے امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے چار آدمیوں کو دریائے علم کا پایا وہ یہ ہیں عروۃ بن الزبیر، سعید بن المسیب، ابو سلمہ اور عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ ابو سلمہ فقیہ تھے، حضرت ابن عباسؓ سے مناظرہ کرتے تھے اور پھر رجوع کرتے تھے۔ ابو سلمہ کی وفات ۹۴ھ ہجری میں واقع ہوئی اور بعض لوگوں نے سال وفات ۱۰۴ھ ہجری بھی کہا ہے رحمہ اللہ تعالیٰ (تذکرۃ الحفاظ ص ۵۹)

۴۔ حضرت عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ (م ۹۸ھ)

ابو عبداللہ کنیت اور عبید اللہ نام ہے، والد کا نام عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ہے ہذلی اور مدنی نسبت ہے، فقیہ، صاحب علم اور مدینہ کے تابعین میں سات مشہور فقہاء میں سے ایک تھے اور نابینا تھے۔ حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباس، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم اور دوسرے لوگوں سے حدیث کی روایت کی ہے۔ اور جن لوگوں نے حضرت عبید اللہ فقیہ مدنی سے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں: عراک بن مالک، عبید اللہ موصوف کے بھتیجے، زہری، صالح بن کیسان اور ابو الزناد۔

حضرت عبید اللہ فقہ اور حدیث میں امامت کا درجہ رکھنے کے ساتھ ساتھ وہ نہایت اچھے شاعر بھی تھے، اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے تعلیمی زمانے میں ان کے مؤدب اور اتالیق رہ چکے تھے۔

امام زہری کہتے ہیں کہ عبید اللہ دریا تھے (علم کے)

امام مالک کہتے ہیں کہ ابن شہاب زہری بڑے عالم ہونے کے باوجود عبید اللہ کے دروازے پر جاتے تھے ان سے حدیثیں سنتے تھے اور ان کے لئے کنویں سے پانی بھر بھر لاتے تھے۔

حضرت عبید اللہ بڑی لمبی لمبی نمازیں پڑھا کرتے تھے اور نماز کے شوق و ذوق میں ان کے پاس آنے والوں اور

ملنے والوں کا بھی انہیں خیال نہیں رہتا تھا، چنانچہ ایک روز حضرت امام زین العابدین علی بن حسینؓ اُن کے پاس تشریف لائے اور یہ عبید اللہ اپنی نماز میں مشغول تھے، وہ بیچارے ان سے ملنے کے انتظار میں بیٹھ گئے اور بیٹھے ہی رہے اور عبید اللہ اپنی نماز پڑھتے ہی رہے، اس کے بعد لوگوں نے انہیں ملامت کی اور کہا کہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند تم سے ملنے آئے اور تم نے ان کو اتنی دیر تک روک رکھا، انہوں نے کہا اے اللہ! مغفرت فرما اور جو اس شان کا طالب ہے، وہ مغفور ہی ہوگا، حضرت عبید اللہ کی وفات ۹۸ھ ہجری میں واقع ہوئی ہے اور یہی صحیح ہے رحمہ اللہ تعالیٰ (تذکرۃ الحفاظ صہ ۷۰)

۵۔ حضرت سلیمان بن یسارؒ

سلیمان نام اور والد کا نام یسار ہے، مدینہ کے فقیہ اور عالم تھے، ام المؤمنین حضرت عائشہؓ حضرت ابوہریرۃ، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عباس اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہم اور دوسرے لوگوں سے حدیث کی روایت کی ہے اور ان سے روایت کرنے والوں کے نام یہ ہیں۔

عمرو بن دینار، زہری، سالم ابو النضر، یحییٰ بن سعید، صالح بن کیسان وغیرہم (کتاب الخلاصہ میں ہے کہ سلیمان حضرت ام المؤمنین میمونہؓ کے مولی تھے، مدینہ کے رہنے والے اور مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک تھے، ان سے مکحول، قتادہ، عمرو ابن شعیب نے روایت کی ہے، ابوزرعہ کہتے ہیں کہ سلیمان ثقہ اور مامون تھے، ابن سعد کہتے ہیں کہ سلیمان ثقہ، عالم، رفیع القدر، فقیہ، اور کثیر الحدیث تھے؛ نسائی کا قول ہے کہ سلیمان آئمہ میں سے ایک تھے، ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ سلیمان کی وفات ۱۰۰ھ (سو) ہجری میں واقع ہوئی، خلیفہ کا قول ہے کہ ۱۰۴ھ (ایک سو چار) ہجری میں وفات ہوئی ابن سعد اور امام بخاری سنہ وفات ایک سو سات ۱۰۷ھ ہجری بتلاتے ہیں اور ان کی عمر تہتر (۷۳) سال کی تھی انتہی)

سلیمان آئمہ اجتہاد میں سے تھے، حسن بن محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ سلیمان ہمارے نزدیک سعید بن المسیب سے زیادہ سمجھدار تھے، بیان کیا جاتا ہے کہ فتویٰ لینے والے سعید ابن المسیب کے پاس آتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ تمہیں سلیمان بن یسار کے پاس جانا چاہیئے امام مالکؒ کہتے ہیں کہ سلیمان علماء میں سے تھے، مصعب بن عثمان کا بیان ہے کہ سلیمان بن یسار نہایت حسین و خوبصورت جوان تھے، ایک روز ایک عورت ان کے پاس آئی اور انہیں پھسلانے لگی وہ اس کے پھسلانے میں نہیں آئے اور اس کے پاس سے بھاگ گئے۔

(تذکرۃ الحفاظ صہ ۸۵)

۶۔ حضرت خارجہ بن زید بن ثابتؒ

(۔۔۔۔ ۱۰۰ھ)

کتاب الخلاصہ میں ہے، ابو زید کنیت اور خارجہ نام ہے، مدینہ کے مشہور سات فقہاء میں سے ایک تھے، کتاب تہذیب میں ہے کہ عجلی نے ان کی توثیق کی ہے، وہ اپنے والد زید بن ثابت، اسامہ بن زید بن حارثہ اور ام العلاء سے روایت کی ہے اور خارجہ سے روایت کرنے والوں میں زہری، اور ابو الزناد ہیں، ابن المدینی کا بیان ہے کہ خارجہ کی وفات ۱۰۰ھ (سو ۱۰۰) ہجری میں واقع ہوئی ہے، اور بعض لوگوں نے اس سے ایک سال پہلے ان کا سال وفات بتایا ہے، فلاس کا بیان ہے کہ جب خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ کو خارجہ بن زید کی وفات کی خبر ملی تو کہنے لگے بخدا اسلام میں ایک سوراخ پڑ گیا۔

امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ خارجہ بن زید بن ثابت انصاری مدنی اور فقہاء میں سے ایک تھے اور بڑے عالموں میں سے تھے، مگر وہ قلیل الحدیث تھے اسی لئے ہم نے حفاظ کے زمرے میں اُن کا ذکر نہیں کیا ہے۔

۷۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضؓ

ابو عبد الرحمٰن کنیت، قاسم نام، اور والد کا نام محمد ہے، یہ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق عتیق بن عثمان کے پوتے تھے، امام اور قدوۃ یعنی پیش رو سمجھے جاتے تھے، قرشی، تیمی اور مدنی تھے، اور مدینہ کے مشہور سات فقہاء میں سے ایک تھے، اپنی پھوپھی اُم المؤمنین حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت معاویہ، حضرت فاطمہ بنت قیس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور دوسرے لوگوں سے بھی حدیث کی روایت کی ہے، اور ان سے روایت کرنے والوں کے نام یہ ہیں: ان کے فرزند عبد الرحمٰن، زہری، ابن المنکدر، ابن عون، ربیعۃ الرائی، افلح بن حمید، حنظلہ بن ابی سفیان، ایوب سختیانی اور ان کے علاوہ ایک خلقت ہے۔

حضرت قاسم کے والد حضرت محمد قتل کر دئے گئے تھے، بحالت یتیمی اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے زیر سایہ تربیت پائی اور ان سے تفقہ حاصل کیا۔

یحییٰ بن سعید انصاری کہتے ہیں کہ ہم نے مدینہ کے کسی ایک کو بھی ایسا نہیں پایا کہ اُسے قاسم پر ترجیح اور فضیلت دے سکیں، ابو الزناد فرماتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کو نہیں دیکھا جو قاسم سے زیادہ علم رکھنے والا اور سنت کا جاننے والا ہو۔ ابن عیینہ کا بیان ہے کہ وہ اپنے زمانے کے لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ علم رکھتے تھے۔ علی بن المدینی کہتے ہیں کہ قاسم سے دو سو حدیثیں مروی ہیں، ابن سعد کا بیان ہے کہ قاسم امام، فقیہ، ثقہ، رفیع القدر،

متقی، اور کثیر الحدیث تھے۔ ایوب سختیانی کا قول ہے کہ میں نے کسی شخص کو قاسم سے افضل نہیں دیکھا ہے انہوں نے ایک لاکھ کی رقم چھوڑی جو حلال کی کمائی کی تھی، خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا بیان ہے کہ اگر میرا اختیار ہوتا تو بنو تیم کے چھوٹے اعمش قاسم کو اپنا جانشین بناتا۔

امام ذہبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے سچ فرمایا کیونکہ ان کے بعد خلافت کا منصب یزید بن عبد الملک بن سلیمان کو سپرد کیا گیا، حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق حضرت جعفر صادق کے حقیقی نانا تھے۔

خلیفہ بن خیاط کا بیان ہے کہ قاسم کی وفات ۱۰۶ھ (ایک سو چھ) ہجری کے آخر میں یا ۱۰۷ھ ہجری کے اوائل میں ہوئی، ہیثم بن عدی اور ابن بکیر کا بیان ہے کہ قاسم کی وفات ۱۰۸ھ ہجری میں ہوئی ہے رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(تذکرۃ الحفاظ صہ ۹۰-۹۱)

سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

(۰۰ - ۱۰۶ھ)

ابو عبد اللہ سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قرشی عدوی جلیل القدر تابعی امام اور زاہد تھے دو درہم کا لباس پہنتے تھے، ان کے والد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے فرزند کا بوسہ لیتے وقت فرماتے ایک شیخ دوسرے شیخ کا بوسہ لیتا ہے۔

سالم نے مدینہ منورہ میں تعلیم حاصل کی، اور صحابہ سے حدیث کی سماعت کی اور اپنے والد عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ابو ایوب انصاری، ابو ہریرۃ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کی روایت کی اور جن تابعین نے سالم سے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں:۔

عمرو بن دینار، نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ، زہری، موسیٰ بن عقبۃ، حمید الطویل، صالح بن کیسان وغیرہم اور اتباع تابعین میں بکثرت لوگوں نے سالم سے روایت کی ہے۔

سالم کے علم اور جلالت قدر کی وجہ سے مدینہ کے فقہاء میں ان کا بھی شمار ہوتا تھا ان کے بلند مرتبہ کا یہ حال تھا کہ مروانی خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے انہیں خوش آمدید کہا اور اپنے پاس تخت پر بٹھایا، محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ سالم کثیر الحدیث تھے، رجال حدیث میں ان کا رتبہ بلند تھا متقی اور پرہیزگار واقع ہوئے تھے۔

اسحاق بن راہویہ کا قول ہے کہ اصح الاسانید یہ ہے الزھری عن سالم عن ابیہ یعنی زہری نے سالم سے اور سالم نے اپنے والد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ۱۰۶ھ (ایک سو چھ) ہجری میں مدینہ میں سالم کی وفات واقع ہوئی (التدوین قبل السنۃ صہ ۵۱۹)

مشہور تابعین فقہاء اور محدثین کے مختصر حالات

حضرت نافع مولیٰ ابن عمر رضؓ

(- ۱۱۷ھ)

نافع ابوعبداللہ عدوی مدنی، حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب کے مولیٰ تھے، اعلام تابعین میں سے ایک تھے، کہا جاتا ہے کہ وہ مغربی الاصل تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ شمالی عراق میں دیلم علاقہ کے رہنے والے تھے، اہل اسلام اور اہل فارس کی کسی ایک جنگ میں وہ قید ہوکر آئے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حصے میں دے گئے، تقریباً تیس برس تک حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں رہے اس مدت میں انہوں نے قرآن اور سنت کی تعلیم حاصل کی جن لوگوں سے انہوں نے روایت کی ہے اُن کے نام یہ ہیں:۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، رافع بن خدیجؓ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام المؤمنین ام سلمہؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی چار اولاد عبداللہ، عبیداللہ، سالم اور زید، قاسم بن محمد، اسلم مولیٰ عمرؓ اور عبداللہ بن محمد بن ابی بکر صدیق وغیرہم۔

اور جن لوگوں نے نافع سے روایت کی ہے اُن کے نام یہ ہیں:۔

تابعین میں ابواسحاق سبیعی، الحکم بن عیینہ، یحییٰ انصاری، محمد بن عجلان، زُہری، صالح بن کیسان، ایوب حمید الطویل، میمون بن مہران، موسیٰ بن عقبہ، ابن عون، اعمش وغیرہم غیر تابعین میں جن حضرات نے نافع سے روایت کی ہے اُن کے نام یہ ہیں:۔

ابن جریج، اوزاعی، مالک، لیث، یونس، ابن عبید اور ان کی تینوں اولاد عبداللہ، عمر، ابوبکر، ابن ابی لیلیٰ اور کثیر وغیرہم۔

نافع کثیرالحدیث، ثقہ، ضابطہ اور صحیح الروایت تھے، ان کی کسی روایت میں خطا اور غلطی معلوم نہیں ہوئی، حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے۔

لقد من اللّٰہ علینا بنافع — اللہ نے ہم پر نافع کے ذریعہ احسان کیا ہے۔

اور امام مالک ابن انس فرمایا کرتے تھے کہ (جب حضرت ابن عمر کی حدیث نافع سے سُن لیتا ہوں تو پھر مجھے اس کی پرواہ نہیں رہتی ہے کہ یہ حدیث کسی اور سے بھی سنوں) نافع علم کے بڑے رتبہ پر پہونچے تھے، خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے نافع کو منتخب کرکے سُنن کی تعلیم کے لئے مصر بھیجا تھا۔ نافع نے ۱۱۷ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی یہ سب سے زیادہ راجح

قول ہے، امام بخاری فرماتے ہیں سب سے زیادہ صحیح اسناد مالک عن نافع عن ابن عمر ہے، محدثین اس اسناد کو سلاسل الذہب کہتے ہیں یعنی یہ اسناد سونے کی زنجیر ہے۔ (السنۃ قبل التدوین)

حضرت امام شعبی

(۱۹ھ - ۱۰۳ھ۔ عمر ۸۴ سال)

عامر بن شراحیل حمیری شعبی کوفی ابو عمرو امام العلم اور علامۃ التابعین کے لقب سے مشہور تھے حضرت عمر بن الخطابؓ کی خلافت کو چھ سال گذرے تھے کہ شعبی پیدا ہوئے، اہل سنت والجماعت سے تھے، افتراق سے کراہت کرتے تھے، طلب علم کے لئے بکثرت شہروں کا سفر کیا، ذیل کے صحابہ سے حدیث کی روایت کی ہے۔

حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، زید بن ثابت قیس بن سعد بن عبادۃ، قرظہ بن کعب، عبادۃ بن الصامت، ابوموسیٰ الاشعری، ابو مسعود انصاری، ابوہریرۃ، مغیرۃ بن شعبۃ، ابو سعید خدری ام المومنین عائشہ وام المومنین ام سلمۃ وغیرہم رضی اللہ علیہم۔

حضرت شعبی کا بیان ہے کہ میں نے پانچ سو صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے، شعبی سے جن لوگوں نے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں:۔

ابو اسحاق سبیعی، سعید بن عمرو، اسماعیل بن ابی خالد، سعید بن مسروق، الثوری، الاعمش، منصور، سماک بن حرب، عبد اللہ بن عون، شعبۃ بن الحجاج، شعبی امام ابو حنیفہ کے اکبر شیوخ میں سے تھے۔

شعبی کا حافظہ بہت قوی تھا، اپنی قوت حفظ پر وہ فخر کرتے اور کہتے تھے

"ماکتبت سوداء فی بیضاء" میں نے کسی سفیدی (سفید کاغذ) پر سیاہ تحریر نہیں کی ہے۔

شعبی بڑے ذکی اور فقیہ تھے، ان کا علم اس قدر وافر تھا کہ صحابہ کے زمانے میں وہ فتویٰ دیتے تھے، علماء کا شعبی کی امامت اور وثاقت (یعنی وثوق) پر اتفاق ہے۔ ابو مجلز کا قول ہے کہ میں نے فقہاء میں شعبی سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا ہے، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ لوگ کہتے تھے کہ ابن عباسؓ اپنے زمانے کے، شعبی اپنے زمانے کے، اور ثوری اپنے زمانے کے عالم ہیں، اور ابن سیرین ابو بکر ہذلی کو نصیحت کرتے تھے کہ تم شعبی سے وابستہ رہو، میں نے بکثرت صحابہ کے ہوتے ہوئے لوگوں کو شعبی سے فتویٰ طلب کرتے ہوئے دیکھا ہے، شعبی کے معاصرین نے ان کے علم وفضل، اخلاق وعادات کی ستائش کی ہے، خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی طرف سے شعبی کوفہ کے قاضی بنائے گئے تھے ۱۰۳ سو ایک سو تین ہجری میں کوفہ میں وفات پائی، اللہ تعالیٰ کا ان پر رحم ہو (از السنۃ قبل التدوین)

حضرت حسن بصری

ابو سعید کُنیت، حسن اور یسار نام ہے، والد کا نام ابو الحسن ہے، شہر بصرہ مسکن تھا، اس لئے حسن بصری مشہور ہوئے، اور امام اور شیخ الاسلام تسلیم کئے گئے، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ حضرت زید بن ثابت کے مولیٰ تھے، اور کسی نے کہا کہ وہ جمیل بن قطبہ کے مولیٰ تھے، ان کی والدہ کا نام خیرہ تھا، جو حضرت اُم المومنین اُم سلمہؓ کی مولاۃ تھیں (مولیٰ آزاد کردہ غلام کو کہتے ہیں، خود غلام ہو یا اُس کے آباء و اجداد میں کوئی غلام ہوا ہو اور آزاد کر دیا گیا ہو) حضرت حسن بصری نے مدینہ میں نشو و نما پائی، حضرت عثمانؓ خلیفہ سوم کی خلافت کے زمانے میں کلام اللہ حفظ کیا اور کئی مرتبہ حضرت خلیفہ سومؓ کے خطبے بھی سُنے، یوم الدار (جس روز حضرت عثمانؓ خلیفہ سوم کی شہادت اُن کے گھر میں واقع ہوئی) میں وہ چودہ سال کے تھے، جب بڑے ہوئے تو جہاد میں شرکت کرنے لگے، اور علم و عمل سے لازمی طور پر حصہ لینے لگے وہ قابل تعریف بہادر اور شجاع واقع ہوئے تھے، قطری بن الفجاۃ کی جب شجاعت میں ستائش اور تعریف کی جاتی ہے تو اس کے ساتھ حضرت حسن بصری کی بھی تعریف کی جاتی ہے (یعنی شجاعت میں)

حضرت امیر معاویہ کے عہدِ حکومت میں خراسان کے حاکم ربیع بن زیاد کے حضرت حسن بصری کاتب یعنی محرّر مقرر کئے گئے تھے۔

حضرت حسن بصری نے حدیث کی سماعت اور روایت حضرت عثمانؓ حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرةؓ حضرت سمرہ بن جندبؓ حضرت جندب بجلیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ حضرت عمرو بن تغلبؓ اور حضرت جابرؓ اور دوسری بڑی جماعت سے کی ہے۔

اور جن لوگوں نے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں۔

قتادہ، ایوب، ابن عون، یونس، خالد الحذّاء، ہشام بن حسان، حمید الطویل، جریر بن حازم، شیبان نحوی، یزید بن ابراہیم تستری، مبارک بن فضالہ، ربیع بن صبیح، ابان بن یزید العطار، قرّہ بن خالد، ان کے علاوہ اور بہت لوگ ہیں۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ حسن بصری عالم، رفیع المنزلت، ثقہ، حُجّت، مامون، عابد، ناسک، کثیر العلم، فصیح اور حسین و جمیل تھے، اس کے بعد کہا کہ ان کی مُرسل حدیث حُجّت نہیں ہے۔

امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری مُدلّس تھے یعنی تدلیس کے ساتھ بھی حدیث کی روایت کرتے تھے، حسن بصری کا قول اس شخص کے متعلق جس کا سماع اُنہوں نے نہیں پایا تھا قابل حُجّت نہیں ہے اور وہ اُس

راوی کے نام کی بھی تدلیس کرتے تھے جس سے وہ ملے تھے، اور اس کے نام کو درمیان سے ساقط کر دیتے تھے۔ واللہ اعلم لیکن پھر بھی وہ حافظ (یعنی حافظ حدیث) اور علامہ تھے، اور علم کے دریا تھے۔ پاک نفس، پاک طینت، بڑی شان والے، اور عدیم النظیر شخص تھے، ان کا وعظ نہایت بلیغ ہوتا تھا، اور ان کی نصیحت میں ملاحت یعنی چاشنی ہوتی تھی۔ خیر کی تمام اقسام میں سردار واقع ہوئے تھے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں میں نے حضرت حسن بصری کے حالات میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام (الزخرف القصری) ہے۔

حضرت حسن بصری کی وفات ۱۱۰ھ (ایک سو دس) ہجری میں واقع ہوئی ان کی عمر (۸۸) سال کی تھی — رحمہ اللہ تعالیٰ۔

کتاب الخلاصہ میں حضرت حسن بصری کے متعلق یہ لکھا گیا ہے: حضرت حسن بصری کا نام یسار تھا، وہ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ اللہ عنہا کے مولیٰ تھے، ہدایت اور سُنت کے اماموں میں سے ایک تھے، یونس بن عبید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت حسن بصری سے دریافت کیا کہ روایت حدیث میں آپ قال رسول اللہ فرماتے ہیں حالانکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا ہے، حضرت حسن بصری نے جواب دیا کہ تم نے مجھ سے ایک ایسی بات پوچھی ہے کہ کسی نے آج تک تم سے پہلے وہ بات نہیں پوچھی ہے، اگر تمہاری عزت و منزلت میرے نزدیک نہیں ہوتی تو تمہیں اس سوال کا جواب نہیں دیتا تمہیں معلوم ہے کہ میں کس زمانے اور دور میں ہوں (یہ حجاج کا زمانہ تھا جو حضرت علی کا سخت مخالف تھا۔ مؤلف) جس حدیث کو تم مجھ سے سنو جس میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہوں تو سمجھ لو اس حدیث کو حضرت علی سے روایت کر رہا ہوں یہ اس لئے کہ میں ایسے زمانے میں ہوں کہ حضرت علیؓ کا نام نہیں لے سکتا (تذکرۃ الحفاظ)

امام زہری (۵۰ — ۱۲۴ھ)

ابو بکر کنیت، محمد نام ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے، محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ بن الحارث بن زہرۃ بن کلاب، قرشی، زُہری، مدنی نسبت ہے امام اور حافظ حدیث (اور حافظ قرآن) تھے، ۵۰ھ (پچاس) ہجری میں پیدا ہوئے تھے حضرت ابن عمر، حضرت سہل بن سعد، حضرت انس بن مالک، رضی اللہ عنہم اور محمود بن الربیع، سعید بن المسیب، ابو سلمہ بن سہل اور ان کے طبقہ میں جو چھوٹے صحابہ (یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صغیر سن تھے) داخل تھے اور بڑے بڑے تابعین (جو عمر میں بڑے تھے) سے حدیث کی روایت کی، اور امام زُہری سے عقیل، یونس، زبیدی، صالح بن کیسان، معمر، شعیب بن ابی حمزۃ، اوزاعی، لیث، مالک، ابن ابی ذئب، عمرو بن الحارث، ابراہیم بن سعد، سُفیان بن عیینہ، اور دوسرے لوگوں نے روایت کی ہے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ امام زہری کی دو ہزار دو سو مروی حدیثیں ہیں جن میں نصف مسند ہیں۔ معمر کہتے ہیں کہ زہری نے حضرت ابن عمرؓ سے دو حدیثیں سُنی ہیں، زہری کہتے ہیں کہ میں سعید بن المسیب کی مجلس میں آٹھ سال تک بیٹھا، محدث ابو الزناد کہتے ہیں کہ ہم زہری کے ساتھ علماء کے پاس جایا کرتے تھے اُس وقت زہری اپنے ساتھ تختیاں اور صحیفے لے کر چلتے تھے اور جو کچھ حدیثیں سنتے تھے لکھ لیتے تھے، محدث لیث کہتے ہیں کہ میں نے زہری کے جیسا جامع علم عالم نہیں دیکھا، اگر وہ ترغیب کے متعلق حدیثیں بیان کرتے اس وقت ہم کہتے تھے کہ اس موضوع پر صرف یہی اچھا بیان کر سکتے ہیں، اور جب عرب اور انساب پر حدیثیں سُناتے تو اُس وقت بھی ہم یہی کہتے تھے کہ صرف یہی زہری اتنا اچھا بیان کر سکتے ہیں اور جب قرآن اور سنت کے متعلق حدیثیں سُناتے تھے تو ہم وہی جملہ ان کی تعریف میں دُہراتے تھے۔

حضرت نافع کا بیان ہے کہ انہوں نے پورا قرآن پڑھ کے زُہری کو سُنایا خود امام زُہری کا بیان ہے کہ علم حاصل کرنے میں میرا جیسا صبر کسی نے نہیں کیا ہے، اور علم کی اشاعت بھی میری طرح کسی نے نہیں کی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں میں جاری رہنے والی سُنت کے جاننے والوں میں زہری کے سوا کوئی باقی نہیں ہے، امام زُہری کہتے ہیں میں نے اپنے قلب میں جس قدر علم کو محفوظ رکھا ہے اسے فراموش نہیں کیا ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ابن شہاب زُہری باقی رہ گئے ہیں اب ان کی نظیر دُنیا میں نہیں ہے۔ ایوب سختیانی کا قول ہے کہ میں نے زُہری سے زیادہ علم والا شخص کسی کو نہیں دیکھا ہے عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ درہم و دینار کی بے وقعتی اور حقارت جتنی زُہری کے نزدیک ہے، دوسروں کے نزدیک اتنی نہیں ہے، زُہری درہم و دینار کو بکری کی مینگنیوں کے برابر سمجھتے ہیں، محدث لیث کہتے ہیں کہ زُہری بڑے سخی داتا تھے۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ زہری جلیل القدر سپاہی بھی تھے، مہندی اور کسم کا خضاب استعمال کرتے تھے۔

سعید بن عبد العزیز کا بیان ہے کہ زُہری پر سات ہزار دینار کا قرض واجب تھا، جسے خلیفۂ وقت ہشام نے ادا کر دیا، زہری خلیفہ ہشام کے لڑکے کے اتالیق . . . . اور مؤدب تھے اور خلیفہ ہشام امام زہری کی مجلس میں آ کے بیٹھتے تھے۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ ۸۰ھ ہجری کی حدود میں زُہری خلیفہ عبد الملک کے پاس آئے، خلیفہ عبد الملک امام زہری کے علم سے بہت متاثر اور متعجب ہوا اور انہیں اپنا مقرب بنایا اور ان کے قرض کو ادا کر دیا۔

خلیفہ ہشام بن عبد الملک نے ایک روز امام زہری سے کہا کہ اس کے ایک فرزند کو کچھ حدیثیں لکھوا دیں، چنانچہ امام زُہری نے خلیفہ ہشام کے لڑکے کو چار سو حدیثیں لکھوا دیں پھر باہر آ کر امام زُہری نے فرمایا اے اصحاب حدیث آپ لوگ

اس وقت کہاں ہیں؟ چنانچہ زہری نے ان اصحاب حدیث کو بھی وہی چار سو حدیثیں لکھوا دیں، پھر امام زہری تقریباً ایک ماہ کے بعد خلیفہ ہشام سے ملے، ہشام نے از راہ امتحان زہری سے کہا کہ آپ کی لکھوائی حدیثوں کی کتاب ضائع ہو گئی ہے اسی وقت دوسری سادہ کتاب منگوائی گئی اور اس میں وہی پہلی حدیثیں امام زہری نے دوبارہ لکھوا دیں جب اس دوسری کتاب کا مقابلہ پہلی کتاب سے کیا گیا تو ان دونوں میں ایک حرف کا بھی فرق نہ نکلا۔

امام زہری کی قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ انہوں نے صرف اسّی دنوں میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔

امام زہری کا فرماتے ہیں کہ میں نے علم یعنی حدیث کو حاصل کرنے کے بعد دوبارہ اس کے بارے میں کسی سے سوال نہیں کیا۔ محدث مکحول سے سوال کیا گیا کہ آپ جن اصحاب علم سے ملے ہیں ان میں زیادہ صاحب علم کون ہے؟ انہوں نے کہا ابن شہاب زہری پھر ان سے سوال کیا گیا کہ زہری کے بعد کون ہے؟ تو انہوں نے وہی پہلا جواب دہرایا کہ ابن شہاب زہری۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ ابن شہاب زہری مدینہ تشریف لائے اور محدث ربیعہ کا ہاتھ پکڑا اور دونوں بیت دیوان میں چلے گئے، عصر کے وقت دونوں وہاں سے باہر آئے اور ابن شہاب زہری کہنے لگے کہ میرا گمان تک نہ تھا کہ مدینہ میں ربیعہ جیسا شخص بھی کوئی ہوگا اور ربیعہ کہنے لگے کہ میرا بھی گمان نہ تھا کہ کوئی علم کے اس درجے تک پہونچا ہے جس درجے تک ابن شہاب پہونچے ہیں۔

ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی جائے پھر فاتحۃ الکتاب یعنی الحمد للہ کی سورۃ پڑھی جائے بعد ازاں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کے کوئی سورۃ پڑھی جائے، پھر وہ فرمانے لگے کہ مدینہ میں سب سے پہلے سِرّی طور پر یعنی آہستہ سے بسم اللہ الرحمن پڑھنے والے عمرو بن سعید بن العاص ہیں۔

محدث لیث کہتے ہیں کہ زہری شہد کو شرباً زیادہ استعمال کرتے تھے اور سیب نہیں کھاتے تھے (طبی نقطۂ خیال سے سیب قابض ہے اور شہد ملیّن ہے یعنی قبض دور کرتا ہے، رفع قبض کے خیال سے شہد زیادہ استعمال کرتے ہوں گے اور قبض کے ڈر سے سیب نہیں کھاتے ہوں گے۔ مؤلف)

عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابن شہاب زہری کے پاس کتاب لائی جاتی تھی جسے نہ وہ خود پڑھتے تھے اور نہ دوسرے لوگ اسے وہاں پڑھتے تھے، اور لوگ یہی کہتے تھے کہ ہم اسی کتاب سے اخذ کریں گے (یعنی علم اس کتاب سے حاصل کریں گے) اور ابن شہاب زہری کہتے تھے بہتر اسی سے اخذ کرو سب لوگ کتاب سے اخذ کرتے جاتے تھے (یعنی لکھتے جاتے تھے) لیکن ابن شہاب زہری اس کتاب کو دیکھتے بھی نہ تھے (یعنی اس کتاب کے مضامین ابن شہاب زہری کو ازبر تھے اسی لئے انہیں اس کتاب کے دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی)

ابن شہاب زُہری فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی حدیث کو دوبارہ نہیں پوچھا (یعنی حافظہ قوی تھا ایک ہی دفعہ میں زبانی یاد کر لیتے تھے) سوائے ایک حدیث کے جس میں مجھے شک واقع ہوا تھا میں نے اپنے ساتھی سے اس حدیث کو پوچھا اس نے مجھے جو بتایا وہی میرے حافظہ میں موجود تھا۔

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ زُہری کی روایت کردہ مُرسل حدیث دوسروں کی مُرسل حدیث کے مقابلہ میں شر ہے، کیونکہ زُہری کا حافظہ قوی تھا، جتنے راویوں کے نام وہ لے سکتے تھے وہ لیتے تھے اور جس راوی کے نام لینے کی ضرورت انہیں نہیں ہوتی تھی اس کو وہ چھوڑ دیتے تھے۔ قرۃ بن حیویل کہتے ہیں کہ زہری کے پاس سوائے اُن کے قومی نسب نامے کے اور کوئی کتاب نہیں تھی۔

معمر کہتے ہیں کہ ابن شہاب زہری کہتے تھے کہ میں قریش کے چار آدمیوں کے پاس حدیث کی سماعت کے لئے بیٹھا کرتا تھا جو سب کے سب علم کے دریا تھے، وہ چار یہ تھے۔

(۱) سعید بن المسیب (۲) عُروۃ (ابن الزبیر) (۳) عبداللہ (غالباً کتاب تذکرۃ الحفاظ میں طباعت کی غلطی سے عبداللہ لکھا گیا ہے، یہاں عبیداللہ ہونا چاہئے یعنی عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود۔ مؤلف) (۴) اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن (اور یہ چاروں مدینہ کے سات مشہور فقہائے حدیث میں سے تھے۔ مؤلف)

المدینی (یعنی علی بن المدینی جو جرح و تعدیل کے مشہور ناقدوں میں سے ایک ہیں اور امام بخاری کے شیخ یعنی استاد ہیں۔ مؤلف) فرماتے ہیں کہ حجاز کے دار العلم کے ثقات میں ابن شہاب زہری اور عمرو بن دینار ہیں، اور بصرہ کے دار العلم کے ثقات میں قتادہ اور یحییٰ بن ابی کثیر ہیں اور کوفہ کے دار العلم کے ثقات میں ابو اسحاق اور اعمش ہیں یعنی صحاح احادیث کا اغلب حصہ ان چھ افراد سے باہر نہیں جاتا ہے۔

ولید بن محمد الموقری امام زُہری کا حُلیہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ زُہری پست قد، ضعیف البصر تھے، اُن کی زلفیں کانوں تک تھیں اور فصیح الکلام تھے، میں نے اُن سے ایک روز کہا اے ابو بکر! میں آپ میں کوئی عیب کی بات نہیں پاتا سوائے قرض کے، انہوں نے جواب دیا مجھ پر چار ہزار دینار کا قرض ہے، لیکن میری چار آنکھیں ہیں اور ہر آنکھ چالیس ہزار دینار سے بہتر ہے، میرے مرنے پر کوئی مرثیہ خوانی نہیں کرے گا سوائے میرے بیٹوں کے، اور میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ میرے مرنے پر کوئی نہ روئے۔

محمد بن عثمان تنوخی سے سعید بن عبدالعزیز نے کہا کہ زہری نے اس شخص پر لعنت کی ہے جس نے یہ حدیث بیان کی ہے:-

نھیتکم عن النبیذ فاشربوا — میں نے تمہیں نبیذ پینے سے منع کیا تھا اب پیا کرو۔

تنوفی نے سعید سے پوچھا کیا اس حدیث کے راوی عمرو بن شعیب ہیں، انہوں نے کہا زہری کی مراد انہیں سے تھی

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ میں زُہری کے پاس سے گزرا وہ باب صفا کے ایک مقام پر بیٹھے ہوئے تھے، میں بھی اُن کے سامنے بیٹھ گیا، اُنھوں نے مجھ سے پوچھا اے صاحبزادے! تم نے قرآن پڑھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں، پھر پوچھا فرائض کی تعلیم بھی حاصل کی ہے میں نے کہا جی ہاں، پھر انہوں نے مجھ سے سوال کیا حدیث لکھی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں اور اپنے استاد ابو اسحاق ہمدانی کا نام لیا، انھوں نے فرمایا کہ ابو اسحاق اُستاد ہیں۔ امام زُہری فرماتے ہیں جو شخص حدیث کو حفظ کرنا چاہے اُسے مُنقّٰی کھانے چاہئیں (کیونکہ مُنقّٰی ملین لطبع اور دافع قبض ہے رفع قبض سے دماغ مختلف امراض سے محفوظ رہتا ہے۔ مؤلف)

امام زہری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے قاسم بن محمد نے کہا میں آپ کو علم کا مشتاق دیکھتا ہوں، کیا میں آپ کو علم کے ایک خزانہ کا پتہ نہ بتادوں؟ میں نے کہا ضرور بتائیے، قاسم بن محمد نے فرمایا آپ عَمرۃ بنت عبدالرحمٰن کی طرف رجوع کیجئے وہ اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی گود میں پلی ہیں چنانچہ میں عمرۃ بنت عبدالرحمٰن کے پاس آیا اور حقیقت میں میں نے اُنہیں علم کا ایسا دریا پایا جو کبھی خشک نہیں ہوتا ہے۔ معمر کہتے ہیں کہ ہمارا خیال تھا کہ ہم نے امام زُہری سے بہت کچھ علم حاصل کرلیا ہے اسی اثناء میں ولید بن یزید (اموی شہزادہ) قتل کیا گیا، اور اس کی الماری سے کتابیں سواریوں پر لادی گئیں اور یہ سب کتابیں زہری کے علم سے حاصل کی گئی تھیں۔

امام زہری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں علم (شریعت) زیادہ افضل ہے۔ حافظ ذہبی اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ امام زہری کے مناقب اور اُن کے حالات چالیس اوراق میں جگہ پاسکتے ہیں، حافظ ابن عساکر نے امام زُہری کے مطوّل حالات لکھے ہیں نیز وہ لکھتے ہیں کہ مجھے امام زہری کے عوالی اسناد سے ستر حدیثیں ملی ہیں۔

امام زُہری کی وفات بماہ رمضان المبارک ۱۲۴ھ (ایک سو چوبیس ہجری) میں واقع ہوئی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۲)

حضرت علقمہ بن قیس نخعی رح

(۲۸ — ۶۲ھ)

ابو شبل علقمہ بن قیس بن عبداللہ نخعی کوفی، جلیل القدر تابعی تھے، اسود بن یزید بن قیس کے چچا تھے اور بلند پایہ مخضرمین سے تھے، جن لوگوں سے علقمہ نے حدیث کی روایت کی ہے اُن کے نام یہ ہیں:-

حضرت عمر بن الخطاب رض، حضرت عثمان بن عفان رض، حضرت علی رض، حضرت عبد اللہ ابن مسعود رض، حضرت حذیفہ رض، حضرت سلمان فارسی رض، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رض، حضرت ابو مسعود رض، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم ان کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں۔

اور علقمہ سے جن لوگوں نے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں۔

ابراہیم نخعی، شعبی، محمد بن سیرین، اور علقمہ کے بھتیجے عبد الرحمٰن بن یزید۔

حضرت علقمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود صحابی رض کے ارشد تلامذہ میں سے اور ابن مسعود کو سب سے زیادہ جاننے والوں میں سے تھے، علقمہ کی جلالتِ قدر، توقیر اور علم کی کثرت پر اُن کے معاصرین کا اتفاق ہے، ابراہیم بن علقمہ کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت خصائل اور احوال میں مشابہ تھے اور ان اوصاف میں علقمہ حضرت ابن مسعود صحابی رض کے مشابہ تھے۔

علقمہ نہایت منکسر مزاج واقع ہوئے تھے، شہرت سے وہ بہت بچتے تھے علقمہ سے لوگوں نے کہا کاش آپ مسجد میں نماز ادا کرنے کے بعد وہیں بیٹھ جائیں اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ بیٹھ جائیں استفادہ کے لئے، انہوں نے جواب دیا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میرے متعلق کہا جائے یہ علقمہ بیٹھے ہیں۔ لوگوں نے علقمہ سے کہا کہ کاش آپ حاکم وقت کے پاس جا کے اُسے نیک باتوں کی ہدایت کرتے، اس کے جواب میں علقمہ نے فرمایا ان حاکموں کی دنیا سے مجھے کچھ نہیں ملے گا لیکن وہ میرے دین کو بہت زیادہ نقصان پہونچا دیں گے۔

علقمہ کثیر الحدیث تھے، انہیں حدیثیں بہت یاد تھیں، وہ اپنے شاگردوں کو علم کے مذاکرے کے لئے ہمیشہ ترغیب دیتے رہتے تھے اور فرماتے تھے۔

"تذاکروا العلم فان حیاتہ ذکرہ" علم (حدیث) کا مذاکرہ کرتے رہو کیونکہ علم اسی سے زندہ رہتا ہے۔

مرہ کا قول ہے کہ حضرت علقمہ ربانیین میں سے یعنی اللہ والے بزرگ تھے۔ حضرت علقمہ کی وفات نوے (۹۰) سال کی عمر میں بمقام کوفہ ۶۲ھ ہجری میں واقع ہوئی رحمہ اللہ تعالیٰ (ازالسنۃ قبل التدوین)۔

ابراہیم بن یزید نخعی رح

(۴۶ - ۹۶ھ)

ابو عمران کنیت، ابراہیم نام، نخعی اور کوفی نسبت ہے، ان کے سلسلۂ نسب کے چند نام یہ ہیں۔ ابراہیم بن یزید

بن قیس بن الاسود، تابعین میں بڑے رتبہ کے شخص تھے، کثیر الحدیث اور حافظ الحدیث تھے، فقیہ اور صالح تھے، ان کے مزاج میں تکلف بہت کم تھا، اپنے بچپن کے زمانے میں جبکہ وہ بالغ نہیں ہوئے تھے، اپنے چچا علقمہ اور ماموں اسود کے ساتھ حج کرنے گئے تھے، اس موقع پر وہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر حضرت عائشہؓ سے ان کی سماعت ثابت نہیں ہے۔

ابراہیم نے اپنے چچا علقمہ اور اپنے دونوں ماموں اسود اور عبدالرحمٰن ابنائے یزید سے حدیث کی سماعت کی ہے، اور مسروق، ابومعمر، ہمام بن الحارث اور قاضی شریح اور دوسرے لوگوں سے حدیث کی روایت کی ہے، تابعین میں جن لوگوں نے ابراہیم نخعی سے حدیث کی روایت کی ہے اُن کے نام یہ ہیں:۔ اعمش، منصور بن المعتمر، عبداللہ بن عون۔ حماد بن ابی سلیمان، مغیرہ بن مقسم الضبی، حبیب بن ابی ثابت، سماک بن حرب اللہ کے علاوہ اور دوسرے لوگ بھی ہیں۔

ابراہیم نخعی نے اگرچہ صحابہ کی ایک جماعت کا زمانہ پایا مگر کسی صحابی سے حدیث کی روایت نہیں کی ہے تاہم ابراہیم کے ہمعصر بڑے بڑے علماء نے ان کے علم و فضل کے بڑے مرتبے کی شہادت دی ہے۔

. . . .

. . . .

جب ابراہیم نخعی کی وفات ہوئی تو امام شعبی جیسے جلیل القدر تابعی نے ان کی شان میں کہا کہ ابراہیم نخعی کے مرنے کے بعد کوئی بڑا عالم اور فقیہ باقی نہیں رہا کسی نے کہا کیا حسن بصری اور ابن سیرین بھی نہیں ہیں؟ امام شعبی نے جواب دیا نہ حسن ہیں اور نہ ابن سیرین ابراہیم نخعی کے مقابلہ میں ہیں بلکہ بصرہ، کوفہ، حجاز اور شام کے ملکوں میں بھی کوئی بڑا عالم نہیں ہے۔

ابراہیم نخعی حدیث میں ماہر تھے، محدث اعمش نے اُن کے متعلق کہا کہ ابراہیم نخعی حدیث کے لکھنے والے جوہری تھے، اور مشہور محدث ابوزرعہ نے کہا کہ ابراہیم نخعی اسلام کی بڑی شخصیتوں میں ایک تھے۔

ابراہیم نخعی صحابہ کی پیروی اور اتباع کرتے تھے، ظالم حجاج کے ظلم سے بچنے کے لئے وہ روپوش ہوگئے تھے، اسی اثناء میں یعنی ۹۶ھ ہجری میں کوفہ میں ابراہیم نخعی کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر ۴۹ سال کی تھی، پچاس برس پورے نہیں ہوئے تھے۔

(از السنۃ قبل التدوین)

حضرت محمد بن سیرین رح

(۳۳ — ۱۱۰ھ)

ابوبکر کنیت، محمد نام اور والد کا نام سیرین ہے۔ بصرہ کے جلیل القدر تابعی اور ولاء کے لحاظ سے انصاری تھے یعنی ان کے والد سیرین حضرت مالک بن انس صحابیؓ کے مولیٰ تھے، حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کو دو سال باقی رہ گئے تھے کہ ۳۳ ہجری میں ابن سیرین پیدا ہوئے، اور حضرت انسؓ کی سرپرستی میں نشوونما پائی، ابن سیرین بزاز کا پیشہ کرتے تھے قرآن کی تعلیم پائی، فقہ حاصل کی اور بکثرت حدیث زبانی یاد کی، اتقان اور ضبط حدیث میں مشہور تھے، یہاں تک کہ حدیث کو بلفظہ روایت کرتے تھے، یعنی حدیث کے ایک ایک حرف اور لفظ کی پوری نگہداشت کر کے روایت کرتے تھے، فقیہ اور صاحب تقویٰ تھے، تیس صحابہ کو دیکھا تھا، اور انس بن مالکؓ، زید بن ثابتؓ، حسن بن علی بن ابی طالبؓ، ابو ہریرہؓ، ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ اور ان صحابہ کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی حدیث کی روایت کی ہے اور ابن سیرین سے جن لوگوں نے حدیث کی روایت کی ہے اُن کے نام یہ ہیں:۔

عامر الشعبی، ثابت البنانی، خالد الحذاء، داؤد بن ابی ہند، عبداللہ بن عون، یونس بن عبید، اوزاعی، مالک بن دینار، ہشام بن حسان اور ان کے علاوہ ایک بڑی خلقت نے بھی ابن سیرین سے حدیث کی روایت کی ہے۔

ابن سیرین کے معاصرین ائمہ نے ان کے علم و فضل، تقویٰ، فقہ، ضبط اور عدالت کی شہادت دی ہے، ابن عون کا قول ہے کہ میں نے عراق میں محمد بن سیرین، حجاز میں قاسم بن محمد، اور شام میں رجاء بن حیوۃ ان تین آدمیوں کے جیسا دنیا میں کسی کو نہیں دیکھا ہے اور ان میں بھی محمد بن سیرین کے جیسا کوئی نہیں تھا، مورق عجلی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن سیرین سے بڑھ کے فقہ اور تقویٰ میں کسی کو نہیں دیکھا ہے۔

محمد بن سیرین بہت زیادہ روزے رکھتے اور عبادت کرتے تھے، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور دوسرے دن نہیں رکھتے (یعنی صوم داؤدی) اور یہی ان کا معمول تھا، اور دینداری میں وہ بہت محتاط و متقی ہوئے تھے۔

انس بن سیرین کا بیان ہے کہ محمد بن سیرین کے پاس جب دو حدیثیں پہونچتیں اور ان دو میں ایک حدیث سخت ہوتی تو وہ اسی کو اختیار کرتے اور دوسری حدیث کے متعلق وہ فرماتے کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

ابو قلابہ کہتے تھے ہم میں سے اس طاقت کا آدمی کون ہے جس طاقت کے محمد بن سیرین تھے وہ تو نیزے کی نوک پر سوار ہونے کو تیار رہتے تھے۔

امام شعبی کہا کرتے تھے، تم سب اس اصم (بہرے) (یعنی محمد بن سیرین کی روش کو لازم قرار دو۔ ابن سیرین بہت بردبار

اور باوقار تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کی اقتدار کرتے تھے۔ اور اپنے شاگردوں کو حدیث کے حاصل کرنے میں تثبت (یعنی ضبط و اتقان) کی ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ علم (حدیث) دین ہے، دیکھ لیا کرو کہ تمہیں کس شخص سے یہ علم حاصل کرنا چاہئے۔

محمد بن سیرین ان خصوصیات کے باوجود نہایت خوشدل اور خوش مزاج واقع ہوئے تھے، علماء اور طلبہ کے دلوں میں اُتر گئے تھے، اور اپنے زمانے میں امامت کی انتہائی بلندی پر پہونچ گئے تھے۔

محمد بن سعد ابن سیرین کی تعریف میں کہتے تھے کہ ابن سیرین ثقہ، مامون، عالی مرتبت اور بلند رتبہ کے فقیہ اور امام تھے، اور وہ علم وسیع رکھتے تھے۔

سنہ ۱۱۰ہجری میں بمقام بصرہ ابن سیرین کی وفات واقع ہوئی۔ عمر ۷۷ سال کی تھی۔ (السنۃ قبل التدوین)

عہد صحابہ اور تابعین میں علمی سرگرمی

(ماخوذ از السنۃ قبل التدوین)

اسلام کے قرن اولیٰ میں علم کے معنی حدیث نبوی لئے جاتے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد شریعت اسلامیہ کی حفاظت کی جو بڑی ذمہ داری صحابہ کرام پر آگئی تھی اس کا احساس پوری شدت سے اُنہوں نے کیا اور قرآن مجید اور سُنت نبوی جو اسلامی شریعت کے مصادر ہیں اُن کی حفاظت اور اشاعت کے سلسلہ میں قرآن اور حدیث نبوی کی تعلیم و تعلّم اور درس و تدریس میں پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ مصروف ہوگئے مثال کے طور پر حضرت ابن عباس کے حصول تعلیم کے جذبۂ طلب کو لیجئے عکرمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دُنیا سے پردہ فرمایا تو میں نے ایک انصاری سے کہا ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے پاس چلو تاکہ اُن سے علم کی باتیں یعنی احادیث نبوی پوچھیں ابھی وہ کافی تعداد میں موجود ہیں، انصاری نے جواب دیا اے ابن عباس آپ ایسی بات کہتے ہیں سارے لوگ آپ سے علم حاصل کرنے کے محتاج ہیں، اصحاب رسول اللہ میں ایسے کون ہیں، جن کے پاس آپ جائیں گے؟ اس انصاری نے میری بات نہ مانی تو میں تنہا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا جا کر اُن سے حدیث نبوی پوچھنے لگا کسی صحابی کے متعلق مجھے اطلاع ملتی کہ اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں تو میں اس کے گھر کے دروازے پر پہنچ جاتا دوپہر کا وقت ہوتا صحابی اپنے گھر میں قیلولہ کے لئے آرام میں ہوتے، اور میں ان کے دروازے پر اپنی چادر کا تکیہ بنا کے اُس پر ٹیک لگا دیتا، تیز و تند ہواؤں کے جھونکوں سے گرد اُڑ کر آتی اور میرے

بدن پر اٹ جاتی تھی، صحابی جب اپنے اندرون خانہ سے باہر آتے تو مجھے دیکھ کر فرماتے اے رسول اللہ کے چچا زاد بھائی آپ یہاں کیسے تشریف لائے مجھے اپنے پاس بلالیا ہوتا، میں جواب دیتا میں یہاں آنے کا زیادہ سزاوار ہوں تاکہ آپ سے حدیث کے متعلق سوال کرکے معلومات حاصل کروں۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت براء کے والد عازب کے پاس گھوڑے میں اونٹ کے لئے کجاوہ اُن سے خرید رہے ہیں اور اُن سے کہہ رہے ہیں کہ اپنے بیٹے براء سے کہدو کہ میرے گھر یہ کجاوہ پہونچا دیں، عازب کہتے ہیں اے امیر المؤمنین! یہ کجاوہ آپ کے گھر پہونچا دیا جائے گا مگر پہلے آپ مجھے ہجرت کے واقعات سنا دیجئے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سفر میں شریک رہے ہیں، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ہجرت کا پورا واقعہ عازب کو سُنا دیتے ہیں۔

حضرت علیؓ کعب احبار تابعی سے ملتے ہیں، کعب فرماتے ہیں اے علی! کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "مُنجیات" (نجات دینے والی چیزوں) کے متعلق کچھ سُنا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے مُنجیات کے متعلق نہیں سُنا ہے لیکن "مُوبِقات" (ہلاک کرنے والی چیزوں) کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے، اس جواب پر حضرت علیؓ سے کعب احبار فرماتے ہیں آپ مجھے "مُوبقات" کی حدیث سنا دیجئے، اور میں آپ کو "مُنجیات" کے متعلق حدیث سناؤں گا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الموبقات ترک السنۃ ونکث البیعۃ وفراق الجماعۃ۔	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ ہلاک کرنے والی چیزیں یہ ہیں۔ سُنت کو چھوڑ دینا، بیعت کو توڑ دینا، اور جماعت سے علیحدہ ہو جانا۔

اس کے بعد کعب احبار تابعی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ مُنجیات یہ ہیں:۔

کفُّ لسانک، وجلوس فی بیتک وبکاؤک علی خطیئتک۔	زبان کو روکنا، اپنے گھر میں بیٹھے رہنا اور اپنے گناہوں پر روتے رہنا۔

اسی طرح تمام صحابہ اور تابعین ایک دوسرے سے حدیث نبوی دریافت کرتے رہتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے زمانے میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں:۔

لا نورث ماترکناہ صدقۃ
مسلم نے اس کی تخریج کی ہے۔

ہمارے وارث نہیں بنائے جاتے ہیں، جو کچھ ہم نے چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔
(یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے)

حضرت عثمانؓ سے حضرت عمرؓ یہ حدیث روایت کرتے ہیں:۔

عن عمر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لاعلم کلمۃ لا یقولہا عبد حقاً الا حرم علی النار لا الہ الا اللہ" اخرجہ مسلم فی صحیحہ۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ بیشک میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جو کوئی بندہ سچے دل سے اسے کہتا ہے تو آتشِ دوزخ اُس پر حرام ہو جاتی ہے۔ وہ کلمہ "لا الہ الا اللہ" ہے۔
اس کے معنی یہ ہیں نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق سوائے اللہ کے۔ مسلم نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج کی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت بلال سے یہ روایت کی ہے:۔

قال۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا بلال اصبحوا بالصبح فانہ خیر لکم۔

اے بلال! صبح سویرے اٹھا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت عمر فاروقؓ سے روایت کرتے ہیں:۔

قال رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رجمنا بعدہ

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی کو سنگسار کیا اور آپ کے بعد ہم نے زانی کو سنگسار کیا ہے۔

بجالۃ بن عبدۃ کہتے ہیں کہ ہم مقام مناذر میں جریر بن معاویہ کے لئے کتابت (محرری) کی خدمت انجام دیتے تھے وہاں حضرت عمر بن الخطاب کا خط آیا کہ تمہارے پاس ہجر کے مجوس ہیں اُن سے جزیہ وصول کرو کیونکہ مجھے عبدالرحمٰنؓ نے خبر دی ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ الجزیۃ عن مجوس اھل ھجر۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ہجر کے مجوس سے جزیہ وصول کیا تھا۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اور حضرت صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ نیز ابن عمرؓ نے ابن عباسؓ سے اور ابن عباسؓ نے ابن عمرؓ سے اور حضرت عائشہؓ نے ابن عباسؓ سے اور ابن عباسؓ نے حضرت عائشہؓ سے اور حضرت جابر بن عبداللہؓ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے اور ابوسعید خدریؓ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے اور حضرت انسؓ نے حضرت جابرؓ سے اور حضرت جابرؓ نے حضرت انسؓ سے اور ابن عباسؓ نے ابوسعید خدری سے احادیث کی روایت کی ہے۔

جو شخص سُنن اور تراجم رُواۃ (حالات رواۃ) کا مطالعہ کرے گا اس پر اچھی طرح سے واضح ہو جائے گا کہ صحابہ نے ایک دوسرے سے احادیث کی بکثرت روایت کی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ میں حصول علم کا کتنا شوق و ذوق پیدا ہو گیا تھا اور یہ سب اس لئے تھا تاکہ حدیث نبوی کو ایک دوسرے صحابی سے سُن کر اور اپنے سینوں میں محفوظ رکھ کر سُنّت مُطہرہ کی حفاظت کر سکیں، صحابہ ایک طرف خود حدیث کی تعلیم کے حصول میں مشغول تھے اور دوسری طرف اپنے تلامذہ کو جو تابعین کے نام سے مشہور رہیں حدیث کی طلب اور حفاظت کے لئے مستعد کر رہے تھے اور ہر ممکن وسیلہ سے انہیں حدیث کی تعلیم دینے کی کوششیں کرتے رہے، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے۔

تفقھوا قبل ان تسودوا (۱) سیادت حاصل کرنے سے پہلے دین کی سمجھ پیدا کر و۔

نیز حضرت عمرؓ فرماتے تھے:۔

تعلموا الفرائض والسنة کما تعلمو القرآن (۲) علم فرائض اور سنت کو سیکھو جس طرح تم قرآن کو سیکھتے ہو۔

حضرت ابوذرؓ جو سُنّت کی تبلیغ میں تیغ برہنہ کی طرح رہتے تھے ان کا قول ہے۔

لو وضعتم الصمصامة علی ھذہ واشار الی قفاہ ثم ظننت ان انفذ کلمة سمعتھا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان تجیزوا علی لانفذتھا (۳)

اگر تم لوگ تیز تلوار میرے سر کی گُدی پر رکھ دو اور میں یہ گمان کروں کہ وہ بات جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے تمہارے تلوار چلانے سے نہیں کہہ سکوں گا تو میں کہہ کے رہوں گا۔

---

(۱) فتح الباری صہ ۱۸۵ ج ۱ از السنۃ قبل التدوین (۲) جامع بیان العلم وفضلہ صہ ۱۳۲ ج ۲ از السنۃ قبل التدوین

(۳) فتح الباری صہ ۱۷۰ ج ۱ از السنۃ قبل التدوین۔

ابو قلابہ حضرت ابن مسعودؓ کا قول نقل کرتے ہیں:۔

قال ابن مسعودؓ علیکم بالعلم قبل ان یقبض وقبضہ ذھاب اھلہ (۱)

حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے تم پر لازم ہے کہ علم حاصل کرو قبل اس کے کہ وہ اٹھ جائے اور علم اہلِ علم کے اٹھ جانے سے چلا جاتا ہے۔

نیز ابن مسعود فرماتے تھے۔

الاقتصاد فی السنۃ افضل من الاجتھاد فی البدعۃ (۲)

سُنّت میں درمیانی راہ اختیار کرنا بہتر ہے کوشش کرکے نئی نئی بات پیدا کرنے سے۔

امیر المؤمنین حضرت علیؓ فرماتے ہیں:۔

تزاوروا واکثروا مذاکرۃ الحدیث فان لم تفعلوا یندرس الحدیث (۳)

تم آپس میں ملتے رہو اور حدیث کا مذاکرہ کرتے رہو اگر ایسا نہ کروگے تو حدیث مٹ جائے گی۔

حضرت عمرو بن العاصؓ قریش کے ایک علمی حلقے میں آئے اور کھڑے کھڑے فرمایا۔

ما لکم قد طرحتم ھذہ الاغیلمۃ؟ لا تفعلوا اوسعوا لھم فی المجلس واسمعوھم الحدیث وافھموھم ایاہ فانھم صغار قوم اوشک ان یکونوا کبار قوم وقد کنتم صغار قوم فانتم الیوم کبار قوم (۴)

آپ لوگوں نے ان چھوٹے بچوں کو کیوں چھوڑ رکھا ہے۔ ایسا نہ کیجئے، ان کے لئے بھی مجلس میں جگہ نکالئے اور انہیں بھی حدیث سنائیے اور سمجھائیے، آج وہ قوم کے چھوٹے بچے ہیں عنقریب وہ قوم کے بڑوں میں شمار ہوں گے۔ آپ بھی قوم کے چھوٹے افراد تھے آج آپ قوم کے بڑے لوگوں میں ہوگئے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری طلاب علم سے محبت کرتے تھے، ان کے لئے مجلسیں کشادہ رکھتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے۔

تحدثوا فان الحدیث یذکر بعضہ بعضا (۵) حدیثیں بیان کیا کرو کیونکہ ایک حدیث دوسری حدیث کی یاد بہم پہنچاتی ہے۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ (۲) تذکرۃ الحفاظ ص ۱۳ ج ۱ (۳) معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۶۰ (۴) شرف اصحاب الحدیث ص ۱۹۹ از السنۃ قبل التدوین (۵) شرف اصحاب الحدیث ص ۱۱ از السنۃ قبل التدوین۔

حضرت ابن عباسؓ طلبہ کو حدیث کے مذاکرہ کی ترغیب دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔

تذاکروا هذا الحديث لا ينفلت منكم فانه ليس بمنزلة القرآن، القرآن مجموع محفوظ وانكم ان لم تذاكروا هذا الحديث تفلت منكم ولا يقل احدكم حدثت امس لا احدث اليوم بل حدثت امس وحدثت اليوم وحدثت غداً (۱)

حدیث کا مذاکرہ کرتے رہو تاکہ وہ تمہارے پاس سے چلی نہ جائے، حدیث قرآن کی طرح ایک مجموعہ میں محفوظ نہیں ہے، اگر تم لوگ حدیث کا مذاکرہ نہ کروگے تو وہ رخصت ہو جائے گی، تم میں کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے کل حدیث بیان کی تھی، اب آج بیان نہ کروں گا بلکہ کل گذشتہ، آج اور کل آئندہ بھی حدیث بیان کرتے رہو۔

نیز حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے۔

اذا سمعتم منا شيئاً فتذاكروا بينكم (۲)

جب تم ہم سے کچھ حدیث سنو تو آپس میں اس کا مذاکرہ کرتے رہو۔

اور حضرت امامۃ الباہلی اپنے طلبہ سے کہتے تھے۔

ان هذا المجلس من بلاغ الله اياكم وان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد بلغ ما ارسل به وانتم فبلغوا عنا احسن ما تسمعون

اس مجلس نے اللہ کے پیام کو تمہارے پاس پہونچا دیا ہے اور بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کے پیام کی تبلیغ کی ہے تم بھی ہم سے اچھی اچھی حدیثیں سن کر لوگوں تک پہونچاؤ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت امامۃ الباہلی اپنے طلبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بکثرت بیان کرنے کے بعد خاموش ہو جاتے اور پھر کہتے:۔

اعقلوا، بلغوا عنا كما بلغنا كم (۳)

خوب سمجھ لو اور تم ہم سے حدیث سن کر تبلیغ کرو جس طرح ہم نے تبلیغ کر کے تمہارے پاس حدیث پہونچائی ہے۔

---

(۱) از السنۃ قبل التدوین (۲) شرف اصحاب الحدیث ص ۹۹ از السنۃ قبل التدوین (۳) شرف اصحاب الحدیث ص ۱۰ از السنۃ قبل التدوین

یہاں تک بعض صحابہ کرام کی علمی سرگرمیوں کے چند واقعات بیان کئے گئے کہ کس طرح سے وہ طلبہ کو حدیث کی تعلیم حاصل کرنے اور اس کی حفاظت اور تبلیغ کے لئے انہیں ترغیب دیتے تھے اور تحصیل حدیث کے لئے ہدایت کرتے رہتے تھے، اب بعض تابعین اور اتباع تابعین کے حالات لکھئے کہ وہ بھی کس طرح سے اپنی اولاد اور شاگردوں کو حفظ سنت کے لئے آمادہ کرتے اور علمی مجالس میں شرکت کے لئے انہیں ترغیب دیتے تھے۔

حضرت عروۃ اپنی اولاد کو سنت کی حفاظت کے لئے جس طرح آمادہ کرتے تھے اسی طرح اپنے طلبہ کو بھی آمادہ کرتے تھے۔ (۱)

حضرت علقمہ حدیث کی تعلیم حاصل کرنے اور مذاکرہ کرنے کے لئے طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے تھے (۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی کہا کرتے تھے۔

احیاء الحدیث مذاکرتہ فتذاکروا (۳) — حدیث مذاکرہ سے زندہ رہتی ہے اس لئے تم سب حدیث کا مذاکرہ کرتے رہو۔

علماء کے درمیان یہ مقولہ مشہور تھا۔

تذاکروا الحدیث فان الحدیث یہیج الحدیث (۴) — حدیث کا مذاکرہ کرتے رہو کیونکہ ایک حدیث دوسری حدیث کی یاد دہانی کرتی ہے۔

---

(۱) طبقات ابن سعد ص ۱۳۴ از السنۃ قبل التدوین (۲) شرف اصحاب الحدیث ص ۱۰۱ از السنۃ قبل التدوین (۳) شرف اصحاب الحدیث ص ۱۰۰ از السنۃ قبل التدوین (۴) شرف اصحاب الحدیث ص ۱۰۰ از السنۃ قبل التدوین۔

نسب قریش

فہر وھو قریش
محارب
الحارث
بنو الحلج
غالب
تیم
لؤی
اسامہ
خزیمة
عامر
کعب
الحارث
سعد
عدی
مُرّة
ھصیص
یقظة
تیم
مخزوم
کلاب
سھم
جمح
زہرة
قصی
عبد العزی
عبد مناف
عبد الدار
عبد مناف
وھب
آمنة
بنو شیبة الحجبة
نوفل
عبد شمس
المطلب
امیة
ہاشم
عبد المطلب
ابو طالب
حمزة
ابو لہب
المقوم
قثم
عبد الکعبة
العباس
الحارث
الغیداق
جحل
الزبیر
ضرار
علی
عبد اللہ
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

منقول از کتاب الوسیط فی الادب العربی وتاریخہ

تالیف: از الشیخ احمد الاسکندری و الشیخ مصطفیٰ عنانی

العرب المستعربة

- عدنان
- معد
- نزار
- مضر
- الیاس
- خندف
- مدرکة
- خزیمة
- کنانة
- النضر وهو قریش علی رای
- مالک
- فهر قریش علی رای آخر

- ایاد
- انمار
- ربیعة
- اسد
- ضبیعة
- عنزة
- جدیلة
- عبد القیس
- النمر
- تغلب
- وائل
- بکر
- شیبان
- سدوس
- حنیفة
- عجل
- بنو الغبر
- قیس عیلان
- مازن
- سلیم
- عدوان
- غطفان
- هوازن
- باهلة
- عبس
- اشجع
- ذبیان
- فزارة
- بدر
- مازن
- جشم
- ثقیف
- بنو سعد
- عامر ابن صعصعة
- کلاب
- هلال
- عقیل
- نمیر
- قمعة
- طابخة
- تمیم
- حنظلة
- یربوع
- هذیل
- اسد
- الهون
- عضل
- الدیش
- کاهل
- دودان
- عمرو
- عامر
- ملکان
- مالک
- عبد مناة
- غفار
- بلحارث
- بنو بکر
- مدلج
- بنو لیث
- الدئل
- ضمرة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خاتمۂ طبع کتاب تاریخ حدیث و محدثین جلد اوّل

اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی توفیق سے کتاب تاریخ حدیث و محدثین جلد اول حلیۂ طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آرہی ہے، انجمن اشاعت قرآن عظیم جامع مسجد نیو ٹاؤن کراچی اس کتاب کی طباعت کے جملہ اخراجات کی کفیل ہے، اور اس کے نشر و اشاعت کا حق بھی اسی انجمن کو حاصل ہے، اس انجمن اشاعت قرآن عظیم جامع مسجد نیو ٹاؤن کراچی کے موجودہ صدر عالی جناب الحاج سید محمد جمیل صاحب مدظلہ خلف اکبر الحاج سید محمد خلیل صاحب مرحوم و مغفور کے نام نامی سے نہ صرف پاکستان کے عام و خاص مسلمان بلکہ عالم اسلامی کے افاضل و اکابر بھی اچھی طرح سے واقف ہیں اور موصوف الذکر کی دینی خدمات کی تعریف میں رطب اللسان ہیں جس وقت موصوف الصدر حکومت پاکستان کے اعلیٰ منصب لے۔ جی۔ پی۔ آر پر فائز تھے اس وقت بھی اپنی فرصت کے اوقات میں اپنے والد ماجد کی معیت میں اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کی تعلیم و اشاعت کی خدمات انجام دیتے رہے تھے، آپ کے والد ماجد الحاج سید محمد خلیل صاحب مرحوم و مغفور نے انجمن اشاعت قرآن عظیم قائم کرکے اس کے تحت شہر کراچی کے مختلف مقامات میں چالیس سے زیادہ مدارس کھول دئے تھے جن میں حفاظ قرآن اور قرّاء سے بکثرت طلبہ بغیر کسی اجرت قرآن مجید کے حفظ و ناظرہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے اور جب الحاج سید محمد جمیل صاحب کے والد ماجد نے داعی اجل کو لبیک کہا تو ان تمام دینی مدارس کی تمام تر ذمہ داری اور نگرانی اور اخراجات کا بار عظیم الحاج سید محمد جمیل صاحب نے اپنے دوش پر لے لیا، جاننے والے جانتے ہیں کہ ان قرآنی مدارس کے سالانہ اخراجات کئی لاکھ روپے سے زیادہ تھے جو مخیر مسلمانوں کی امداد سے پورے ہوتے رہے، لیکن ہر سال اتنی بڑی رقم کا وصول کرنا آسان کام نہ تھا، ممدوح الصدر نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ان قرآنی مدارس کو خوش اسلوبی سے قائم رکھنے اور اس کے ماہانہ اخراجات کو پورا کرنے کے لئے اپنے آرام و راحت کو قربان کردیا اور قرآن مجید کی خدمت اور اس کے نشر و اشاعت کی ایسی لگن آپ کے دل میں پیدا ہوگئی جیسی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے دلوں میں تھی، اگرچہ انجمن اشاعت قرآن عظیم کے ایسے مدارس حکومت پاکستان نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے جن میں دنیاوی علوم کی تعلیم بھی ہوتی تھی اس کے بعد بھی کافی تعداد میں قرآنی مدارس انجمن مذکور کے زیر نگرانی قائم ہیں۔ موصوف الصدر اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر" کے فرض کفایہ کو انجام دینے کے لئے ہر آن اور ہر وقت داعی الی الخیر

نظر آتے ہیں، کبھی آپ جنوبی کوریا جیسے دور دراز مقام پر جاکر وہاں دو سو سے زیادہ غیر مسلموں کو حلقۂ اسلام میں لاکر اور کلمۂ شہادت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھوا کر انہیں مشرف بہ اسلام فرماتے ہیں اور کبھی لندن اور اسلامی ممالک کا طویل سفر اختیار کرکے لوائے اسلام بلند کرتے رہتے ہیں اور کبھی آپ نئی نئی مساجد کی تعمیر اور ان کو آباد رکھنے میں منہمک نظر آتے ہیں، ان دینی خدمات کے علاوہ اور دوسرے امور خیریہ جو آپ انجام دیتے رہتے ہیں وہ نور علیٰ نور ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک وصفی نام "جمیل" ہے۔ "اللہ جمیلٌ و یحبُّ الجمال" یعنی اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسی وصفی نام جمیل کا فیض باتباع سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم الحاج سید محمد جمیل خلف اکبر الحاج سید محمد خلیل صاحب مرحوم و مغفور کی رگ و پے میں جاری و ساری ہے اسی فیض جمالی کی وجہ سے الحاج سید محمد جمیل صاحب کی دینی خدمات میں جمال ہی جمال کا رنگ نظر آتا ہے جو ارشاد الٰہی صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ، یہ اللہ کا رنگ ہے اور اللہ سے بہتر کون رنگ سکتا ہے سے تاثیر پذیر ہے۔

جس وقت اس خاکسار ذرۂ بے مقدار نے اپنی تالیف تاریخ حدیث و محدثین کا تذکرہ جناب ممدوح الصدر سے کیا آپ نے اس کتاب پر ایک غائر نظر ڈال کر نہایت انشراح قلب کے ساتھ اس کی طباعت کی منظوری انجمن اشاعت قرآن عظیم جامع مسجد نیو ٹاؤن کراچی کی مد سے دیدی۔

اس انجمن کے بانی ممدوح الصدر کے والد ماجد الحاج سید محمد خلیل صاحب (المعروف ابا میاں تھے۔ جو نہایت مخلص و خدا ترس واقع ہوئے تھے، پیرانہ سالی میں بھی صوم صلوٰۃ کے بہت پابند تھے پانچوں وقت نماز باجماعت مسجد میں ادا کرتے تھے، آپ کا گھر اہل حاجت کا مرجع و ماویٰ بنا رہتا تھا آپ کی زیر نگرانی چلنے والے دینی مدارس کے معلمین اپنی اپنی درخواستیں لے کے آتے اور بامراد ہو کے خوش خوش واپس جاتے تھے آپ کی یہ کوشش تھی کہ کراچی کے ہر حلقے میں قرآن پاک کی تعلیم کے مدارس قائم کئے جائیں اور اسی فکر اور کوشش میں ہر وقت مصروف رہا کرتے تھے مدارس کے کثیر مصارف سے کبھی نہیں گھبراتے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں وہی مولیٰ میری مدد کرتا ہے، جناب موصوف بہت مخیر واقع ہوئے تھے ایک دفعہ اس راقم سے موصوف نے ارشاد فرمایا کہ میں روزانہ اپنے گھر سے انجمن اشاعت قرآن عظیم کے دفتر میں جو جامع مسجد نیو ٹاؤن میں ہے اور میرے گھر سے کافی دور ہے وہاں پیدل جاتا ہوں تو اپنی ایک جیب میں خیرات کی رقم اور دوسری جیب میں اپنے ذاتی مصرف کے لئے رقم رکھ لیتا ہوں اور راستہ میں لنگڑے لولے اور معذوروں کو دیکھتا ہوں تو خیرات والی جیب سے رقم نکال نکال ان کو دیتا جاتا ہوں اس شکرانہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمر میں بھی میرے اعضاء اور قویٰ کو درست و صحیح و سالم رکھا ہے، آپ نے سادات کے بچوں کی تعلیمی اخراجات

کے لئے ایک فنڈ قائم کیا تھا اور اپنے عزیز و اقارب اور احباب سے ماہانہ اس فنڈ کے لئے چندہ لیتے تھے اور خود بھی اپنی طرف سے بھی رقم دیتے تھے اور یہ ساری رقم سادات کے نادار بچوں کی تعلیمی وظائف میں خرچ کئے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ سادات کا طبقہ بہت نادار اور غریب ہے اس کی امداد کرنا نہایت ضروری ہے اور اس فنڈ کو وسیع دینا چاہتے تھے مگر آپ کی عمر نے وفا نہیں کی ابا میاں مرحوم و مغفور کے حالاتِ زندگی آجکل کے عام مسلمانوں کے لئے قابلِ نمونہ ہیں ۔ ابا میاں مرحوم و مغفور اپنی حین حیات میں اس خاکسار پر بے پایاں نوازش فرماتے رہے تھے اسی طرح ابا میاں مرحوم و مغفور کے خلفِ اکبر الحاج سید محمد جمیل صاحب کی گرانقدر مہربانیاں اس خاکسار پر ہمیشہ رہا کرتی ہیں ، اس خاکسار کی دلی دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی ہر مشکل کو آسان فرمائے اور اس کی توفیق ہر حال میں آپ کی رفیق ہو آمین۔

تاریخ حدیث و محدثین کی دوسری جلد کے شروع میں اصطلاحات حدیث کے بیان کے بعد آٹھویں صدی ہجری تک ہر صدی کے مشہور و معروف محدثین و ائمہ حدیث کی تعلیمی و تعلّمی زندگی کے حالات و دیگر واقعات بیان کئے گئے ہیں ، اور ہر صدی ہجری میں حدیث کے نشر و اشاعت میں جو حالات پیدا ہوتی رہی تھی اور علم حدیث و رجال حدیث پر جو اہم تصانیف لکھی گئی تھیں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے اور صحاح ستہ پر علمائے حدیث نے جو تبصرہ کیا ہے وہ بیان کیا گیا ہے ان باتوں کے علاوہ دیگر تاریخی حقائق جن کا تعلق حدیث اور رجال حدیث سے ہے لکھے گئے ہیں ۔

آخر میں میں اپنے مکرم دوست جناب حافظ حسن مینائی ایم اے کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب میں جس قدر آیات قرآنی لکھی گئی ہیں اُن کے پارہ ، سورۃ اور آیت کا حوالہ لکھدیا ہے اور اس کتاب کی کتابت کے پروف کے اکثر اجزاء کے مقابلہ و تصحیح میں میری اعانت کی ہے ، موصوف امریکہ رسالہ یرپین کے مدیر تھے ، ساتھ ہی جناب سید قمرالدین صاحب کاتب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی کتابت کی خدمت انجام دی ہے موصوف چونکہ عربی نہیں جانتے ہیں اس لئے آیات قرآنی اور عربی عبارت پر اعراب نہیں لگائے گئے ہیں تاکہ غلطیاں واقع نہ ہوں۔

آخر میں اپنے خالہ زاد بھائی جناب ڈاکٹر سید مجتبیٰ کریم صاحب سابق صدر شعبہ طبیعیات کراچی یونیورسٹی کا ممنون اور شکر گزار ہوں آپ نے اس کتاب کے دو نقشے تیار کر کے دیئے ہیں ان نقشوں میں وہ خاص خاص چند مقامات دکھلائے گئے ہیں جہاں محدثین کرام قیام پذیر تھے وما توفیقی الا باللہ العظیم والحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ نبیہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

راقم اثم

حکیم سید احمد اللہ ندوی غفر اللہ لہ ولوالدیہ

۱۵ شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ ہجری

اعتذار

غلطنامہ کتاب تاریخ حدیث ومحدثین جلد اول

مؤلف کتاب ھذا بوجہ علالت مطبع کا سفید پروف نہ دیکھ سکے جس کی وجہ سے طباعت میں کتابت کی کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں ان کا غلطنامہ یہ ہے

صفحہ	سطر	غلط	صواب	صفحہ	سطر	غلط	صواب
۹	۹	کافر طنا	ماقر طنا	۹۲	۱۲	قدیه	فدیه
۱۰	۲۱	الخیرۃ امن	الخیرۃ من	۱۱۹	۱	روالحجه	ذوالحجه
۱۱	۱۰	فلم اقله انا	فلم اقله وانا	۱۱۹	۱۹	لاحمامه	لاصحابه
۱۷	۸	احادبث	احادیث	۱۲۸	۱۱	بن البشر	بن البسر
۱۹	۱۸	راولوں	راویوں	۱۲۸	۲۲	بن سقع	بن الاسقع
۲۰	۱۰	مستحق	مستحق	۱۳۳	۱۳	بن خرام	بن حزام
۲۳	۱۶	فلانخرجوا	فلا تخرجوا	۱۵۶	۱۹	الاستخازه	الاستخارۃ
۲۳	۲۲	وقت	وقت	۱۵۷	۱۳	لا باعس	لا بأس
۲۶	۱۰	بحاجم	الحاجم	۱۶۰	۱۸	بنت حمیس	بنت عمیس
۳۱	۱۶	جیز	چیز	۱۶۱	۱	بعد	بعد ما
۳۷	۳	من امرهم الله	من امرء هم	۱۶۵	۱۳	بن رباح	بن ابی رباح
۴۱	۲۱	لتهینه	لتبهینه	۱۷۷	۱۶	بن عتبه	بن عنبسه
۴۴	۱۸	لم یجال	لم یجلل	۱۸۳	۲۰	ان عیینه	بن عیینه
۴۵	۲۱	شیهدا	شهیدا	۱۸۳	۲۳	مسبح	مسجع
۴۶	۵	مجتهم	محبتهم	۱۸۶	۱۹	سماها	سماعا
۶۸	۲۰	ابیض	ربیض	۱۹۱	۱۶	عمر بن العلص	عمرو بن العاص
۶۹	۳	یا یهها	یا یهما	۲۰۳	۱۱	زین العابدین	زین العابدین
۷۸	۷	تردبد	تردید	۲۰۳	۱۸	ابی مز	ابی هند
۸۸	۱۶	ماسمعت	ماسمعت	۲۰۴	۵	کبیرانس	کبیرالسن
۸۹	۲	والرضاقا	والرضا	۲۰۶	۱	سعید بن شعه	سعید بن شعبه
۸۹	۱۸	شعیب لے	شعیب کے	۲۰۷	۱	زمیتون	زینون
۹۰	۱۰	والاکتب	وانا لاکتب	۲۱۵	۱۹	راجاء	رجاء

غلطنامہ کتاب تاریخ حدیث ومحدثین جلد اول

صفحہ	سطر	غلط	صواب	صفحہ	سطر	غلط	صواب
۲۳۶	۱	ان پرشک	ان پر رشک	۲۵۹	۲۲	عبدالرحمن عوف	عبدالرحمن بن عوف
۲۳۶	۱۳	یشعجب	یشجب	۲۶۰	۳	بن بحمزہ	بن بعجرة
۲۳۷	۸	فرارا	فرمارا	۲۶۱	۴	۵۳	۹۳
۲۳۸	۲۲	ارر زہد	اور زہد	۲۶۳	۱۱	یتیمہ	یتیمہ
۲۵۰	۲۲	(سعود)	(مسعود)	[illegible]۸	۱۸	[illegible]طہ	ضابط
۲۵۱	۱۶	کرایا	گرایا	۲۶۹	۵	بن [illegible]آجیل	ابن شراحیل
۲۵۱	۱۸	سفاں	سفیان	۲۶۹	۹	بن شبعہ	بن شعبہ
۲۵۳	۱۷	کعب سبعوث	کب سبعوث	۲۸۱	۲۲	الحزیہ	الجزیہ

حکیم سید احمداللہ ندوی
۱۷ جون ۱۹۷۴ء